اکادمی مخطوطات

(توضیحی فہرست)

جلد ۱

ترتیب کار:-
مولوی محمد ابراہیم
تکنیکی معاون:-
ریاض احمد رفاعی
نظر ثانی
محمد یوسف ٹینگ

جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز
۱۹۸۶ء

مطبع: جے۔ کے آفسٹ پرنٹرز دہلی

کتابت: محمد یوسف مسکین۔ جی حسن شمس الدین

پُشت
اکیڈیمی میں محفوظ ایک مخطوطے کا صفحہ
تصویر شاہ جہاں

ترتیب

- تصوّف

اسلامی۔ ویدانت

ادب وشعر

- اورادووظائف
- مناقِب
- ریشیات اور ریشی نامے
- تواریخ کشمیر
- ریاضی۔منطق۔نجوم۔ اخلاقیات
- سیاسیات وسماجیات
- ادب

انشا ومراسلات

عرضِ ناشر

اپنے مخطوطات کی توضیحی فہرست کی پہلی جلد قارئین کو سپرد کرتے ہوئے ہم ایک ایسے خواب کو تعبیر سے ہمکنار کر رہے ہیں جس نے ہمیں برسوں آتش زیر پا رکھا۔ اس میں ایک دوسری فرحت کا عنصر بھی شامل ہے۔ کیٹس نے ہومر کو پڑھ کر جیسے ایک نئے روشن ستارے کا سراغ لگالیا تھا اور ایک گونجتی اور گنگناتی نظم کہہ ڈالی تھی۔ ہم بھی گویا اپنی متاعِ بے بہا کا اعلان ہر بام اور مینار سے کرنا چاہتے ہیں تاکہ تشنگانِ علم ہماری اذان سن کر دوڑے دوڑے آئیں اور اس سلسبیل میں اپنے ساغر چھلکا کر ہمارا سرور مکمل کرلیں کہ بقولِ لسان الغیب اس سے بہتر ذہنی عشرت کا تصور نہیں کیا جاسکتا ع

دو یارِ زیرک و اَز بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

اب تو خیر معشوق تک یک رنگی سے گھبراتے ہیں لیکن کتاب کی عروس کبھی اکلوتی ملکیت پر راضی نہیں رہی ہے۔ اس کے عاشقوں کا جھرمٹ اس کے حسن کی داد ہوتا ہے اور انکی یکجائی اور یک سوئی اس کا اکرام۔

کتب خانوں کی تواریخ عموماً بادشاہوں اور سلطنتوں کے سایے میں پروان چڑھتی ہے۔ خود ہمارے ہی شہر کو لیجئے۔ جیساکہ اس فہرست کے لائق مرتب نے اپنے پیش لفظ میں اشارہ کیا ہے۔ ہماری ریسرچ لائبریری مہاراجہ رنبیر سنگھ سے اپنا حسب و نسب جوڑتی ہے۔ اسمیں واقعی ایسے گہر پارے ہیں۔ جن پر ہم سب کو فخر ہے لیکن یہ مہاراجی ٹھاٹھ کے علاوہ ایک سو سال سے

زیادہ زمانے کی پروردہ ہے۔ کلچرل اکادمی ابھی تیس ۳۰ سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچی۔ لیکن ہمیں یہ کہنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ اس میں جمع شدہ نوادر میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی بین الملکی ہی نہیں بین الاقوامی اہمیت ہے۔ وہ دن دور نہیں جب عصری آویزشوں کی دُھند چھٹ جائے گی۔ اور انشاءاللہ یہ کتب خانہ ساری دُنیا اور بالخصوص مشرقی علوم کے متوالوں کے لئے ایک قابلِ تعظیم زیارت گاہ کا درجہ حاصل کرے گا۔

یہ نہیں ہے کہ اکادمی کا گنج نوادرات چند برسوں میں یا کسی ایک شخص کی محنت سے تعمیر ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء اکادمی کے ابتدائی برسوں میں ہی ہو گئی۔ کشمیر کے کچھ صاحب نظر اور صاحبِ ذوق حضرات ۱۹۴۷ء کے آشوب یا اس کے بعد وادی سے ہجرت کر گئے۔ اُن کے چھوڑے ہوئے مال و اسباب میں قالین اور اسی نوع کی بظاہر قیمتی چیزیں نہ معلوم کہاں گئیں۔ لیکن ایک ایسی جائیداد تھی جو عام طور پر مشتاقانہ نظروں کی تلاش میں ہی بھٹکتی رہی۔ خدا بھلا کرے ہمارے محکمۂ جائیداد مہاجرین کا۔ انہوں نے ان ٹھکرائی ہوئی کاغذی نازنینوں کو جمع کر دیا۔ ہم نے اپنے دفتر میں اپنے پیش رؤوں سے یہ روایت سُنی ہے کہ ایک دن اکادمی کے نام یہ پروانہ پہنچا کہ وہ ڈھیر میں پڑی ہوئی ان کتابوں کو اُٹھا کر ٹھکانے لگائے۔ نہ کوئی فہرست تھی اور نہ کوئی باز پرس۔ یار لوگ گئے اور شاہدانِ حریری کو خوبصورت پالکیوں کی بجائے ریڑھیوں میں لے آئے۔ بہت سا مال و متاع تو میر تقی میر کے اس شعر کا مصداق بنا ؎

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت

اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

لیکن جو کچھ بچا۔ وہ بھی ابرِ رحمت کی طرح اس کی آغوش کو ہرا کر گیا۔ ان میں کچھ انمول قلمی نسخے بھی تھے جو شاید اس لئے محفوظ رہے کہ اُن کو پرکھنے کی حس مفقود تھی۔ ایسے نسخوں میں مہاراجہ ہری سنگھ کے ایک خاص مصاحب عبدالرحمٰن صاحب آفندی کی لائبریری کے کچھ رتن بھی تھے۔ چنانچہ ہماری بہت سی مطبوعہ کتابوں پر بھی اُن کے دستخط، اُن کی کتب بینی اور کتب نوازی کی خاموش

شہادت دے رہے ہیں۔ بعد میں مرزا کمال الدین شیدا اور سید علی جواد زیدی کے زمانۂ نظامت میں قلمی نسخوں کا حصول جاری رہا۔ اس زمانے میں ہمارے کتب خانہ میں سرینگر کے مشہور نقش بندی خاندان کے کچھ علمی موتی پہنچے۔ خواجہ غفور شاہ نقشبندی اور اُن کے لائق فرزند خواجہ حسن شاہ نقشبندی نے اپنے اسلاف جن میں شاہ نیاز نقشبندی جیسے علم دوست بزرگ شامل تھے، کی روایت کو قائم بھی رکھا اور آگے بھی بڑھایا۔ یہ اکادمی کی خوش نصیبی تھی کہ اُس کا دامن ایسے موتیوں سے بھر گیا۔

اس اثناء میں ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ کچھ عرصے کے لئے کشمیر جیسے صدف ثر کے موتیوں کا اجارہ اکادمی کے حصے میں آیا۔ یہ کسی سرکاری حکم کا نتیجہ نہ تھا۔ ریاست کا محکمۂ تحقیق و اشاعت جو برس ہا برس سے مخطوطے خریدتا تھا۔ اچانک غش میں چلا گیا اور وہاں ان دستاویزات کی خرید تقریباً معطل ہوگئی۔ میں اسے اپنی حقیر ذات کی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ اُس وقت اکادمی کے کاروبار کی عنان میرے ہاتھ میں تھی اور اکادمی کے صدر مرحوم شیخ محمد عبداللہ کو عمر بھر کے تجربے کے بعد نہ صرف ان علمی نوادرات کا پورا عرفان حاصل ہوا تھا بلکہ وہ از راہِ شفقت اس بندۂ بے نوا پر بھی اعتبار کرتے تھے۔ چنانچہ جب قلمی نسخوں کے مالک کسی ضرورت یا اس احساس کے تحت کہ اُن کے گھروں میں شاید آیندہ ان بے بہا جواہرات کی حفاظت کے امکان باقی نہیں رہے ہیں۔ ان کے خریدار کی تلاش میں نکلے تو اُنہیں ایسا لگا کہ صرف اکادمی غالب کے الفاظ میں ؎

آئنہ بہ اندازِ گُل آغوش کُشا ہے

چنانچہ ہم اپنی توفیق کے مطابق اپنا دامن بھرتے رہے اور اس دوران کچھ ایسے بے مثال گوہر ہمارے ہاتھ لگے کہ ہم دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ یہاں یہ بات کہنا بہت ضروری ہے کہ اکادمی یہ لین دین اپنے اپنے مضامین کے چوٹی کے ماہروں کی رائے اور سفارش حاصل کرنے کے بعد کرتی رہی اور اُنہیں بعد میں اکادمی کے محترم صدر منظور کرتے رہے۔ اُن دنوں نسخوں کا ایسا سیلاب آیا تھا کہ مجھے ڈایریکٹر آرکائیوز کی حیثیت سے صرف آرکائیوز میں ہی یہ بھولی بسری سُنت زندہ نہیں کرنی پڑی۔ بلکہ میں نے سرینگر کے عجایب گھر میں بھی کئی دہائیوں کے بعد قلمی نسخے خریدے جن میں مجھے

رازی کے تفسیر کبیر کے عجوبۂ روزگار نسخے کی یاد آج بھی آتی ہے۔

اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک واقعے کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔ ۱۹۸۰ء میں مرحوم محمد امین ابن مہجور کے انتقال کے بعد اُن کے بیش قیمت کتب خانے کی تحصیل کا سوال اٹھا اور شیخ محمد عبداللہ مرحوم نے اسمبلی میں ایک توجہ دلاؤ نوٹس کے بعد مجھے بُلا لیا اور حکم دیا کہ اس کتب خانے کو حاصل کرنے کے لئے اقدام کئے جائیں۔ لیکن مجھے سرکاری چاکری کی حدود کا اندیشہ لاحق تھا۔ میں نے عرض کی کہ ماہرین کی کمیٹی کو شرائط اور رقوم مقرر کرنے کے لئے کہا جائے۔ شیخ صاحب نے میری طرف ایک نگاہِ غلط انداز ڈالی اور فرمایا:

"کمیٹی ــــ ..... تب تو یہ کام ہو چکا۔"

لیکن جب میرا ڈھیلا پن بھانپ گئے تو کمیٹی مقرر کر دی۔ کمیٹی ابھی اپنے ہی مسایل سے نپٹ رہی تھی کہ نیشنل میوزیم دہلی کا وفد خریداری کے لئے سری نگر آ گیا۔ کتب خانہ مہجور کے کچھ بیش بہا نوادر اُن کے پاس پیش ہوئے تو انہوں نے مُنہ مانگے دام عطا کئے۔ یہ اطلاع مجھ تک پہنچی، تو میں نے وزیرِ اعلیٰ کو اطلاع کر دی۔ اُن کا جلال دیدنی تھا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ نیشنل میوزیم والوں کو بتا دیا جائے کہ اگر وہ ریاستی حکومت کے بغیر کوئی چیز باہر لے گئے تو انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ ٹیم کی سرکردگی وزارت ثقافت کی جوائنٹ سیکرٹری مسز کپیلا واتسیاین کر رہی تھیں۔ چنانچہ میں نے یہ سرکاری خط اُن کی میٹنگ میں بھجوا دیا۔ لیکن ہم نیلام کے اس مقابلے میں ٹھہر نہ سکے اور اس طرح بہت سے نادر نسخے، سکے، دستاویزات اور مورتیاں انہوں نے خرید لیں۔ تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ صرف اتنا بتانا چاہوں گا کہ جب کتب خانے کا بچا کھچا حصہ رہ گیا تو میں ایک ہارے ہوئے جواری کی طرح شیخ صاحب مرحوم کے پاس گیا۔ میں نے عرض کی ہمیں ان بقایات و صالحات کو خریدنا چاہیئے۔

شیخ صاحب اُس وقت پہلے ہی خشم ناک موڈ میں تھے، گرجے کہ "میرے پاس کیوں آئے ہو۔ کمیٹی...... "

میں نے جی کڑا کر کے جواب دیا :

"Sir THIS IS MY DUTY TO TELL YOU THAT THESE ~~ESE~~

MANUSCRIPTS SHOULD NOT GO ASTRAY."

شیخ صاحب نے یہ جملہ سنا۔ اُن کا غصہ فوراً کافور ہوگیا اور ہم نے وہ مخطوطات حاصل کر لئے جس میں حضرتِ امیر کبیرؒ کے شاہکار "ذخیرۃ الملوک" کا سب سے قدیم نُسخہ، حضرتِ بابا داؤد خاکیؒ کے قصیدہ غُسلیہ کی سب سے مُستند نقل، مقبول شاہ کرالہ واری کی گلریز" کا اُس کی زندگی میں لکھا ہوا نُسخہ (۱۸۵۰ء) محمود گامی کا ۱۸۳۲ء میں لکھا ہُوا خود نوشت نُسخہ ۔ شیومت کے عظیم فلسفی اُتپل دیو کی ایک تصنیف کا ادھورا مگر دُنیا میں واحد نُسخہ اور دوسرے نوادرات حاصل کئے۔ ا

اکادمی مخطوطات کی تاریخ میں شیخ العالمؒ شش صد سالہ تقریبات اور ہجری نمائش کو بھی اہم حیثیت حاصل ہے۔ شیخ العالمؒ تقریبات کے سلسلے میں ہم نے دُنیا میں ریشی ناموں کا سب سے بڑا اور مُستند ذخیرہ اکٹھا کیا۔ جس میں حضرتِ شیخ حمزہ مخدُومؒ کشمیری کے برادر بابا علی رینہؒ کا خود نوشتہ ریشی نامہ اور عبدالوہاب شایق کا خود نوشتہ ریشی نامہ" ریاضُ الاسلام" بھی شامل ہے۔ ان ہی مخطوطات کی وجہ سے اکادمی کلیاتِ شیخ العالمؒ کا مُستند ترین ایڈیشن شایع کرسکی اور یہ آئندہ بھی علمائے کشمیر اور ریشی مسلک پر تحقیق کی راہیں روشن کرتے رہیں گے کشمیری ثقافت کی اس عظیم اور بابرکت تحریک پر تحقیق کرنے والا کوئی بھی دوست اکادمی کے ذخیرے کو نظر انداز نہیں کرسکے گا۔

ہجری نمایش کے وقت کشیری قوم کے بطن میں چھُپے ہوئے چند گوہر آب دار پہلی بار سامنے آگئے۔ جن میں مُصحفِ عثمانی کے کچُھ خون آلودہ جُزو، حضرتِ مخدوم حمزہؒ کشیری کے زیرِ مطالعہ رہنے والا شیخ اسحٰق قاری کا تحریر کردہ باسند اور عجیب چاشنی کے ساتھ لکھا گیا قرآنِ مجید، شیخ احمد تارہ بلی کے حواشی سے آراستہ سی پارہ۔ سعید احمد اندرابی کے قرآنِ مجید کے تراجم وغیرہ اہم تھے۔ ان میں سے کچھ نُسخے تو زیارات وغیرہ سے وابستہ تھے اور کچھ عقیدت مندوں کی آنکھ کا سُرمہ۔

لیکن ہم نے سعید احمد اندرابی صاحب کے قلمی تراجم حاصل کر ہی لئے۔ جو دُنیا میں ان کے واحد نُسخے ہیں۔ اس وقت ہم بڑے فخر کے ساتھ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اکادمی میں قرآنِ مجید کا شُعبہ سارے برصغیر میں اپنی نوعیت کا سب سے اعلیٰ اور بیش بہا شعبہ ہے۔ الحمدُاللہ۔

ہمارے گنج مخطوطات میں کیا کیا نوادرات موجود ہیں اُن کا کچھ اندازہ تو قارئین اس جلد کو دیکھ کر کرلیں گے۔ لیکن اس کا اصل تناظر دونوں جلدوں کو سامنے رکھ کر ہی پورے طور کھُلے گا۔ دوسری جلد کتابت کے مرحلوں میں ہے اور چند مہینوں کے اندر شائقین کو دستیاب ہوگی۔

○

میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں تمام مخطوطات پر بحث کرکے ان کی انفرادیت اُبھاروں۔ لیکن یہ کیا کم ہے کہ ہمارے پاس کئی درجن ایسے مخطوطے ہیں جو دُنیا بھر میں واحد ہیں۔ اگر ایک طرف اس کتب خانے کی بدولت مسعود بیگ جیسا بالکل نیا شاعر اُفق پر اُبھر آتا ہے۔ جو صرف اکادمی کے نُسخے کی وجہ سے زندگی بکنار ہے۔ تو اس کی ہی وجہ سے حضرت اکمل الدّین بدخشیؒ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور بہت سے دوسرے مشاہیر کے دستخطی AUTOGRAPH مُسودے شائقین کے سامنے آئیں گے۔ اس وقت تک تاریخ سید علی ماگرے صرف محمد اعظم دیدہ مری کے نقل کردہ اقتباسات کی وجہ سے جانی جاتی تھی لیکن ہمارے کتب خانے میں اس کا ایک انتخاب الگ سے موجود ہے، جو صرف اس تاریخ کے وجود کی ہی توثیق نہیں کرتا بلکہ حضرت امیر کبیرؒ کی کشمیر میں آمد سے متعلق اولین شہادتوں میں سے ایک سامنے لاتا ہے۔ اس ذخیرے میں تفسیر حُسینی کا دُنیا میں قدیم ترین نُسخہ، مرزا صایب کی وفات کے صرف گیارہ سال بعد لکھا گیا دیوان، ملک الشعراء طالب آملی کی وفات کے ۳۵ برس لکھا گیا دیوان، مُلا اخوند شاہ کے عربی دیوان کی دُنیا میں واحد نقل اور فیضی کے رقعات کا وہ مجموعہ شامل ہے جس میں وہ بہ بانگِ دُہل کہتا ہے "ایں شیرینیٔ فتح کشمیر است"۔

کلچرل اکادمی کے کتب خانے کی توسیع اور ثروت میں اُن دوروں نے بھی اہم حِصّہ ادا کیا۔ جو ہم نے ۷۶ء سے ۱۹۸۰ء تک تمدنی سفارتوں کی صورت میں کئے اور جب ہم سارے ملک کے

اُہم شہروں میں گئے۔ چنانچہ ہم نے دہلی، بمبئی، کلکتہ، لکھنو وغیرہ سے کچھ بیش قیمت نسخے اور کتابیں حاصل کیں۔ حیدرآباد میں تو ایک معدنِ گوہر ہمارے ہاتھ آیا۔ جب ایک لُٹے ہوئے نواب کا کُتب خانہ تقریباً ردّی کے مول بیچا جا رہا تھا۔ ہمارے پاس پیسہ تھا اور میں اور میرے ساتھی اس گنجِ قارون پر ٹوٹ پڑے۔ فارسی اُردو اور اسلامیات کے ان جواہر پاروں کے قحطِ خریداری نے انہیں ہماری آغوش میں پھینک دیا تھا چنانچہ ہمارے کُتب خانے میں دکھنی اُردو کے کچھ سب سے پُرانے اور غیر مطبوعہ نُسخے، واجد علی شاہ کی ایک بے مثال مثنوی، مولانا ابو الکلام آزاد کے الہلال اور مولانا محمد علی جوہر کے 'کامریڈ' کے فایل اور بیسیوں دوسری چیزیں اسی طرح آ گئی ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ ہمارے گنج میں کئی ایسے نُسخے بھی ہیں جو بہت سے بادشاہوں کے کُتب خانوں کی زینت رہ چکے ہیں۔ اور جن پر اُن کی شاہی مہریں موجود ہیں۔ ان کا ماجرا خود فہرست آپ کو بتا دے گی۔ "دیوانِ غنی" کا دُنیا میں سب سے قدیم نُسخہ بھی اکادمی کی ہی تحویل میں ہے جو اس شہرہ آفاق شاعر کی وفات کے صرف چار سال بعد لکھا گیا ہے۔

○

اکادمی کے قلمی نُسخوں کو اکادمی کے ذخیرۂ کُتب میں روح کی حیثیت حاصل ہے لیکن اس سے اکادمی کے دوسرے ذخایر کو اوجھل نہیں ہونے دیا جا سکتا۔ جیسا کہ نو زائیدہ اداروں میں عام طور سے ہوتا ہے۔ اکادمی میں لائبریری پہلے پہلے لاپروائی کا شکار رہی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ لائبریرین چارج دیئے بغیر اپنے جانشین کو صرف چابیاں تھما گئے۔ کئی بار ہمارے کچھ محترم احباب نے اہم نُسخے اور کتابیں یا تو کسی حوالے یا اکادمی کے ہی کام کے لئے لیں لیکن پھر واپس نہیں کیں۔ کچھ صورتوں میں کتابیں الماریوں کے عقب یا نیچے سے برآمد کی گئیں۔ لیکن بعد میں ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کی گئی اور ایک خاص منصوبے کے تحت اکادمی کی ایک حوالے کی لائبریری کی تعمیر کا کام جاری رکھا گیا اس وقت بجا طور پر یہ کشمیریات اور ادبیات پر ایک نہایت ہی اہم اور قیمتی کتب خانہ ہے۔ اس میں ہم نے صفویہ حکمرانوں کے تیار کرائے ہوئے

"روڈنگٹن" نسخے کے "شاہ نامہ" کا روٹوگراف منگوایا۔ جس کی صرف چھ جلدیں سارے برصغیر کے لئے مہیا کی گئی تھیں۔ اسی طرح ضیاء نخشبی کے "مصوّر" "طوطی نامہ" اور "حمزہ نامہ" کی تصاویر کے روٹوگراف بھی حاصل کئے گئے۔ کھیمندر کی کہانیوں پر مبنی KASHMIRI THEMS IN TIBATAN WOOD CUTS" والا روٹوگراف اور ایسی بیسیوں کتابیں ہمارے کتب خانے کی زینت ہیں۔ اس کے علاوہ بسوہلی اور جموں قلم کی کچھ اصل میناتور ۔۔۔۔۔ MINIATURES عاج (IVORY) پر بنے ہوئے میناتور۔ پرانے کشمیری گراموفون ریکارڈ، مکتوبات، خودنوشت ڈائریاں وغیرہ ایسے نادرات ہیں جو صرف ہمارے ہی پاس محفوظ ہیں۔ ہمارے آواز خزانے میں احد زرگر، اُستاد رمضان جُو، اُستاد تبت بقال، سورگیہ سدھیشور ورما، مرحوم شیخ محمد عبداللہ مرحوم مرزا محمد افضل بیگ اور دوسرے مشاہیر کی صدا بند آوازیں ہزاروں لوک گیتوں کے بول اور دُھنیں موجود ہیں۔ واقع یہ ہے کہ ہمارے موجودہ چیف لائبریرین سید ریاض احمد رفاعی نے اس سلسلے میں شاندار لگن کا مظاہرہ کیا اور اُن کے دو نایب نظام الدین اور غلام نبی بھی اُن کی ہدایات پر محنت کرتے رہے۔

○

یہ ہمارے لئے بڑی مسرت کی بات ہے کہ جہاں ہم سے بہت زیادہ عمر اور ذرایع رکھنے والے ادارے ابھی تک توضیحی فہارس شایع نہیں کر سکے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں پیش قدمی کی ہے۔ واقع یہ ہے کہ اگر ہمارے صدر محترم خواجہ غلام محمد شاہ بڑی فیاضی سے مرتّب کی شرائط اور حق المحنت کی منظوری نہ دیتے تو یہ کام نہ ہو سکتا تھا۔ یہ بھی خوش طالعی کی بات تھی کہ ہمیں پروفیسر محمد ابراہیم کی صورت میں ایک لایق، دیانتدار اور محنتی مُرتب نصیب ہوا۔ انہوں نے اپنی ساری عمر اسی دشت کی سیاحی میں بسر کی ہے۔ اُنہیں اُردو، فارسی اور عربی کے علاوہ انگریزی پر بھی عبور ہے اور کشمیری سے بھی واقفیت۔ اس کے علاوہ علوم شرقیہ کی فہارس پر اُن کی نظر گہری ہے۔ اتنے جامع صفات کے مرتب کا حاصل ہونا ایک بہت حوصلہ افزا امر ثابت ہوا۔ واقعہ

یہ ہے کہ اُن کی لگن کے بغیر اتنے جواہر پاروں کی پرکھ بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ انہوں نے ایک جوہری کی طرح ہمارے کُتب خانے کے کونے کھدروں میں چھُپے ہوئے لال و جواہر چُن کر اس کیٹیلاگ کی مالا میں پرُو دیئے۔

پروفیسر محمد ابراہیم سے ہم نے بڑا تفصیلی کیٹیلاگ بنوایا ہے۔ ہم نے اس کے FORMAT کے لئے برٹش میوزیم کیٹیلاگ کے ساتھ ساتھ دوسرے اہم اداروں کی فہارس کو بھی نظر میں رکھا اور خود اپنی ضروریات کے مُطابق بھی کالم بڑھا دیئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ذرا زیادہ تفصیل کا حامل کیٹیلاگ تیار ہو گیا ہے جس میں کہیں کہیں تکرار بھی نظر آتی ہے لیکن جو اس موضوع پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے اس سے قاری کو ہمارے کُتب خانے کے علاوہ علومِ شرقیہ اور شخصیات و حالات کے متعلق بہت سی دیگر مُفید اور کارآمد معلومات بھی حاصل ہوں گی۔ ہمیں احساس ہے کہ اس کیٹیلاگ کو صرف اُردو میں شایع کرنا اس کی افادیت کو محدود بنانا ہے۔ لیکن پروفیسر ابراہیم سے اگر ہم انگریزی کیٹیلاگ کی فرمایش کرتے تو اُس میں ایک تو تاخیر ہو جاتی دوسرے مُرتب کی طبعی روانی بھی مُتاثر ہو جاتی۔ اب جبکہ یہ مُفصل فہرست سامنے ہے۔ اس کا مختصر مگر کارآمد انگریزی ایڈیشن تیار کرنے میں زیادہ دِقت نہیں ہوگی۔

○

اکادمی کے گنج نوادرات کی اہمیت کے پیش نظر ان کی حفاظت کے ایک پہلو کی حیثیت سے اکادمی کے صدرِ محترم نے اہم ترین مخطوطات کی تین تین مائیکروفلم کاپیاں بنانے کی اجازت دی ہے۔ اس وقت اس سلسلے میں ضروری کاروائی کی جارہی ہے۔ ان مائیکروفلم نقول کو اکادمی کے علاوہ یونیورسٹی اور عجائب گھر کو بھی پیش کیا جائے گا۔

○

کشمیر کو کتابوں سے خاص نسبت رہی ہے۔ یہاں تک کہ روایت کے مُطابق دیوتاؤں تک نے ہمیں "نیل مت پوران" کا تحفہ دیا۔ زین العابدین بڈشاہ نے ایک طرف اتھروید

کے مُستند نُسخے کی تلاش میں سارا جنوبی ہند کھنگال ڈالا اور دوسری طرف قرآنِ مجید کی ایک تفسیر کے لئے مکہ معظّمہ تک اپنے سفیر دوڑائے۔ اُس کی خدمت میں جب امیر تیمور کے فرزند اور اُس کے اپنے معاصر شاہ رُخ مرزا (۱۴۰۴ء — ۱۴۴۹ء) نے عربی گھوڑوں، ہیرے جواہرات اور دوسرے تحفوں کی سوغات بھیجی تو اُس نے حسرت سے کہا۔ "ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔ کاش چند کتابیں بھیجی ہوتیں۔" ہم اس کُتب نوازی کے وارث ہیں اور ہمارا کُتب خانہ اس کی ایک چھوٹی سی علامت۔ جس شاعر ابو طالب کلیم نے کائنات کا تصوّر ہی اس طرح ایک قلمی نُسخے کی صورت میں کیا تھا ؎

ما زِ آغاز و ز انجامِ جہاں بے خبریم
اول و آخرِ ایں کُہنہ کتاب اُفتاد است

وہ ہمارے ہی شہرِ سری نگر کے صُفۂ شعراء میں محوِ خواب ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس کٹیلاگ کی اشاعت نہ صرف علم و ادب کے مخفی جواہرات کی کرنوں کا اُجالا عام کرے گی بلکہ ایک بہتر، برتر اور بُزرگ تر کُتب خانے کی پہلی منزل ثابت ہوگی۔ کاش کہ اب اس عظیم میراث کو "تہذیبِ محل" کی محفوظ آغوش، آفاتِ سماوی و ناگہانی کے عفریتوں سے محفوظ و مامون رکھنے کے لئے اپنے شہپر کھول دیتی — کاش!

بہر حال — میں اس دولتِ جمشید کے سلسلے میں اس انگریزی بند کے ساتھ آپ کا استقبال کرتا ہوں۔

Yet I have one pearl by whose light,
All things I see,
And in the heart of earth and night,
Find Heaven and thee,
(Henry Vaughan)

انگریزی کی بات آئی ہے تو اس اطلاع کے درج کرنے میں کوئی ہرج نہیں کہ حال ہی میں اکبر بادشاہ کی کارگاہِ فن میں بنائی گئی حمزہ نامہ کی ایک واحد اور چھوٹی سی اصل تصویر لندن کے نیلام گھر برائے نوادرات SOTHBYS میں پنتالیس ۴۵ لاکھ روپے ہندوستانی کرنسی کے برابر قیمت میں فروخت ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زوالِ مشرق کے بعد مشرق کو اپنے نوادرات کی قدر کرانا مغرب نے ہی سکھایا اور اس میں تعجب کیا ہے کہ ہمارے اکثر فنی نوادر مغرب میں ہی محفوظ ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ رہ گیا ہے۔ اُس کی سندِ بھی جب تک مغرب سے نہ آئے۔ وہ توجہ کا مرکز نہیں بنتا۔ ع

غلامی کیا ہے ذوقِ حُسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا

(اقبالؔ)

جموں
۲۴ر فروری ۱۹۸۶ء

محمد یوسف ٹینگ
سیکرٹری

قرآن مجید

نسخہ فتح اللہ الکشمیری

اس فہرست کیا اکادمی مخطوطات کا روشن ترین ستارہ فتح اللہ الکشمیری کا لکھا ہوا کلام مجید کا نسخہ ہے۔ اس نسخے کے متعلق جب اکادمی نے پہلی اطلاع شایع کی تو سارے برصغیر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس نسخے کے بعض اوراقِ مقدسہ کو دور درشن کے قومی خبروں کے بلیٹن میں بھی پیش کیا گیا اور سری نگر کے کتاب گھر میں قرآنی نوادرات کی اُس نمائش میں بھی ہزاروں عقیدت مندوں نے اس کی زیارت کی جو پچھلے سال چھ دسمبر سے دس دسمبر تک جاری رہی اور جس کا افتتاح ریاست کے وزیرِ اعلیٰ خواجہ غلام محمد شاہ نے کیا۔ یہ بات اس نسخے کی تاریخ ساز اہمیت اور حیرت انگیز دریافت کا ثبوت ہے کہ اس کے متعلق کافی استفسارات کئے گئے۔ سرحد کے اِس پار اور اُس پار شایقانِ قرآن اور شائستگانِ علم نے بڑے جوش و جذبے سے سوالات کئے اور یہ معرکہ آرائی اخبارات کے صفحات پر بھی نظر آئی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن تاریخ سازِ امکانات کا دروازہ اِس اِنکشاف سے ہوتا ہے۔ اُس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ پہلے پہلے تشکیک اور حیرت کا عُنصُر غالِب رہے۔ ایسے اُہم معاملات کسی کی ذات کا سوال نہیں ہوتے۔ ہر دوست کو اپنے ذوقِ جستجو کی تسکین کرانے کا حق ہے لیکن صورتِ حال اُس وقت رنج دہ ہو جاتی ہے جب نیت پر حملے کئے جائیں۔ مثلاً ایک دوست نے لکھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دانستہ طور کلچرل اکادمی ایسا قدم اُٹھا رہی ہے، جس سے بانیٔ مُسلمانی حضرت

امیر کبیرؒ (در دُہنم خاک) کے اکتسابات اور کمالات پر حرف گیری کرنا مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روّیہ علمی نہیں ہے۔ حدیثِ نبویؐ کے مُطابق حکمت مومن کا گمشدہ لعل ہے اور ایسے لعل ہائے بے بہا اکٹھا کرنے کے لئے خود حضرتِ شاہ ہمدانؒ نے کیا کیا کارنامے انجام نہ دیئے۔ اس میراث کو ترک کرنا نہ مُناسب ہے اور نہ دِیانتدارانہ۔

بہرحال، نُسخہ فتح اللہ الکشمیری کے متعلق اس جلد کے مُرتّب نے ساری اہم تفصیلات درج کی ہیں۔ میں یہاں اُن سوالات کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔ جو اس تعلق میں مختلف احباب نے اُبھارے ہیں۔

قرآنِ مجید کے اس نُسخے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے فولیو (۴۲) پر چودھویں سیپارے کے اختتام کے ذیلی حاشیے پر یہ ترقیمہ COLOPHON درج ہے۔

"فِی سَنہ سِتمأیۃِ وَخمس وَثلثین عَلی یَد فتح اللہ الکشمیری"۔

(ترجمہ: سن ۶۳۵ھ میں فتح اللہ الکشمیری کے ہاتھ سے لکھا گیا)

ظاہر ہے کہ سن ہجری ہے اور اس کا میلادی (یا مسیحی) متقابل ۱۲۳۷ء بنتا ہے۔ اُس وقت کشمیر میں راجہ سنگرام دیو کی حکومت تھی۔ اور دہلی کے تخت پر اپنے جلیل القدر والدِ سُلطان شمس الدین التمش کے شاندار اِقتدار کے بعد اُس کی دُختر رضیہ سُلطان مسند نشین تھی۔ یہ سن کشمیر میں اسلام کی روایتی ابتداء یعنی حضرت عبدالرحمان شرف الدین بُلبُلؒ کے ہاتھوں رینچن شاہ کے اِسلام قبول کرنے سے کوئی تریاسی سال پہلے بنتا ہے۔ سلطان شمس الدین شاہمیر نے بعد میں رینچن شاہ کے قبولِ اسلام اور سُلطان صدرالدین کی حیثیت سے تخت نشینی کی یادگار میں کشمیر کا مقامی سن شروع کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ ترقیمہ صحیح مان لیا جائے تو اس سے کشمیر میں اسلام کی تاریخ صرف تریاسی سال پیچھے ہی نہیں جاتی جس طرز اور انداز و اسلوب سے یہ قرآن مجید لکھا گیا ہے۔ اُس سے صاف ظاہر ہے کہ کشمیری مسلمانوں کو سینکڑوں سال لگے ہوں گے جب ہی وہ عربی خط پر اتنا اُستادانہ عبور حاصل کر پائے ہوں گے۔ یہ بات

معاملے کو اور زیادہ تعجب انگیز بناتی ہے کہ اس میں فارسی میں ترجمہ بھی درج ہے۔ اس وقت تک کی تحقیق کے مطابق سعدی شیرازی (وفات ۱۲۹۱ء) نے فارسی میں کلام مجید کا سب سے پہلا ترجمہ کیا تھا۔ لیکن نسخہ فتح اللہ سے یہ ترجمہ اگر سعدی سے پہلے کا نہیں تو کم از کم اُس کا معاصر ضرور بنتا ہے۔ ہم نے اس ترجمے کو بعض علما کی مدد سے سعدی کے ترجمے سے ملایا۔ تو معلوم ہُوا کہ یہ ترجمہ سعدی سے مختلف ہے اور بعض صورتوں میں زیادہ برجستہ، فارسی میں اتنا کمال حاصل کرنا دس بیس برس کی بات نہیں۔ اس میں بھی، اگر یہ کسی کشمیری نے کیا ہے سینکڑوں سال کا عرصہ لگا ہوگا اور اِس طرح سے کشمیر میں مسلمانوں کی تواریخ الف ثانی سے عشرۂ اول کی حدود میں داخل ہوجاتی ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ فتح اللہ نے اپنا ترقیمہ اعداد میں نہیں بلکہ واضح عربی حروف و عبارت میں کیا ہے اور اس طرح کم اَز کم خواندگی DECIPHERMENT کی سطح تک کوئی شک پیدا نہیں ہوتا لیکن دوستوں نے جو اعتراضات کئے ہیں۔ وہ کچھ یوں ہیں :-

۱۔ اُس وقت کشمیر میں کاغذ سازی کی روایت نہ تھی۔ کاغذ تو کشمیر میں سُلطان زین العابدین کے وقت سے آیا۔ اس لئے یہ یا تو غلط بیانی ہے یا باہر سے کشمیر آیا ہے۔

۲۔ ترقیمہ آخر میں ہوتا ہے۔ کاتب نے اسے کیوں بیچوں بیچ لکھا ؟ آخر کا ترقیمہ کہاں ہے ؟

۳۔ فتح اللہ، کشمیری نام نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی صاحب نے اسے ایران یا وسطِ ایشیا میں لکھا ہو اور اعزازی طور الکشمیری کا لقب اپنے ساتھ جوڑ دیا ہو۔

۴۔ اُس وقت کشمیر میں بھوج پتر کا رواج تھا۔ یہ کاغذ پر کیوں لکھا گیا ؟

۵۔ فارسی کا چلن بہت بعد میں ہوا اور سُلطان زین العابدین کے وقت سرکاری زبان بنی اُس وقت کشمیری فارسی سے کب آشنا تھے ؟

۶۔ البیرونی کہتا ہے" پہلے زمانے میں کشمیری ایک یا دو اجنبیوں کو اپنے ملک میں داخل ہونے کی دیتے تھے۔ خاص طور یہودیوں کو، مگر اب تو وہ کسی اجنبی ہندو کو بھی داخل ہونے کی اجازت

نہیں دیتے، کسی اور کی بات ہی نہیں۔

۷۔ کشمیری مسلمان بہت عرصے تک شاردا رسم خط کا استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے شلوک بھی اِس خط میں ملتے ہیں۔ انہوں نے عربی، فارسی بہت دیر کے بعد سیکھی۔ فتح اللہ کوئی عرب، ہندی یا ایرانی ہونا چاہیئے۔ [۱]

ان سوالات کا تفصیلی جواب طوالت طلب ہے۔ اس لئے میں بہت اختصار سے کام لینے کی کوشش کروں گا۔

تحقیق میں کوئی بات مقدس نہیں ہوتی، تاریخ مورخ کے نظریات اور تعصبات کے پیچھے نہیں چلتی بلکہ مورخ کو اُس کی اُلٹی سیدھی چال کو سمجھ کے اپنی سمت متعین کرنا پڑتی ہے۔ چینیوں نے کاغذ سن عیسوی کے آغاز میں ہی بنالیا تھا اور جب مشرقی ترکستان کے نخلستانوں میں اُن کا سامنا مسلمانوں سے ہوا جہاں وہ پہلی صدی ہجری (آٹھویں صدی عیسوی) میں ہی پہنچ گئے تھے تو انہوں نے کاغذ سازی کا یہ فن سیکھ کر ساری دُنیا بلکہ دیارِ مغرب تک پہنچا دیا۔ اس بات کی شہادت بھی موجود ہے کہ کاغذ سازی کا فن طلوعِ اسلام سے پہلے یعنی چوتھی صدی میں ہی خُتن، کاشغر اور اقصائے تبت تک پہنچ گیا تھا جو کشمیر کے تجارتی ہمسائے ہیں۔

ولیم ایم لینگر کا AN ENCYCLOPEDIA OF WORLD HISTORY بتاتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثالث (۹۱۲ـ ۹۶۱) کے دور میں قرطبہ یورپ کے سب سے بڑا شہر بن گیا تھا اور اِس پانچ لاکھ کی آبادی والے شہر میں کاغذ کی تجارت بہت وسیع پیمانے پر پہنچ گئی تھی اسی طرح ہمیں سُلطان محمود غزنوی کے دور میں البیرونی اور فردوسی کے کاغذ استعمال کرنے کی خبر بھی ملتی ہے۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اس سے دو تین سو برس کے بعد کشمیر میں کہیں سے کاغذ پہنچ گیا ہو؟ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ چین اور منگولیا سے ہمارے تعلقات راجہ للتادت (آٹھویں صدی عیسوی) کے وقت میں بہت مستحکم تھے اور اُس نے بہت سی حرفتوں کے ماہر

---

[۱] یہ بات دلچسپ ہے کہ جن حضرات نے اخبارات میں یہ اعتراض کئے انہوں نے نہ اکادمی کے دفتر اور نہ دسمبر ۸۰ء میں ہونے والی قرآنی نمائش میں اس نسخے پر ایک نظر ڈالنے کی زحمت گوارا کی۔

زین العابدین سے بہت پہلے کشمیر میں آباد کئے گئے تھے۔ کیا نُسخۂ فتح اللہ کی روشنی میں ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ کشمیری مُسلم حکومت سے پہلے بھی کاغذ سازی سے واقف تھے؟ تحقیق کا دھارا ایک عدد سکّے، ایک عدد کتبے، ایک عدد مخطوطے، ایک عدد مورتی سے بدل جاتا ہے۔ اس معاملے میں زین العابدین کو کیوں ہر فن اور ہر حرفت کا بانی قرار دیا جاتا ہے؟ دور کیوں جائیے۔ علامہ اقبال کا وہ ذِکر مُلاحظہ کیجئے جو اُس نے "جاوید نامہ" میں حضرتِ شاہِ ہمدانؒ کی فضیلت میں کیا ہے اور صاف کہا ہے کہ بہت سی حرفتیں زین العابدین سے بہت پہلے حضرت امیر کبیرؒ کے جلو میں یہاں آئیں ع

خطّہ را آں شاہِ دریا آستیں داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مردِ ایرانِ صغیر با ہُنر ہائے غریب و دلپذیر

اِسی طرح یار لوگ مُدتوں 'چنار' کو زین العابدین کا لایا ہوا درخت قرار دیتے رہے لیکن لل دید کے کلام میں تو زین العابدین سے لگ بھگ ایک سو سال قبل ایک چھتنار چنار کا ذِکر ہے جو اِس کی ابتداء کو سینکڑوں سال پیچھے لے جاتا ہے ع

کینشِن رُنی چھے بہج بونی[1]
نیرِ و نیبر شہُل کر

کلہن اور اُس کے بعد کے مورخوں کو کشمیر میں یونانی حکومت کا کوئی سُراغ نہ تھا مگر چند سکّوں کی دریافت نے ایک عجیب منظر پر سے پردہ ہٹا دیا۔ کلہن بُرزہ ہوم کو بھی نہیں جانتا تھا لیکن وہاں کی کھُدائی نے ہماری تواریخ کا سارا حُلیہ تبدیل کر دیا ہے۔ اور کون جانے مُستقبل اس پُر اسرار وادی میں کتنے راز ہائے سربستہ سے پردہ اُٹھا کر آج کے بہت سے مُسلمات کو مفروضات میں تبدیل کر دے؟

ترقیمہ آخر میں ہونا کوئی کلیّہ نہیں ہے۔ خود ہماری لائبریری میں ایسے قلمی نُسخے ہیں جن کے آخر کے بدلے اُن کے اندر بلکہ کبھی کبھی آغاز میں ترقیمہ کی عبارت درج ہوتی ہے

---

[1] ترجمہ: کسی کے لئے اس کی بیوی سایہ دار چنار کی طرح ہوتی ہے۔

"اول و آخر آں کُہنہ کتاب اُفتادہ است" کی منطق سے ہمارے بُزرگ آشنا تھے۔ اس لئے انہوں نے کبھی کبھی احتیاطاً بیچ میں اپنے نام اور تاریخ خطّاطی وغیرہ رقم کئے۔ چیسٹر بیٹی CHESTER BEATTY لائبریری، جو یورپ اور امریکہ میں فنونِ قرآن کا سب سے بڑا گنجینہ ہے اور جو ٹوپ کوپی میوزیم استنبول کے بعد دُنیا میں ان فنون کا سب سے باثروت ذخیرہ ہے، کی فہرست میں یہ بات آشکار کی گئی ہے کہ قرآن کے پُرانے خطّاطوں کی عادت تھی کہ وہ قرآن کا نصف یا اس سے لگ بھگ حصّہ رقم کرتے تھے۔ پھر اس کی تہذیب کرتے اور جب ہی آگے تحریر کرتے۔ ظاہر ہے کہ اُس صورت میں وہاں پر وہ اپنا نام سن وغیرہ بھی درج کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ اکادمی کے نُسخہ فتح اُللہ میں آغاز کے ساتھ سورہ واللّیل کے بعد کے اوراق بھی شہید ہو چکے ہیں اور اس لئے ہم آخر پر کسی اِمکانی ترقیمے کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن اِس سے یہ بات کہاں ثابت ہوتی ہے کہ آخر پر بھی COLOPHON نہ رہا ہوگا؟

فتح اللہ کشمیری نام نہیں ہے؟ یہ کس طرح سے ثابت ہے؟ کیا ہمارے پاس ریچن کے دور سے پہلے کے رائج اِسلامی ناموں کی کوئی فہرست ہے؟ اگر نہیں تو فتح اللہ کو کشمیر سے کیوں جلا وطن کیا جاتا ہے؟ ایسے نام کشمیر میں آج بھی ہیں اور پہلے بھی ہو سکتے تھے۔ رہا یہ سوال کہ وہ اپنے نام کے ساتھ الکشمیری نِسبت اعزازاً جوڑ دیتا ہے۔ ورنہ وہ تو کوئی ایرانی، سِندھی وغیرہ رہا ہوگا۔ وطنیت اِنسان کا بڑا حسّاس جذبہ ہوتی ہے۔ اُن دنوں جب ابھی کشمیر کے اسلامی کردار کے چرچے نہ تھے ایک صاحبِ اعتقاد بُزرگ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کے ساتھ کشمیری جوڑ دیتا؟ ہمارا سنسکرت شاعر بِلہن دکن گیا تو وہاں اپنے وطن کی یاد میں آنسو بہائے اور اِس کی مدح کی۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اِس مخطوطے کی تحریر کشمیر سے باہر ہوئی ہے۔ پھر بھی "الکشمیری" استعمال کر کے فتح اللہ نے اپنے کشمیری نژاد ہونے کا واضح اشارہ دیا ہے۔ اگر اِس کو تکلّف قرار دیا جائے تو اُس خطِ اِرشاد کے متعلق کیا کہا جائے گا جو چودھویں صدی کے اواخر میں میر محمد ہمدانیؒ نے نُندہ ریشی

کو عطا کیا اور جس میں اُن کا اِسم گرامی واضح طور شیخ نورالدین ریشی الکشمیری لکھا گیا ہے۔ یہ دستاویز خوش قسمتی سے موجود ہے اور اس سے فتح اللہ کے 'الکشمیری' ہونے کی فخریہ اور شناختی روایت کا رِشتہ جُڑ جاتا ہے اسی طرح زین العابدین کے سکّوں تک میں الکشمیری کا لفظ موجود ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اُس وقت کشمیر میں بھوج پتر کا ہی زیادہ رواج تھا۔ مگر بھوج پتر کی یہ روایت تو اُنیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک جاری تھی۔ ہمارے اور دوسرے کُتب خانوں میں اُنیسویں صدی میں رقم کئے گئے" بھوج پتر کے نُسخے موجود ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس کے پہلو بہ پہلو کاغذ کی روایت بھی چلتی رہی۔ میر محمد ہمدانیؒ کا خطِ ارشاد بھوج پتر پر نہیں ہے۔ زین العابدین چک دور اور مُغل دور کے کشمیری کاغذ کے نُسخے موجود ہیں۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ جب کشمیر میں بھوج پتر کا رواج جاری تھا۔ سارے شمالی ہند اور ایران تک کشمیر کے کاغذ کی دھوم تھی اور ہمیں اِس کاغذ پر لکھے ہوئے ہزاروں عالیشان دیسی اور غیر مُلکی نُسخے ملتے ہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ نُسخہ فتح اللہ کا کاغذ ساخت کے اعتبار سے بہت قدیم۔ شکل کے اعتبار سے بھوج پتر کے مُشابہ اور FEELING، یعنی لمس کے لحاظ سے بہت کُھردرا مگر پائیدار لگتا ہے۔ یہ یقیناً کاغذ سازی کے ابتدائی روپ کی آئینہ داری کرتا ہے کشمیریوں نے شاید کاغذ بنالیا لیکن ریت رواج کو دیکھ کر اسے بھوج پتر کی ہی شکل و صورت میں ڈھالا۔ بلکہ اَن پڑھ یا ادھ پڑھ کشمیری آج بھی کاغذ کو 'بُرزہ' بھوج پتر' ہی کہتے ہیں۔

پانچویں اعتراض کے بارے میں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ ہمیں اپنی گھڑی کی سوئیوں کے مُطابق سورج کے طلوع اور غروب کا حکم صادر نہیں کرنا ہوگا بلکہ سورج کی رفتار کے مطابق اپنی گھڑیاں ٹھیک کرنی ہونگی۔ کلہن کی راج ترنگنی پر فردوسی کے" شاہ نامہ" کے سایے اور اَبھنوگُپت کے اِفکار پر ابن سینا کے اِفکار کی باتیں کہی اور لکھی گئی ہیں۔ اگر کشمیر میں عربی پنپ سکتی تھی تو فارسی تو ہماری ہمسایہ زبان تھی۔

ساتویں سوال کے جواب میں عرض ہے کہ "چچ نامہ" اور دوسرے کتنے ہی ذرایع سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بستیاں کشمیر میں عیسوی سن کے پہلے قرن میں ہی بس گئی تھیں۔ آخر لنگر چک، بلبل شاہ، شاہ میر وغیرہ کیسے کشمیر آنے میں کامیاب ہوگئے؟ ہرش دیو کی فوج میں بقولِ کلہن ترکوں کی بھاری تعداد کیسے آگئی؟ سلطان غزنوی کی یلغار سے پہلے ہی کشمیر چاروں طرف سے مسلمانوں کے نرغے میں آچکا تھا اور دوسری طرف دستک دے رہے تھے کیا اتنے بڑے سیلاب کی چند لہریں وادی میں نہ پہنچ سکتی تھیں؟ نسخۂ فتح اللہ سے جو صورتِ حال سامنے آئی ہے۔ اس کی روشنی میں اگر ہم معاملات پر نظرِ ثانی کریں تو کیا ہرج ہے؟[1]

نسخۂ فتح اللہ کے کشمیر میں لکھے جانے کے سلسلے میں اس وقت کی دنیا پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ تموچن صحرائے گوبی کے صحراؤں سے ایک آندھی کی طرح اٹھا تھا اور چنگیز خان بن کر بڑے بڑے شہنشاہوں اور قہرمانوں کے تخت الٹ رہا تھا۔ چین سے لے کر بحیرۂ قلزم تک انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کئے جا رہے تھے۔ سارے وسطِ ایشیا بلکہ بغداد تک میں ہل چل مچی ہوئی تھی۔ شیخ فریدالدین عطارؒ جیسی برگزیدہ شخصیت کو ۱۲۳۰ء میں شہید کر دیا گیا اور ان کی تاریخ وفات حبیبِ خدا لکھی گئی۔[2] ۱۲۵۶ء میں ہلاکو نے بغداد کو تاراج کیا اور وہاں کی عظیم لائبریری کو نذرِ آتش کر کے جلے ہوئے اوراق کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا۔ ان اوراق کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ پندرہ دن تک دجلہ کا پانی ان کی سیاہی سے کالا پڑ گیا۔ چیسٹر بیٹی اپنے کتب خانے کی فہرست میں تقریباً بین کرتا ہوا پکارتا ہے کہ اموی اور عباسی خلیفوں کے زمانے اور نگرانی میں لکھا گیا کوئی قرآنِ مجید مجھے ہاتھ نہیں آیا۔ کیونکہ کوئی چیز باقی ہی نہ رہنے دی گئی تھی۔ البتہ ۱۲۵۸ء میں ہم سعدی شیرازی کی زبان سے یہ خوشخبری سنتے ہیں کہ اس نے گلستان مکمل کر لی ہے۔ خود ہندوستان کا برا حال تھا اور التمش بڑے جوکھم میں رہا۔ ان حالات میں کشمیر ہی دارالامان تھا اور اسی لئے نسخۂ فتح اللہ جیسا طوالت طلب مگر عقیدت آمیز کارنامہ یہیں پر رونما ہو سکتا تھا۔[3]

---

[1] مشہور مصور اور "ارژنگ" کا فنکار مانی ایران کا رہنے والا اور ایک مذہب کا داعی تھا۔ اس کے ماقبل اسلام کشمیر آنے کے تاریخی حوالے بھی ملتے ہیں۔ [2] ۱۲۲۴ء میں صرف مرو کی گھاٹی میں چنگیز نے تیرہ لاکھ مسلمان مارے۔ (جامع تاریخ ہند از: محمد حبیب۔ خلیق احمد نظامی) [3] چنگیز کے جانشینوں میں سے بعد میں ایک جنرل سالی نے (بقیہ ص ۲۷)

جہاں تک نسخۂ فتح اللہ کے رسم خط اور اس کے اسلوب آرائش کا تعلق ہے وہ اس بات کی بخوبی تصدیق کرتا ہے کہ یہ اُس زمانے کی تخلیق ہے جس کا ترقیمہ شہادت دیتا ہے۔ مولوی محمد ابراہیم نے "اسلامک ریویو" کے حوالے سے اس کے خطِ بہار ہونے کی تصدیق کی ہے۔ جو اُن دنوں اس خطے میں رائج تھا۔ یہ خطِ ثلث اور نسخ کی درمیانی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں الفاظ رومن طرز کی طرح الگ الگ لکھے جاتے ہیں۔ نسخ کی روانی ہیں اور جوڑ کر نہیں۔ اس کی کرسیوں اور لمبے خطوط STROKES میں کوفی کا اثر بھی موجود ہے۔ ہمیں تلاش کے بعد ایک ایسی مستند کتاب ملی جس میں ایک فولیو کا عکس ہر لحاظ سے نسخۂ فتح اللہ سے ملتا ہے۔ ہو بہو اور بالکل ایک جیسا۔ کتاب کا نام ہے ISLAMIC CALLIGRAPHY اور اسے دو سو تصویروں کے ساتھ لیسین حمید سفادی نے ترتیب دیا ہے۔ کتاب ٹیمز اینڈ ہڈسن، ۳۰ بلومس بری لندن ڈبلیو سی آئی بی ۳ کیو پی نے شایع کیا ہے۔ کتاب کے صفحہ نمبر ۲۹ پر جس صفحے کی تصویر دی گئی ہے۔ اس کے نیچے لکھا گیا ہے۔[۱]

" ہندوستان میں نقل کئے گئے بہاری خط میں قرآن غالباً خاتمہ چودھویں صدی کا"۔ ظاہر ہے کہ چودھویں صدی لکھتے وقت ترتیب کار کو پورا یقین نہ تھا۔ اس لئے غالباً لکھ دیا۔ اب نسخۂ فتح اللہ کی دریافت سے اُس کی یہ احتیاط درست ثابت ہو گئی ہے۔ کیونکہ یہ نسخہ خطِ بہاری کو تیرھویں صدی کی ابتداء تک لے جاتا ہے۔ متن میں ترتیب کار کا تبصرہ یوں ہے:

"ARABIC CALIGRAPHY DEVELOPED IN INDIA ALONG MUCH MORE TRADITIONAL LINES. A MINOR CURVASIVE SCRIPT, CALLED BEHARI, APPEARED IN INDIA DURING THE 14th CENTURY, THE MAIN CHARACTERISTICS OF WHICH ARE ITS WIDE, HEAVY AND EXTENDED HORIZONTAL LINES, WHICH CONTRAST MARKEDLY WITH ITS THIN AND DELICATE VERTICALS. ITS LETTERS ARE WELL SPACED AND ITS FLOURISHES ARE OPEN CURVED AND VERY PRONOUNCED, WRITTEN IN MULTI COLOURS MAINLY BLACK WITH GOLD RED AND BLUE."

(حاشیہ صہ سے آگے) کشمیر پر بھی قبضہ کر لیا تھا لیکن اُس کا ایک ہم نسب بزرگ اُس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔

[۱] " لیکن جو مسلمان دسویں صدی کے آخر میں (ایران سے) یہاں آنے لگے۔ اُن کا مذہب ضرور سامی تھا مگر اکثر کی بول چال یا ادبی اظہار کی زبان فارسی تھی"۔ (اردو ادب کی تنقیدی تاریخ۔ از سید احتشام حسین)۔

Behārī script in a Qur'ān copied in India, probably late 14th century. The word 'Allāh' is picked out in red or gold

نسخۂ فتح اللہ میں بھی سیاہ کے علاوہ سُنہری اور لال روشنائی استعمال کی گئی ہے۔ نُسخے کے کچھ اوراق پر تہذیب اور تزئین ہے۔ سونا اگرچہ ماند پڑ گیا ہے لیکن اس کی شعاعیں پھر بھی موجود ہیں۔ اس نُسخے میں آرائش کا جو انداز استعمال کیا گیا ہے وہ انتہائی سادہ ہے۔ اس میں نفاست و لطافت کا وہ آمیزہ نہیں جو بعد میں قرآن کی تہذیب کاری کی صورت میں شگفتہ ہوا اور دُنیا کا نفیس ترین مذہبی فن کہہ کر پُکارا گیا۔ ظاہر ہے کہ اُن اگلے زمانوں میں غنچے کو گُل بننے کے لئے ابھی بہت انتظار کرنا تھا بلکہ اس نُسخے کی آرائش مُقامی فن تعمیر کے MOTIFF: کی یاد بھی دِلاتی ہے۔

یہ ۱۹۸۱ء کا واقعہ ہے کہ نیشنل میوزیم کے ماہرین کی ایک ٹیم نے مہجور کلکشن کے ایک عربی نُسخے "شرعۃ الاسلام" کا ملاحظہ کیا۔ جو ابو محمدؒ مُفتی بُخارا سمرقندی نے نسخ خط میں ۶۸۵ھ مُطابق ۱۲۸۶ء میں لکھا تھا۔ میوزیم کے ماہروں کو گویا کوئی خوانِ نعمت مِل گیا۔ انہوں نے ترقیمہ لکھنے والے پر اعتبار کر کے فِقہ و سُنّت پر لکھے ہوئے اس چھوٹے سے رسالے کو دس ہزار روپے میں خریدا۔ مرحوم ابنِ مہجور نے میرے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے اپنی تشفّی کرنے کے بعد یہ نتیجہ نِکالا ہے کہ یہ شمالی ہندوستان میں عربی رسم الخط میں موجود سب سے پُرانا نُسخہ ہے۔ مجھے اُن کا یہ دعویٰ یاد آیا تو میں نے روزنامہ "سٹیٹسمین" نئی دہلی کو خط لکھ کر فاضلوں سے اِستفسار کیا۔ جو ۱۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارے میں چھپا اور جس کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے:۔

"جموں و کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز نے قرآنِ مُقدّس کا ایک ایسا نُسخہ دریافت کیا ہے۔ جو ۶۲۵ھ مطابق ۱۲۲۷ء لکھا گیا ہے۔ اس نُسخے میں

باضابطہ ترقیمہ موجود ہے اور اپنے وقت کے رائج خط میں لکھا گیا ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے یہ ہندوستان میں دریافت کیا گیا قرآنِ مجید کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔

میں بے حد ممنون رہوں گا اگر کوئی عالم مجھے کسی ایسے قرآنی نسخے کا سُراغ دے، جو اِس سے قدیم ہو۔ میں اور بھی زیادہ مشکور رہوں گا اگر کوئی مجھے ایسے نسخے کی اقامت گاہ کا پتہ لکھ دے۔"

اس کے بعد میں نے اپنا سرکاری ایڈریس دیا تھا۔ تین مہینے ہونے کو آئے۔ آج تک نہ STATESMAN "میں اس کا کوئی جواب چھپا نہ میرے نام کوئی خط آیا۔ ممکن ہے کہ یہ متعلقہ دوستوں کی نظر سے نہ گذرا ہو مگر جب تک کوئی دوست ثابت نہ کرے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں، ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ ہندوستان میں کم از کم کاغذ پر لکھا ہوا سب سے قدیم قرآنی نسخہ ہے۔ ہاں اس دوران مجھے عراق سے آئے ہوئے ایک کشمیری دوست جناب غلام نبی حافظ نے اطلاع دی۔ انہوں نے لکھا کہ" بغداد میں جب میں حضرتِ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی درگاہ جسے وہاں باب الشیخ کہہ کر پکارا جاتا ہے گیا تو وہاں مجھے کسی کشمیری فاضل کے ہاتھ سے لکھا ہوا قرآنِ مجید کا نسخہ دِکھایا گیا جو پانچ سے چھ سو سال پہلے تحریر کیا گیا ہے۔ بہت خوبصورت لکھا گیا ہے۔ اِس کی عربی تفسیر بھی شامل ہے اور وہاں بہت سے اہلِ علم اس پر ریسرچ کرنے کے لئے آرہے ہیں۔"

کچھ دوست نسخہ فتح اللہ کے حصول کی کہانی پر بھی اصرار کرتے ہیں۔ اس وقت تفصیل کا موقع نہیں رہا۔ لیکن ویسے بھی میرا جواب ولی دکنی کے الفاظ میں یوں ہوگا ؎

ولیؔ اُس گوہر کانِ حیا کی کیا کہوں خوبی !
مرے گھر میں وہ یوں آئے ہے جوں سینے میں راز آئے

محمد یوسف ٹینگ

جموں: ۲۴، فروری ۱۹۸۶ء

پس نوشت

۲ مارچ ۱۹۸۶ء کے انگریزی اخبارات میں پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے حوالے سے خبر آئی ہے کہ گجرات کے اجس AGAS گاؤں ضلع کھیڈا میں ۹۲۵۰۴۶ء کا کاغذ پر لکھا ہوا جین مت سے متعلق کاغذ کا ایک مخطوطہ ملا ہے جو جنوبی ہند میں کاغذ کا سب سے پرانا دریافت شدہ نسخہ ہے اور اس وقت تک دریافت کئے گئے نسخوں سے دو سو سال پرانا ہے۔ یہ پراکرت زبان میں لکھا گیا ہے اور اس کا نام SARTHARPIANA -- ہے۔ یہ سرخ اور کالی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ دریافت کرنے والے نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ پرانی سنسکرت، پراکرت وغیرہ زبانوں میں لکھے گئے قدیم نسخے VEGETABLE اور معدنیات کے رنگوں سے لکھے جاتے تھے اس لئے یہ آج بھی نئے اور تازہ دکھتے ہیں۔ مخطوطہ کی تاریخ متعین کرنے کے بارے میں اس نے کہا ہے، مخطوطے کے آخر میں جو پشپکا ہے اسی سے مخطوطے کی تاریخ اور لکھنے والے کا نام شناخت کیا گیا ہے اور کوئی اور کیمیاوی TEST نہیں ہوا ہے۔ یہ نسخہ دس اوراق پر مشتمل ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دسویں صدی عیسوی میں کاغذ گجرات پہنچ سکتا تھا تو اس کے تین سو سال کے بعد کشمیر کیوں نہیں جو چین اور مشرق وسطیٰ کے پڑوس میں واقع ہے؟ دوم اس نسخے میں بھی نسخۂ فتح اللہ کے حروف آج بھی اسی نسخے کی طرح تر و تازہ ہیں۔ چنانچہ جب وزیر اعلیٰ خواجہ غلام محمد شاہ نے اسے دیکھا تو انہوں نے ریڈیو کو بتلایا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ جیسے کل ہی لکھا گیا ہو —— آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ سوئم کہ نسخہ فتح اللہ بھی لال اور کالی روشنائی میں لکھا گیا ہے۔

○

'دی انڈیا میگزین'، بمبئی کے دسمبر ۱۹۸۵ء کے شمارہ میں صفحہ ۶۹ پر بیجاپور کے آثار قدیمہ کے میوزیم میں رکھے گئے ایک قرآنی نسخے کی تصویر چھپی ہے جس میں عنوانات مثلاً 'بسم اللہ' وغیرہ تو

خط ثلث میں ہیں لیکن متن اسی خط بہاری میں ہے۔ جس کے الفاظ کے درمیان رومن الفاظ کی طرح جگہ خالی ہے۔ مقالہ نگار سواٹ کیری ویلچ نیویارک کے میٹرو پولیٹن میوزیم کے اسلامی شعبے کے انچارج اور ہاورڈ یونیورسٹی میں فنونِ لطیفہ کے لیکچرر ہیں۔ وہ اس نسخے کے متعلق رقم طراز ہیں۔

"STURDY AS A GREAT BUILDING IN ITS ARCHI TECTONIC STRUCTURE, THIS VOLUME IS NOTABLE FOR THE FLUID STRENGTH AND GRACE OF ITS PARTICULARLY INDIAN CALLI-GRAPHY WRITTEN IN THE SO CALLED BIHARI SCRIPT."

چونکہ اس نسخے میں تہذیب اور نقوش کا بہت ہی اعلیٰ کام ہے۔ لہٰذا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پندرہویں صدی عیسوی میں لکھا گیا ہے۔ اور وہی اسکا ترقیمہ بھی بتاتا ہے۔ اس کے کاغذ کا رنگ بھی نسخہ رفتح اللہ الکشمیری سے مشابہ ہے۔

راقم اپنے چیف لائبریرین کے ساتھ نیشنل میوزیم بھی یہ نسخہ لیکر گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ اسکا کیمیائی ٹیسٹ کرنے کا انتظام نہیں ہے۔ اُن کے عربی شعبے کے ماہر نسیم احمد سے رل کر مایوسی ہوتی۔ وہ نسخے کے خط کو پہچان ہی نہ سکے اور اسے ثلث قرار دیا۔ اور کہا کہ ایسا ایک نسخہ اُن کے مخطوطات کے شعبے میں بھی نمائش کے لئے رکھا ہوا ہے۔ جب راقم نے اس نسخے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُس میں ایک ایسا خط استعمال ہوا ہے جو خط فتح اللہ الکشمیری سے بالکل مختلف ہے۔ جب اس فرق کو ڈھونڈنے کے لئے مسٹر نسیم احمد کی تلاش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ اُس میوزیم سے ہی باہر چلے گئے ہیں۔ ان ہی حضرت نے یہ بھی کہا کہ شاہ ولی اللہ سے پہلے قرآن مجید کا کوئی فارسی ترجمہ نہیں ہوا اور جب اُن سے کہا گیا کہ سعدی شیرازی کا ترجمہ تو چھپ چکا ہے تو انہوں نے اس پر باور کرنے سے انکار کر دیا۔

نیشنل میوزیم کے آرکیالوجی سیکشن کے ڈاکٹر ڈبلیو۔ ایچ صدیقی بھی ملے۔ جو ڈائریکٹر

EXPLORATION ABROAD ہیں۔ اُن سے بھی خط کی پہچان نہ ہو سکی لیکن انھوں نے کہا کہ یہ فیروز شاہ تغلق کے زمانے کی تحریر لگتی ہے۔ البتہ وہ نسخہ فتح اللہ میں ' الکشیری' کی ترتیب نہ پڑھ سکے اور کہا کہ یہ ' الکھتری' ہونا چاہیئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ترقیمہ ' ستمائۃ خمساً و ثلثین' اس شکل میں غلط ہے اور اسے یوں ہونا چاہیئے۔ ثلثینَ و خمسٌ و ستمائۃً۔ ظاہر ہے کشیر میں 'شہیری' عہد کے سارے کتبے اس عندیے کی تردید کرتے ہیں۔

صائب رائے کے لیے جائیں تو کہاں جائیں ع

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

نئی دہلی

۱۱ مارچ ۱۹۸۶ء

محمد یوسف ٹینگ

خداوندا درِ توفیق بکشا

حمدِ خدا و نعتِ رسول اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پر درود و رحمت کے
بعد جاننا چاہیئے کہ اقوامِ عالم کے آثار و نشانات میں مخطوطات یعنی قلمی تحریروں کو ایک عظیم اور
قابلِ ذکر مقام و اہمیت حاصل ہے۔ ان نوادرات کی بدولت قوموں کی ذہنی و دماغی اُٹھان اور
ارتقاء کے ساتھ ساتھ گذشتہ زمانے کی طرزِ تحریر، اندازِ کتابت، بدلتے ہوئے اِملا اور ادبی و علمی
رجحانات کا علم ہوتا ہے۔ ان سے اقوامِ عالم کی صحیح تاریخ، سماجی و معاشی تغیّرات و تبدّلات
واضح ہوتے ہیں۔ قلمی کتب و مخطوطات بہت سے مسلّمہ واقعات و حوادث کی تائید اور بہت سے
انھیں کی تردید کر دیتے ہیں، اور یا کم از کم اُن کے دُرست کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ھیں۔
غالباً اسی حقیقت اور نظریہ کے پیشِ نظر موجودہ زمانے میں مخطوطات کے تحفّظ اور اُن کے حصول
میں اہلِ علم و نظر کی جانب سے خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے۔ ان مخطوطات اور قیمتی نوادر کا
حصول اور ذخیرہ اس لئے بھی ضروری ہو گیا ہے کہ موجودہ زمانہ طباعت اور چھاپہ خانوں کا ہے۔ لوگ
مخطوطات سے غافل ہو کر مطبوعہ کتب و رسایل کی تلاش میں رہتے ہیں، اور اس طرح یہ مخطوطات
گنے چنے چند اہلِ علم کی ملکیت رہ جاتے ہیں۔ یہ مخطوطات صدیاں طے کرنے کے بعد ہمارے پاس پہنچکر
ماضی کی تاریخ اور اُس کے تحوّلات پیش نظر کر دیتے ہیں۔ یہی بات مخطوطات کی قابلِ ذکر خصوصیت ہے
جو مطبوعات کتب کو حاصل نہیں ہے۔ غالباً مخطوطات اور قلمی نوادرات کے تحفّظ کی ایک اور وجہ
بھی ہے کہ ہمارے اسلاف کا قیمتی ورثہ ہونے ساتھ ساتھ اُن طبائع کو ان کی جانب راغب کرنا ہے
جو انگریزی علوم کی رو میں بہہ کر علومِ شرقیہ سے یا تو متنفر ہو چکی ہیں اور یا پھر ان کے سمجھنے کا ذوق و شوق

نہیں رکھتیں۔ ان حالات میں اسلاف کے اس قیمتی علمی و تمدنی سرمایہ کا تحفظ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ غالباً انہی وجوہات کے پیش نظر بعض اہل علم جو ذوقِ حسن و جمال کے بھی حامل تھے، مخطوطات کے حصول اور ذخائر کی جانب متوجہ ہوئے۔ ریاست جموں وکشمیر کی کلچرل اکادمی اس کوشش کی زندہ و پایندہ مثال ہے۔

اقوام عالم کو جدید علوم و فنون کی دین کے ساتھ ساتھ، مخطوطات، قدیم دستاویزوں تصاویر، منقش و زیبا نگار تحریریں اور مشاہیر کے خطوط کے تحفظ کا خیال بھی سب سے پہلے اقوام یورپ کو ہوا۔ لندن، ایڈنبرگ، اسکوریال اور میونخ وغیرہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کے ذخائر کیے گئے۔ غالباً اسی حقیقت کے پیش نظر ڈاکٹر سر محمد اقبال کو یورپ کے سفر میں یہاں کی لایبریریوں میں مخطوطات کو دیکھ کر کہنا پڑا تھا ؎

خزانے علم کے، موتی کتابیں، اپنے آباء کی [۱]

جو دیکھیں اُن کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

ہندوستان میں علمائے مغرب اور دانشوروں کی تقلید و روش میں یہاں کے بعض اہل کو مخطوطات کے تحفظ کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ادارے قایم کیے گئے۔ ان اداروں یا تنظیموں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے، تاہم چند قابلِ ذکر ادارے یہ ہیں: خدا بخش لایبریری بانکی پور پٹنہ، بہار، سالار جنگ میوزیم حیدر آباد، دکن، کتب خانہ مدرسۂ عالیہ رامپور، کتب خانہ مولوی محمد سبحان، علی گڈھ، لٹن لایبریری علی گڈھ، اور بینڈل انسٹی ٹیوٹ بھنڈارکر، رایل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ، گورو نانک یونیورسٹی امرتسر، قومی عجائب گھر کراچی اور محکمۂ تحقیق و اشاعت حکومت جموں وکشمیر، سرینگر کشمیر۔ مذکرہ صدر اداروں نے نہ صرف مخطوطات کا ذخیرہ کیا، بلکہ ان کی مفصل فہارس (Descriptive catalogues) بھی

[۱] اصل مصرع یوں ہے۔ مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی (کلیات اقبال اردو) (مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور (م ی ٹ)

تیار کیں۔ یورپ میں مفصل فہرستیں سب سے پہلے تیار کرنے کا سہرا مسٹر ریو اور ایتھے کے سر ہے۔ ان لوگوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے انڈیا آفس لندن اور برٹش میوزیم لندن کے قلمی کتب خانوں کی ایسی مفصّل فہرستیں تیار کیں کہ ہندوستان کے قلمی کتب خانوں کی مفصّل فہرستیں درحقیقت انہیں کی صدائے بازگشت ہیں۔ ان فہارس کی اشاعت کا حقیقی مقصد محققین کی امداد و معاونت ہے۔ مفصّل فہرستیں ریسرچ کے وہ خاموش پروفیسر ہیں جو اپنے طلباء کو علمی مواد فراہم کرتے ہیں۔ انھیں فہرستوں کی بدولت بہت سے ہونہار اور محنتی طالب علم ایم۔فل۔ ڈی لٹ یا پی۔ ایچ۔ڈی کی سندات کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ یہی ان فہرستوں کی اشاعت کا بنیادی مقصد ہے۔

اور اسی کے پیش نظر مختلف اداروں کی جانب سے ان کی فہرستیں شائع کی گئی ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر میں مخطوطات و نوادرات کے تحفّظ کی ابتداء آنجہانی مہاراجہ رنبیر سنگھ (۱۸۵۶ء - ۱۸۸۵ء) سے ہوتی ہے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کو سنسکرت اور اسلامی علوم سے زبردست شغف تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنے ماتحت ایک ادارہ قایم کیا تھا جس کے تحت قدیم نادر و نایاب کتب کے ذخایر کے ساتھ ساتھ اُن کی نقول تیار کی جاتی تھیں مخطوطات کا یہ ذخیرہ "رنبیر کولیکشن" کے نام سے موسوم تھا۔ مہاراجہ نے ان کی نقول کی تیاری کے لئے خوش نویس متعیّن کئے تھے۔ ان میں سے بعض ریاست کے اور بعض ریاست کے باہر کے تھے۔ مہاراجہ کے خوش نویسوں میں قابلِ ذکر بالک رام، طوطہ رام کشمیری، محمد عثمان گجراتی اور فضل الدین لاہوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہ خوش نویس کتابت، نقّاشی اور تذہیب کاری کے بعد ان مخطوطات کو "رنبیر ذخیرہ" میں جمع کروا دیا کرتے تھے۔ یہ ذخیرہ انتہائی نادر و نایاب قسم کی قلمی کتابوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے بعض مخطوطے خطِّ ناخون میں تحریر تھے، جبکہ بعض پر چرندوں، پرندوں اور بیل بوٹے اور پھلواری بنائی گئی تھی۔ اس قیمتی ذخیرہ میں دو ایسے مخطوطے بھی تھے جو ایران کے شہر

قراباغ (کالا باغ) میں ۷۳۱ھ (۱۳۳۱ء) تحریر کئے گئے تھے۔ یہ تھے طب یونانی میں جالینوس حکیم کے قرابادین کے عربی ترجمے۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم ہند کے موقع پر مخطوطات کا یہ ذخیرہ سری رنبیر سنگھ لائبریری جموں کو منتقل کر دیا گیا تھا، اور پھر وہاں سے لالہ ایشر داس لائبریرین کی اس درخواست پر کہ جموں میں عربی و فارسی جاننے والا اب کوئی نہیں ہے، اس لئے یہ ذخیرۂ کتب محکمہ ریسرچ کو سرینگر منتقل کیا جائے۔ بالآخر ۱۹۵۲ء کے اوائل میں نوادرات کا یہ ذخیرہ پروفیسر حسن شاہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر ریسرچ اینڈ پبلکیشن حکومت جموں و کشمیر کے توسط سے، سرینگر منتقل ہو کر، محکمہ ریسرچ کا جزو قرار پایا۔ راقم ہی اس ذخیرہ کو مئی ۱۹۵۲ء میں "دربار مو" کے موقعہ پر جموں سے سرینگر لایا تھا۔ ان میں سے بعض مخطوطات لاکھوں کی مالیت کے ہیں۔ اس ذخیرۂ نوادرات میں ایک مخطوط فردوسی کے "شاہ نامہ" کا ہے۔ یہ مخطوط ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۸ء) میں ایران کے شہر اصفہان میں لکھا گیا ہے، اور باتصویر ہے۔ ہر تصویر ایرانی قلم اور آرٹ کا بہترین نمونہ ہے۔ راقم کے خیال میں مخطوط کی ہر تصویر ہزاروں روپوں کی مالیت کی ہے۔ اس کے علاوہ متذکرہ صدر ذخیرہ میں اور بھی شاہ نامہ کے متعدد مخطوطے ہیں۔ ان کی تصاویر کا تعلق ریاست جموں و کشمیر کے بسوہلی اور کانگڑہ آرٹ سے ہے۔ اسی طرح صرفی کشمیری کی فارسی مثنویاں لیلیٰ مجنوں اور وامق و عذرا مصوّر ہیں۔ یہ بھی مصوّری کے بسوہلی آرٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ تمام کے تمام نسخے اس وقت محکمہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں و کشمیر سرینگر کے شعبۂ مخطوطات کی حفاظت اور نگرانی میں ہیں۔

۱۹۳۵ء میں شعبۂ ریسرچ محکمہ آرکیالاجی و میوزم کا حصہ بنا۔ پنڈت مدھسودن کول اس کے سربراہ تھے۔ بعد ازاں یہ محکمہ جناب پنڈت ترلوکی ناتھ خزانچی ایم، اے کی تحویل میں چلا گیا۔ انہوں نے پہلی فرصت میں سنسکرت کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی اور اردو مخطوطات کی جمع آوری بھی شروع کر دی۔ ۱۹۵۱ء میں پروفیسر حسن شاہ نے اس کام کو اور تیز اور سب سے اخیر میں پروفیسر

پی۔ این۔ پشپ اس میں اضافہ کا باعث ہوئے۔ اُنہیں کے توسط سے محکمہ میں محفوظ مخطوطات کی
مُفصّل فہرست شایع کئے جانے کی تجویز منظور ہوئی۔ اس مقصد کے لئے راقم اور پروفیسر سری کنٹھ
کول ایم' اے کی خدمات سنہ ۱۹۶۶ء میں بالترتیب سرینگر پرتاپ کالج سرینگر اور امر سنگھ کالج سرینگر
سے مستعار لی گئیں۔ کم و بیش چھ برس کے عرصہ میں راقم اور پروفیسر سری کنٹھ کول نے جناب
پروفیسر پی۔ این۔ پشپ کی رہنمائی میں جو اُس وقت محکمۂ ریسرچ' لائبریریز' آرکایوز اور میوزیم حکومت
جموں و کشمیر' سرینگر کے ڈایرکٹر تھے' مخطوطات کی ایک مُفصّل فہرست تیار کی گئی۔ یہ فہرست انگریزی
زبان میں تھی۔ عربی و فارسی اور اردو وغیرہ زبانوں کے مخطوطات کے نام رومن رسم الخط میں تھے۔
یہ فہرست بڑی جامع اور مکمل تھی' اور کم و بیش چار ہزار مخطوطات کے تفصیلی بیان پر مشتمل تھی
یہی کیفیت سنسکرت اور ہندی زبانوں کے مخطوطات کو بھی حاصل تھی۔ سوء اتفاق سے راقم
جب اس کیٹلاگ کی پریس کاپی تیار کر چکا تو پروفیسر پی۔ این۔ پشپ صرف آرکایوز کے ڈایرکٹر
بنا دئے گئے' اور ان کی جگہ پروفیسر فدا محمد حسنین نے لے لی۔ کچھ ماہ بعد راقم بھی اپنی اصلی پوسٹ
یعنی پروفیسر آف عربک پر گورنمنٹ ڈگری کالج اننت ناگ (اسلام آباد) تبدیل کر دیا گیا۔ بعد کے
افسران نے نہیں معلوم اس فہرست کے ساتھ جو چھ برس کی عرق ریزی اور محنت کے بعد تیار کی گئی تھی
کیا کیا؟ اگر یہ فہرست شایع ہو کر منظرِ عام پر آجاتی تو قارئین کرام یقیناً اندازہ لگا لیتے کہ حکومت
جموں و کشمیر کا محکمۂ ریسرچ کس قدر بیش بہا اور انمول ہیروں کا حامل ہے۔ بلاشُبہ ریسرچ
کی جانب سے بحالتِ موجودہ مخطوطات کی ایک فہرست شایع ہوئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ریسرچ
میں محفوظ کتابوں کے نام ہیں' مفصّل فہرست یا ڈسکرپٹو کیٹلاگ (Descriptive
Catalogue) سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ محققین کی اس سے یقیناً تشنگی نہیں
بجھ سکتی۔ ریاست جموں و کشمیر میں ریاست کی "اکادمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز" ریاست کے مرحوم

وزیر اعظم جناب بخشی غلام محمد صاحب بالقابہ کی مساعی سے غالباً ۱۹۵۸ء میں قایم ہوئی۔ ابتداء میں یہ اکادمی خالص لوک ناچ، ڈرامے، علاقائی موسیقی اور کبھی کبھار شعروسخن کی سرگرمیوں تک محدود تھی۔ یہ سلسلہ اکادمی کے ابتدائی سیکریٹریوں کے زمانے تک قایم رہا۔ تہذیب و تمدن کے دوسرے میدان اُن کی نظروں میں نہ تھے، اور یا پھر مالی وسایل کی کمی اُنہیں اس جانب متوجہ ہونے کی نوبت ہی نہ دیتی تھی، مگر پچھلے دس بارہ برس سے یعنی اُس وقت سے جبکہ اکادمی کے موجودہ جوان سال سیکریٹری عزت مآب جناب محمد یوسف صاحب ٹینگ نے اکادمی کی سیکریٹری شپ کا چارج سنبھالا ہے، تب سے اکادمی کی سرگرمیوں میں ایک حرکت اور جوانی آگئی ہے۔ انہوں نے اکادمی کی علاوہ متذکرہ صدر سرگرمیوں کے یہ سمجھتے ہوئے کہ مخطوطات کا قوموں کے ہنر و تہذیب اور اشاعت زبان اور تاریخ تمدّن و ثقافت میں عظیم اور شاندار دخل رہا ہے، اس لئے انہوں نے بھی محکمہ ریسرچ کے دوش بدوش ان مخطوطات کی جمع آوری شروع کر دی، اور تقریباً آٹھ یا دس برس کے قلیل عرصہ میں چھ سو سے زیادہ نادر مخطوطات کی ذخیرہ اندوزی میں کامیاب و بامراد ہوئے۔ موجودہ فہرست انہیں مخطوطوں کی تفصیل اور ان کے مضامین، مصنّف، تاریخ تصنیف، زمانۂ کتابت، تقطیع، اوراق اور سطور وغیرہ کا مفصّل بیان ہے۔ یہ قلمی نسخے جہاں ہنر اور فن کا بہترین نمونہ ہیں، وہیں ان سے کشمیر اور بیرون کشمیر کی تاریخ و ثقافت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ مخطوطے تاریخ و تمدن کے محقّقین کے لئے ایک نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔

فہرست مرتب کرتے وقت راقم الحروف کے روبرو دو راستے تھے۔ ایک یہ کہ راقم مخطوطات کے محض ناموں، مصنّفوں، تعداد اوراق، تواریخ اور تعداد سطور پر اکتفا کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کوئی زیادہ مفید مطلب نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ متذکرہ صدر عنوانات کے ساتھ ساتھ مخطوطوں میں مندرج مضامین کی تفصیل، مصنّف کے حالات زندگی پر روشنی اور ہجری سنوں کی عیسوی سن

میں تبدیلی کرے۔ یہ طریقہ راقم کو زیادہ مفید معلوم ہوا۔ اور حتی الامکان اسی کی پیروی کی گئی ہے۔ یہ امر کہ یہ ناچیز اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے، اس کا اندازہ طباعت کے بعد قارئین کرام کے ردّ عمل ہی سے معلوم ہوگا۔ چونکہ زیر تبصرہ فہرست ایک برس کی قلیل مدت میں دیگر گوناگوں مصروفیات کی موجودگی میں مرتّب کی گئی ہے۔ اس لئے اگر کوتاہی نظر آئے، تو یقیناً مرتّب کو معاف کر دیا جائے گا، بقولِ شاعر ؎

بپوش اگر بخطائے رسی و طعنہ مزن کہ ہیچ نقش بشر خالی از خطا نبود

جموں و کشمیر اکادمی کا یہ ذخیرۂ مخطوطات محکمۂ ریسرچ کے بالمقابل اگرچہ قلیل اور مختصر ہے، اور ہو بھی کیوں نہ جبکہ آٹھ یا دس برس کی مدّت میں ذخیرہ کیا گیا ہے، جبکہ محکمہ ریسرچ اس کام میں گذشتہ ستّر اسی برس سے مصروف ہے، تاہم اس قلّت کے باوجود یہ ذخیرہ ایسے مخطوطات کا حامل ہے جو انتہائی نادر و نایاب ہیں۔ ذیل میں چند ایک کا تذکرہ بطور مثال کیا جاتا ہے۔ ذخیرہ اندوزی اور جمع آوری کے بعد اکادمی کے روبرو دوسرا کام ان کی اشاعت یا تراجم کا ہے۔ اسی صورت میں یہ دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

کشمیر کے تمدّن اور تاریخ سے تعلق رکھنے والے مخطوطے

اس مختصر سے مگر قیمتی مجموعے میں ایک کثیر تعداد ایسے مخطوطات کی ہے جن کا تعلق کشمیر کے ادب، ثقافت اور تاریخ سے ہے۔ اس ذیل میں جو مخطوطات آتے ہیں، ان میں سے کچھ کے نام حسب ذیل ہیں:

روضۃ الریاضات از ہار الانوار، ریشی نامہ، کرامات بابا زین الدین، تشریح کلام حضرت شیخ نور الدین ولی، کلام حضرت شیخ نور الدین ولی، نور نامہ سہ حصہ، ریاض الاسلام یا تاریخ شایق منظوم، دیوانِ غنی کشمیری، شرح قصیدۂ لامیہ، دیوان محبّی، نثر ساطع یا اثر ساطع

دیوانِ رضا کشمیری، مغازی النبیؐ، چِلۓ نامہ منظوم، قصّہ منصور حلّاج کشمیری، احوال راہ کشمیر بہ سمت لداخ، اسامی منازل راہ ہائے لداخ تا یارکند در موسم تابستان، قصیدہ وردالمریدین سلطانی منظوم، دیوان رفیع، میانجی نامہ، مثنوی سوز و ساز یا مثنوی محمود و ایاز، دبستانِ مذاہب، غوثیہ، چار درویشی منظوم، گلشن کشمیر، مجموعہ لیلیٰ مجنون، قصّۂ زیبا نگار، وفات نامہ مولوی عزیزالدین مفتی اعظم کشمیر، باغ سلیمان منظوم (تاریخ کشمیر)، گلریز، یوسف زلیخا، وامق و عذرا، کلام میر سیف الدین تارہ بلی، انتخاب از تاریخ سیّد علی ماگرے ولد سیّد محمد ماگرے، منقبت محبوب العالم، رئیس نامۂ کشمیر منظوم (تاریخ)، مثنوی ہیہ مال منظوم کشمیری، مجموعۂ تاریخِ حاکمان کشمیر و برف نامہ، شکرستان، ناپرسان نامہ، دستور العمل، رضا نامہ، قصیدہ غُسلیہ یوسف شاہی منظوم (تاریخ)، اعجاز قرآن منظوم کشمیری، خلافت نامہ منظوم، اور شاہنامہ منظوم کشمیری،

مذہب، تصوّف اور اخلاق

مذہب، تصوّف اور اخلاق کے مضامین کے اعتبار سے بھی کلچرل اکادمی جموں و کشمیر کا ذخیرۂ نوادرات انتہائی مالدار ہے۔ اس ذیل میں جو مخطوطے آتے ہیں، حسب ذیل ہیں:

مفتاح الصلوٰۃ فارسی، قصص الانبیاء، نجات المسلمین، علامات قیامت، زبدۃ الاذکار اربعہ، سبحۃ الابرار، کتاب المسایل، منقبت الجواہر، نصاب الاحتساب، رسالۂ واردات، ضروریہ خورد منظوم، قصیدۂ امالی مشرّح، مقالات در بیان ارث، جمیلہ و طریقۂ خواجگان، شرعۃ التسمیہ (فقہ جعفریہ میں)، نصیحت المسلمین اردو، شرح نزہتہ الارواح (تصوّف)، ترجمہ فارسی مختصر الوقایہ (فقہ حنفی)، مثنوی مولانائے روم، وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول، ذخیرۃ الملوک، گُلستان، بوستان، سلسلۃ الذہب، جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب

آفضل الطرایق، شرح نامِ حق، مخزنِ اسرار، بدایع منظوم، خط و دوایر، خلاصۃ العارفین، منطق الطیر، نفحات الانس من حضرات القدس، لوایح جامی، نسمات القدس من حدایق الانس، فصل پنجم ذکر العُبّادین، کشف الغطاء، مصباح الھدایت و مفتاح الکفایت، تحفۃ السالکین رسالۂ قدسیہ، کیمیاے سعادت، روضۃ السلام از مُلّا عبد السّلام کشمیری وکیل پادشاہ، خاتم الفصوص، مرصاد العباد من المبداء إلیٰ المعاد، ریاض الناصحین، اسرار العارفین، طریقۂ نقشبندیہ، احیاء علوم الدین، آداب الصّالحین، گلشنِ راز، کلمات خواجۂ بزرگ، شجرات النساب مشایخ صوفیہ، کتاب الفقہ، آداب معرفت، رسالہ مرأۃ الغیوب، حبل متین اور اسرار الابرار از بابا داؤد مشکاتی کشمیری۔

اکادمی میں محفوظ چند نادر مخطوطے

یوں تو اکادمی کے اکثر و بیشتر مخطوطات نوادرات سے ہیں، تاہم چند ایک کا قدرے تفصیلی ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ مواہب علیّہ، عام طور پر یہ کتاب تفسیر حسینی کے نام سے جانی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ فارسی تفسیر مولانا کمال الدین حسین واعظ کاشفی ہراتی کی تصنیف ہے۔ یہ تفسیر انہوں نے مولانا نور الدین عبد الرحمان جامی کے مُربّی و سرپرست علی شیر نوائی کے وزیر سلطان حسین بایقرا کے نام معنون کی تھی۔ تفسیر حسینی ۲ شوال ۸۹۹ھ (اتوار، ۶ جولائی ۱۴۹۴ء) کو اختتام کو پہنچی تھی۔ مولانا حسین واعظ کاشفی کا انتقال ۹۱۰ ہجری مطابق ۱۵۰۴ء کو ہرات میں ہوا۔ کلچرل اکادمی میں محفوظ مواہب علیّہ کا یہ مخطوط جمادی الآخر ۹۱۴ھ (بدھ، ۲۵ اکتوبر ۱۵۰۸ء) کی آخری تاریخ (سلخ) کو تحریر ہوا تھا۔ بالفاظِ دیگر مواہب علیّہ کا یہ مخطوط مصنّف کی وفات کے صرف چار سال بعد کی تحریر ہے اور اس لحاظ سے نادر و نایاب ہے۔ مخطوط کا ناقل

کوئی شخص درویش محمد ہے۔ جیسا کہ مخطوطہ کے اخیر پر ترقیمہ (Colophon) سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی تفسیر کا ایک نسخہ پاکستان کے قومی عجائب گھر کراچی میں بھی محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ ۹۴۵ھ (۱۵۳۸ء) کی تحریر ہے۔ ان دونوں مخطوطوں کے موازنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلچرل اکادمی جموں و کشمیر کا مخطوطہ تحریر میں کراچی میوزیم کے نسخے سے ۳۱ برس پرانا ہے۔

۲۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی۔ یہ مخطوطہ شیخ احمد فاروقی سرہندی کے اُن مقالات وخطوط کا مجموعہ ہے جو اُنہوں نے تصوّف کی باریکیاں سمجھانے کے لئے مختلف اوقات میں مریدوں کو لکھے تھے۔ یہ مجموعہ ۸۸ مکتوبات پر مشتمل ہے، شیخ احمد سرہندی کے یہ مکاتیب اُن کے مُرید خواجہ محمد ہاشم نے تدوین کئے تھے جو بقولِ شیخ ذوق سخن رکھتے ہیں۔ مکتوبات شیخ احمد سرہندی کا ایک نسخہ پاکستان کے قومی میوزیم کراچی میں بھی محفوظ ہے۔

۳۔ انیس الطالبین وعُمدۃُ السالکین۔ یہ مخطوطہ شیخ بہاؤالحق والدین المشتہر بہ نقشبند کے احوال ومقامات میں ہے۔ شیخ بہاؤالحق والدین ۳ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ مطابق یکم یا ۲ مارچ ۱۳۸۹ء کو فوت ہوگئے۔ یہ احوال ومقامات شیخ کے خلیفہ علاؤالحق والدین خواجہ عطّار نے شیخ ایماء سے مرتّب کئے تھے۔ انیس الطالبین وعُمدۃ السالکین کا مخطوطہ ۲۰ شوال ۱۱۰۱ہجری (جمعرات ۱۷ جولائی ۱۶۹۰ء) کی نقل ہے، ناقل کا نام محمد رفیع ہے۔

۴۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار۔ ہند اور بیرون ہند کے مشایخ اور صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ مؤلف تذکرہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین ترک دہلوی متوفی ۹۵۶ھ (۱۵۴۹ء) ہیں۔ یہ مخطوطہ اوایل محرم الحرام ۱۲۸۵ھ (اواخر اپریل ۱۸۶۸ء) کی نقل ہے، اور خواجہ حسن شاہ نقشبندی کی ملکیت رہ چکا ہے۔

۵۔ اسرار العارفین۔ ہندوستان کے نامور عرفاء اور مشایخ کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے یہ

تذکرہ ترکستان، گیلان، مازندران اور خراسان کی سیاحت کے بعد دارالخلافہ دہلی میں قلمبند کیا ہے
تذکرۂ اسرار العارفین مؤلف کے مرشد شیخ سماء الملتہ کے ایماء سے تحریر ہو کر ہمایوں بادشاہ کے نام
معنون ہے۔

۶۔ ذکر الصادقین۔ ملّا بہاؤالدین متوؔ کشمیری کی منظوم مثنوی ہے۔ اس میں کشمیر اور بیرون
کشمیر کے اولیائے کرام اور مشایخ عظام کا مفصّل تذکرہ ہے۔ مخطوط کا سال تصنیف ۱۲۰۶ ہجری
۱۷۹۲ء ہے۔

۷۔ تذکرہ بابا علی رینہ۔ سلطان العارفین شیخ مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ کے احوال و
مقامات میں ہے۔ یہ تذکرہ اُن کے بھائی بابا علی رینہ نے جو شیخ کے مُرید بھی تھے، اپنے بھائی کے احوال
و کرامات میں قلمبند کیا ہے۔ اکادمی کے اس مخطوط کی خصوصیت یہ ہے کہ تذکرۃ العارفین المعروف،
بہ تذکرۂ ملا علی رینہ خود اُن کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ بابا علی رینہ کا اس قسم کا تذکرہ کہیں دستیاب نہیں
ہے، اور اس لئے یقیناً نوادرات سے ہے۔

۸۔ بیاض متین۔ محمد علی خان متین کشمیری فرزند عصام الدین خان کی خود نوشت بیاض
اشعار ہے۔ یہ بیاض در اصل شاعر کا وہ مسوّدہ ہے جس کی بنیاد پر اُس نے اصل کاپی تیّار کی تھی۔ محمد
علی خان متین کا انتقال ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ء کو سرینگر میں ہوا۔ وفات کے بعد مزار حضرت
شیخ بہاؤالدین گنج بخش سرینگر میں آخری آرام گاہ پائی۔

۹۔ شرح نزہتہ الارواح تصوّف میں ہے اور ۱۰۰۶ھ (۱۵۹۸ء) کی نقل ہونے کے
باعث نہایت قدیم ہے۔

۱۰۔ رسالہ خاقانیہ۔ شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ ہند کے نام معنون مولانا عبدالحکیم
سیالکوٹی متوفّی ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۶ء) کی عربی تصنیف ہے۔ مولانا نے اس میں اُن فلاسفہ کی تردید

کی ہے جن کا خیال ہے کہ خدا کی جانب سے تخلیق عالم غیر شعوری طور پر ہوئی ہے۔ اغلب ہے کہ یہ مخطوطہ مُصنّف کا خود نوشت ہے۔

۱۱۔ فرہنگِ جہانگیری۔ فارسی نعت کا یہ مخطوطہ فخرالدین حسن کمال الدین حسین انجوکی تالیف ہے اور شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے نام پر ہے۔ بقول مُصنّف یہ فرہنگ ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۵ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے۔ فرہنگ جہانگیری کا اکادمی میں محفوظ یہ نسخہ انتہائی قدیم ہے اور مؤلف کی تاریخِ تالیف کے صرف چار سال بعد یعنی ۱۰۳۸ہجری (۱۶۲۹ء) میں احمد موصلو کے قلم سے نقل ہوا ہے۔

۱۲۔ قران الامیرین۔ حافظ محمد یحییٰ رفیقی کشمیری کی منظوم فارسی تصنیف ہے، اسمیں امیر کابل اور وائسرائے ہند کی ملاقات کا بیان ہے۔ یہ ملاقات ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء) ہوئی تھی۔

۱۳۔ توزوک الامیرالکبیر۔ امیر تیمور گورگانی کی زندگانی اور اُس کی فتوحات کی تاریخ ہے مُصنّف ابوالمنصور سوزمیر نبیرۂ امیر تیمور ہے۔ توزوک الامیر الکبیر کا مخطوطہ بلخی بیچارہ کے ذریعۂ بلدۂ تاشقرعان میں منقول ہوا ہے۔ یہ مخطوطہ کابل سے کشمیر پہنچا ہے۔

۱۴۔ آئینۂ ادب واخلاق۔ اردو زبان کے مربّی کرنل ہالرایڈ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم پنجاب کے نام معنون الٰہی بخش ڈسٹرکٹ انسپکٹر ضلع سیالکوٹ، ساکن بلدۂ لاہور کا ضخیم رسالہ ہے۔

۱۵۔ مختصر تاریخ اعلیٰ حضرت نپولین۔ فرانسیسی سے فارسی زبان میں مترجم نپولین بوناپارٹ کی تاریخ ہے۔ مترجم میرزا رضا اُستاد زبان فارسی مدرسۂ ایران ہیں۔ مخطوطہ جمعرات ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں بمقام بندر کراچی نقل ہوا ہے۔

۱۶۔ دیوان غنی۔ دیوان غنی کشمیری کا یہ مخطوطہ انتہائی نادر و نایاب ہے۔ یہ مخطوطہ نسخۂ آگرہ کے نام سے مشہور ہے۔ بروایت معتبرہ غنی کی وفات ۱۰۷۹ھ ہے (۱۶۶۸ء) میں سرینگر میں واقع

ہوئی، کلچرل اکادمی کا یہ مخطوطہ غنی کی وفات کے محض چار سال بعد یعنی ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) معرضِ تحریر میں آیا ہے، اور اس لحاظ سے یہ نسخہ غنی کشمیری کے تمام قلمی دیوانوں میں سب سے قدیم اور قابلِ اعتبار ہے۔

قرآنِ کریم کے مخطوطے

جموں و کشمیر کلچرل اکادمی میں کم و بیش قرآن کریم کے گیارہ عدد نسخے محفوظ ہیں مگر ان میں سے حسب ذیل چھ مخطوطوں پر کسی قدر روشنی ڈالی جاتی ہے :

۱۔ قرآن کریم مترجم فارسی۔ قرآن کریم کا یہ مخطوطہ ریاست جموں و کشمیر میں دستیاب تمام نسخوں سے قدیم ہے۔ یہ مخطوطہ نادر ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف تاریخی ہے بلکہ تاریخ ساز ہے۔ یہ نسخہ خطِ بہار میں تحریر ہے۔ اس خط کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ خط، خطِ کوفی اور خطِ نسخ کے درمیان کی ایک کڑی ہے۔ قرونِ وسطیٰ (Middle ages) میں یہ خط ہندوستان اور اُس کے نواحی علاقوں میں رائج تھا۔ اس خط کی قابلِ ذکر خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی الفاظ کی طرح، اس میں الفاظ ایک دوسرے سے الگ اور قدرے فاصلے سے لکھے جاتے تھے۔ خطِ بہار کے بعض اور نمونے پاکستان نیشنل میوزیم کراچی میں بھی دستیاب ہیں (ملاحظہ ہو" دی اسلامک ریویو اکتوبر ۱۹۶۸ء" ص ص ۲۲ - ۲۸)۔ قرآن کریم کا یہ مخطوطہ فتح اللہ کشمیری کی تحریر ہے۔ سالِ کتابت ۶۳۵ھ (۱۲۳۷ء) ہے۔ یہ مخطوطہ رینچن شاہ کے مسلمان ہونے سے نوّے (۹۰) برس پہلے لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں اسلام حضرت بلبل شاہ سے بہت پہلے آچکا تھا، البتہ اسلام کو سرکاری حیثیت ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں حاصل ہوئی جب رینچن شاہ حضرت بلبل شاہ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔

۲۔ قرآن کریم نمبر ۲۔ سُنہری روشنائی سے تحریر قرآن مجید کا یہ نہایت ہی خوبصورت

اور دیدہ زیب مخطوطہ ہے۔ یہ روشنائی زعفران آمیز ہے۔ حواشی پر سنہرے بیل بوٹے ہیں۔ قرآنی متن کی اردگرد والی سطور آب زر سے تحریر ہیں۔ مخطوطہ کی جلد نہایت اعلیٰ درجہ کی پیپیر ماشی کی نقاشی کی حامل ہے۔ یہ نسخہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند کے وقت کی تحریر ہے۔ سال کتابت ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۵ء) ہے۔ کاتب کوئی شخص سید اسماعیل ہے۔

۳۔ قرآن مجید کا یہ مخطوطہ سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک ہے یعنی مکمل ہے۔ یہ بعہدِ نورالدین جہانگیر شہنشاہِ ہند منقول ہوا ہے۔ ناقل کوئی شخص میاں محمد مفتی ہے۔ تاریخ کتابت ۲۱ صفر ۱۰۲۵ھ مطابق جمعرات، ۲۹ فروری ۱۶۱۶ء ہے۔ مخطوطہ کا ابتدائی فولیو منقش ہے۔

۴۔ یہ بھی قرآن کریم کا مکمل نسخہ ہے۔ ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶ء) بعہدِ شاہ جہان نازک ابن یوسف کی نقل ہے۔ قرآن کریم کا یہ مخطوطہ استادانہ خطِ نسخ کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اعلیٰ درجہ کی نقاشی اور تذہیب کاری (سونے کا ملمع) کا حامل ہے۔

۵۔ سنہری حروف و جداول میں تحریر قرآنِ مجید کا نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت مخطوطہ ہے۔ اوّل سے لیکر آخیر تک آبِ زر سے تحریر ہے اور خطاطی و نقاشی اور تذہیب کاری کا کامل ترین نمونہ ہے۔

۶۔ قرآن کریم کا یہ مخطوطہ بھی انتہائی خوش خط اور صاف ہے۔ اس مخطوطہ کی قابلِ ذکر خصوصیت یہ ہے کہ یہ والئ دکن سلطان محمد قطب شاہ کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔ عنوان کے صفحہ پر ایک انتہائی خوش خط اور خوابنا مہر ثبت ہے جس کے الفاظ ہیں "بندۂ شاہ، سلطان محمد قطب شاہ"

خطاطی و خوش نویسی

دنیائے اسلام میں خوش نویسی و خطاطی مسلمانوں کا دل پسند اور محبوب مشغلہ رہا ہے۔ مسلمان سلاطین نے خاص طور پر اس فن کی سرپرستی کی ہے جس کی بدولت فن خوش نویسی و خطاطی

مسلمانوں میں کافی مقبول ہوا۔ اس چیز کے پیش نظر کاتبوں اور خطاطوں نے نہ صرف خوش خطی سیکھی بلکہ اپنی تحریروں کو بیل بوٹوں اور خوشنما تصاویر سے مزین و آراستہ بھی کیا۔ بہرکیف جموں و کشمیر اکادمی آف آرٹس کلچر اینڈ لینگویجز اس اعتبار سے بھی دولت مند ہے۔ ذیل میں اس قسم کے چند نسخوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ان میں وہ قرآنی مخطوطے شامل نہیں ہیں جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ وہ نسخے یہ ہیں: وصلیاتِ ابجد، مجموعۂ خطاطی، چہار سورہ، مثنوی مولوی معنوی، دیوان حُبّی، دیوان حافظ، نورس ملّا ظہوری ترشیزی، دیوانِ واقف لاہوری، گلستان و بوستان باتصویر، درودِ مستغاث، اورادِ ہفتہ، ساقی نامہ ظہوری، فتوح الحرمین باتصویر، صد کلمہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ، چارٹ نمبر ۱۲۷/۱ و ۱۲۷/۲۔

اس کے علاوہ کلچرل اکادمی کا یہ ذخیرہ علّامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، مکاتیب مہجور اور اُن کے روزمرہ کے روزنامچہ (ڈائری) پر بھی مشتمل ہے جس سے شاعر کشمیر کے نجی اور ذاتی معاملات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

پیش لفظ کے اخیر پر انتہائی ناشکرگذاری اور احسان فراموشی ہوگی اگر اس فہرست کی ترتیب و تیاری کے سلسلے میں ریاست جموں و کشمیر کے موجودہ مدبّر وزیر اعلیٰ عزت مآب جناب خواجہ غلام محمد شاہ بالقابہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخطوطات کی اس مفصّل فہرست (Descriptive catalogue) کی ترتیب و تیاری کا سہرا جناب موصوف کے سر ہے، جنہوں نے ریاست کی عنانِ حکومت سنبھالتے ہی کلچرل اکادمی کی تجویز پر یہ فہرست تیار کرنے کی منظوری دیدی اور راقم کے انتخاب پر آمادہ ہوتے ہوئے ریاست کے دیگر سابق دیگر وزرائے اعلیٰ کی طرح اپنی علم دوستی اور محبتِ وطن کا ثبوت دیا ہے، اور جو اگر ایک طرف ریاست جموں و کشمیر کی مادی ترقی میں کوشاں ہیں تو دوسری جانب اسلاف کے علمی و تمدنی سرمایہ سے بھی غافل نہیں ہیں۔ درحقیقت

یہ سب کچھ محبت اور کام سے لگن کا ثمرہ ہے، بقول حافظ شیرازی:

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی

بجز بنائے محبت کہ خالی از خلل است

اس فہرست کی تیاری کی پہل اکادمی کے سکریٹری ٹینگ صاحب نے کی اور اس طرح اکادمی کے طبلۂ عطار کی خوشبو کو شائقان تک پہنچانے کے علاوہ ان کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کی۔ وہ وقتاً فوقتاً برابر دلچسپی لے کر میرے ساتھ کام کی رفتار اور رُخ کے متعلق مشورہ کرتے رہے اور بعد میں انہوں نے مسودات کو ایک نظر دیکھا۔ اکادمی کے لائبریرین ریاض رفاعی صاحب نے بھی قدم قدم پر میری معاونت کی۔ میں اکادمی کا ممنون ہوں کہ اس نے حسبِ اقرار وقت سے زیادہ بھی مسودے کی تیاری کی معیاد بڑھانے سے گریز نہیں کیا اور میرا کام آسان بنا دیا۔

فقط۔

پروفیسر مولوی محمد ابراہیم ایم اے

ساکن کونڈہ بل رعناواری، سرینگر، کشمیر

بدھ، ۱۲ فروری ۱۹۸۶ء

مطابق ۲ جمادی الآخر ۱۴۰۶ھ،

نگارش یافت۔

قرآنِ شریف

تراجم، تفسیر اور قرائت

قرآن مجید

سنہری روشنائی سے تحریر قرآن مجید کا انتہائی خوبصورت مخطوطہ ہے۔ یہ روشنائی زعفران آمیز ہے۔ حواشی سنہرے بیل بوٹوں سے منقش ہیں۔ اور قرآنی متن کے اردگرد والی لکیریں بھی سنہری پانی سے کھینچی گئی ہیں۔ قرآن کریم کے غلاف کا پہلا ورق پیپر ماشی کی نقاشی کا حامل ہے۔ قرآن مجید کا ابتدائی فولیو حواشی اور وسط میں آسمانی اور سنہرے رنگ کی نقاشی اور بیل بوٹوں سے مزین ہے۔

مضمون قرآن مجید، زبان عربی، کاتب سید اسماعیل، تاریخ کتابت ۱۰۰۳ ہجری = ۱۵۹۵ء (ملاحظہ ہو قرآن کریم کا صفحۂ اخیر)، خط نسخ نہایت عمدہ اور فن کارانہ، کاغذ غالباً کشمیری

صفحات ۸۹۴، سطور فی صفحہ ۱۷،

تقطیع: ۲۰٫۴ × ۱۳ سنٹی میٹر۔

شروع: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(سورۂ فاتحہ) الحمد للہ رب العالمین۔

اخیر: (سورۂ الناس) من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

کاتب کا اختتامیہ:

در سنہ ۱۰۰۳ ہجری نبوی اتمام شد، بماہ مبارک سید اسمعیل

تتخذنا هزوا قال اعوذ بالله ان
اكون من الجهلين ۝ قالوا ادع لنا
ربك يبين لنا ما هي قال انه يقول
انها بقرة لا فارض ولا بكر عوان
بين ذلك فافعلوا ما تؤمرون ۝
قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما
لونها قال انه يقول انها بقرة
صفراء فاقع لونها تسر النظرين
قالوا ادع لنا ربك يبين لنا ما
هي ان البقر تشابه علينا وانا ان
شاء الله لمهتدون ۝ قال انه
يقول انها بقرة لا ذلول تثير
الارض ولا تسقي الحرث مسلمة
لا شية فيها قالوا الان جئت
بالحق فذبحوها وما كادوا يفعلون
واذ قتلتم نفسا فادرءتم فيها
والله مخرج ما كنتم تكتمون ۝

2- قرآن کریم

سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک قرآن کریم کا یہ ایک اور نسخہ ہے۔ لیکن پہلے نسخوں کے بالمقابل قدیم ہے۔

مضمون قرآن کریم، زبان عربی، ناقل میاں محمد مفتی، تاریخ نقل ۲۱ ماہ صفر ۱۰۲۵ھ (جمعرات، ۲۹ فروری ۱۶۱۶ء) بعہدِ نورالدین جہانگیر شہنشاہِ ہند، خطِ نسخ، ابتدائی فولیو منقش، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۵۰۳، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۷.۲ × ۵.۲ انچ ۱۵ سنٹی میٹر۔ سورتوں، رکوعوں اور سی پاروں کے نام سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔

شروع: الحمد للہ رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین۔

خاتمہ: الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

کاتب کا اختتامیہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تمت القرآن المجید بدست خطِ عاصی فقیر حقیر پرتقصیر میاں محمد مفتی غفر اللہ لہ ولوالدیہما بتاریخ بیست ویکم ماہ صفر موافق سنہ ۱۰۲۵ھ۔

عنوان کے صفحہ پر بھی کاتب کا نام اور تاریخ کتابت اس طرح درج ہے:

کتبہ میاں محمد مفتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ، ۲۱ ماہ صفر سنہ ۱۰۲۵ھ

3- قرآن کریم

قرآن کریم کی متعدد سورتوں کا انتہائی خوش خط اور قابلِ قدر مجموعہ ہے مخطوط

کی سب سے اہم اور قابلِ ذکر خصوصیت یہ ہے کہ یہ والیٔ دکن سلطان محمد قطب شاہ کی ملکیت میں رہ چکا ہے. ٹائٹل (عنوان) کے صفحہ پر ایک انتہائی خوش خط اور خوانا مہر ہے جس کے الفاظ ہیں: بندۂ نجف شاہ سلطان محمد قطب شاہ" مہر کے نیچے ۱۵۲۵ کا ہندسہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً سنہ بکرمی کے اس برس میں پہلی بار یہ مجموعۂ سُوَر سلطان محمد قطب شاہ کی لائبریری میں داخل ہوا تھا. سنہ عیسوی ۱۵۸۳ اور سنہ ہجری ۹۹۱ ہوتی ہے. قرآن کریم کی جن سورتوں پر یہ مجموعہ مشتمل ہے یہ ہیں: (۱) سورۂ یاسین (۲) سورۂ محمد (۳) سورۂ النسا (۴) سورۂ الملک (۵) سورۂ المرسلات (۶) سورۂ فلق اور سورۂ الناس.

مضمون الہامیات، زبان عربی، مُصنّف خدا تعالیٰ، زمانۂ الہام چھٹی صدی عیسوی، کاتب و ناقل نامعلوم، خطِ ثُلث (عربی خوش نویسی کا نادر و اعلیٰ ترین نمونہ) زمانۂ کتابت سولھویں صدی عیسوی کا آغاز، شروع سے لیکر اخیر تک سنہری جدولوں اور لکیروں کے مابین تحریر، لوح کا ورق پیپر ماشی کی نقاشی کا حامل. کاغذ غیر کشمیری، فولیوز ۱۴۲، سطور فی صفحہ ۹

تقطیع ۱۶½ × ۲۶½ سنٹی میٹر۔

ابتداء: یٰس والقرآن الحکیم، انک لمن المرسلین۔

اختتام: انک انت السمیع العلیم۔

ACC - 493

4- قرآن مجید

سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک قرآن مجید کی ایک اور نقل ہے رکوعات اور جزء لال روشنائی سے تحریر ہیں۔ بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کے ایک فولیو (سامنے کے دو صفحات) پر تحریر ہیں۔ یہ اور فولیو دوم کی لوح کتھئی رنگ کی نقاشی سے منقّش ہے۔ یہی کیفیت فولیو ۱۶۳ کی ہے۔

مضمون قرآن مجید، زبان عربی، کلام اللہ باری، کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ (سنیچر ۱۳ دسمبر ۱۸۸۷ء)، خط نسخ، کاغذ دیسی (کشمیری)، ہر سطر لکیروں کے درمیان تحریر، فولیو ۳۶۳، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۱٫۲ × ۱۸٫۱ سنٹی میٹر۔

ابتداء: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (دو سطور میں)

اختتام: من الجنۃ والناس

کاتب کا اختتامیہ : ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ

ACC - 345

5- قرآن کریم

تقریباً ڈیڑھ سیپارہ سے (شروع میں) نامکمل قرآنِ شریف کا نسخہ ہے۔ اسی قلم کا لکھا ہوا سورۂ الٓمٓ کا الگ سی پارہ اس کے ساتھ ملحق ہے۔ ایک عام مخطوطہ ہے، تاریخی اعتبار سے اس کی کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی۔

مضمون دینیات (کتب مقدسہ) زبان عربی، کلام الٰہی۔

کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خطِ نسخ معمولی، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۱۴، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۹،۱۲ x ۲۳، ۱۷ سنٹی میٹر

ابتدا (مجلد قرآن کی) : وھم یعلمون، اولٓئک جزاؤھم مغفرۃ من من ربھم و تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ونعم اجر العالمین۔ (صحیح العاملین)

اختتام : الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

کاتب کا اختتامیہ : اگر سہوی و خطائے رفتہ باشد قلم اصلاح جاری دارند، اجر آں ضایع نخواہد شد۔

ACC - 315

6- چہار سورہ

علاوہ سورۂ فاتحہ کے قرآن کریم کی حسب ذیل چار سورتوں کا انتہائی خوشخط مجموعہ ہے :

۱۔ سورۂ الانعام ورق ۲ سے ورق ۳۲ تک۔ یہ سورۃ مکّہ میں نازل ہوئی اور ۱۶۵ آیات ہیں۔

۲۔ سورۂ الکہف ورق ۳۳ سے ورق ۴۸ تک۔ یہ سورت بھی مکّی ہے اور ۱۱۰ آیات ہیں

۳۔ سورۂ سبا ورق ۴۸ سے ورق ۵۷ تک۔ یہ بھی مکّہ میں نازل ہوئی اور ۵۴ آیات ہیں۔

۴۔ سورۂ فاطر ورق ۵۷ سے ورق ۶۴ تک۔ مکّہ شریف میں نازل ہوئی تھی اور ۴۵ آیات پر مشتمل ہے۔

مضمون: الہامیات (قرآنِ کریم کا انتخاب) زبان عربی، کلام الٰہی، انتخاب کنندہ نامعلوم۔ زمانۂ انتخاب تیرھویں صدی ہجری کا آغاز (اٹھارویں صدی عیسوی کا اواخر) کاتب و تاریخ کتابت غیر مندرج، تاہم تیرھویں صدی ہجری کے آغاز (اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر) کی تحریر۔ مجموعہ کے ورق اوّل پر "مقیم" نام ایک شخص کی مہر جس پر مندرج سال ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء) ہے اور اسی سے اس کے سال کتابت کی تعیین ہوتی ہے اور غالباً مقیم ہی اس کا مالک اور کاتب رہا ہے۔ خطِ نسخ استادانہ اور خوش نویسی کا اعلیٰ نمونہ، صفحۂ اوّل منقش و مزیّن، اوراق پر سُنہری نُقطے، خوش نویسی کی لکیروں کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، فولیو ۶۴، سطور فی صفحہ ۹، تقطیع ½۱۲ × ½۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للّٰہ رب العالمین۔

اختتام: فاذا جاء اجلہم فان اللّٰہ کان بعبادہ بصیراً

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

چہار سورہ کے آغاز سے قبل تین اوراق اللہ تعالیٰ کے ستر اسمائے حسنیٰ کے حامل۔
ٹائٹل صفحہ پر حسب ذیل مضمون کی ایک بڑی سی گول مہر:

"حسبی اللہ نعم المعین الہی اشرفی کاشأ من معین الہی عن معین الدین فی الانام والدھور (وسطہیں) معینا اللہ فی الامور و محمد یشفعنا فی یوم النشور"۔ سال مہر ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) معین الہی غالباً مخطوطہ کا دوسرا مالک رہا ہے۔

7- قرآن مجید

سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک قرآن مجید کا ایک اور نسخہ ہے۔ سورتوں اور سی پاروں کے نام لال روشنائی سے مندرج ہیں۔ یہی کیفیت رکوعات کی ہے۔ فولیو اوّل اور فولیو ۲۰۲ پر بیل بوٹوں کی معمولی نقاشی ہے۔ فولیو ۲۰۲ کی نقاشی سورۂ الکہف چوتھے اور پانچویں صفحے سے متعلق ہے۔

مضمون قرآن مجید، زبان عربی، کلام الہی، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور تاہم تقریباً ایک سو برس قدیم کا نسخہ، کناروں پر پانی سے تری کے نشانات، خط نسخ کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۲۰۷، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۹،۳ × ۲۸،۱ سنٹی میٹر۔

آغاز: بسم اللہ الرحمان الرحیم، الحمد للہ رب العالمین۔

اختتام: الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

8- قرآن کریم مترجم

پارۂ دس کے نصف سے شروع ہوتا ہے، سورۂ واللیل کے اخیر تک

قرآن کریم کے کشمیر میں دستیاب نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ ہے۔ اس کے علاوہ ورق ۳۰ کے بعد دو اوراق سے، ورق ۳۶ کے بعد چھ اوراق سے، ۷۹ کے بعد تین اوراق سے، ۱۵۸ کے بعد چھ اوراق سے، ۱۶۵ کے بعد ایک ورق سے، ۲۰۸ کے بعد ایک ورق سے، ۲۱۸ کے بعد ایک ورق سے، ۲۲۷ کے بعد دو ورق سے، ۲۲۹ کے بعد چار اوراق سے، ۲۸۳ کے بعد ۹ اوراق سے، ۳۱۹ کے بعد ۴ اوراق سے، ۳۲۶ کے بعد ایک ورق سے اور ورق ۳۴۴ کے بعد دس اوراق سے نامکمل ہے۔ مخطوطہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ہر سیپارہ کے شروع میں فضایل اور تلاوت قرآن کریم کے متعلق حواشی پر حدیث مندرج ہے۔ چند صفحات خاص طور پر خوش خط اور سنہری حواشی سے آراستہ۔ قدامت کی وجہ سے سنہری رنگ ماند پڑ گیا ہے۔

مضمون قرآن کریم مترجم، زبان عربی و فارسی، کلام الہٰی، کاتب فتح اللہ کشمیری (ورق ۷۲ پر)، تاریخ کتابت سنہ ۶۳۵ ہجری (۱۲۳۸/۳۷ ء)، خط بہاری جو ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں افغانستان اور شمالی ہند میں مروج تھا۔

کاغذ بہت قدیم اور بھورے پتھر کے رنگ کا ہے ———

——— اوراق ۳۴۴ (۶۶۸ صفحات)، سطور فی صفحہ ۱۱، الفاظ انگریزی کی طرح الگ الگ تحریر، تقطیع ۱۷،۵ × ۲۳ سنٹی میٹر۔ کشمیر میں قرآن کریم کا سب سے قدیم دریافت شدہ نسخہ۔ اور غالباً سارے شمالی ہند میں قرآن کریم کا سب سے قدیم کاغذی نسخہ۔

اختتام: علیہم نار موصدۃ

کاتب کا نام اور تاریخ کتابت سورۂ اسرائیل سے پہلے (پارہ سبحان الذی) ورق ۷۲ پر اس طرح درج ہے:

فی سنۃ ستمایۃ وخمس وثلثین علی ید فتح اللہ الکشمیری

۹- قرآنِ مجید مترجم

قرآن کریم کا مترجم نسخہ ہے۔ سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک مکمل تیس پاروں پر مشتمل ہے۔ رکوعات (سیپاروں کے حصے) کی تعداد ۵۵۰ ہے۔

مضمون قرآن کریم مترجم، زبان عربی و فارسی (متن کی زبان عربی اور ترجمہ کی فارسی ہے)، مترجم نامعلوم، کاتب نازک ابن یوسف، سال کتابت ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۶/۱۶۵۵ء) خط نسخ عمدہ، ترجمہ بین السطور میں، فولیو اوّل انتہائی منقش، کاغذ دیسی (کشمیری) خطاطی و نقاشی کا اعلیٰ ترین نمونہ، فولیو ۶۶۰، سطور فی صفحہ ۱۶ (آٹھ متن قرآن کی اور آٹھ ترجمہ کی)، خوش خطی کی جدولوں کے مابین تحریر، تقطیع ۲۳،۸x۱۴،۷ سنٹی میٹر
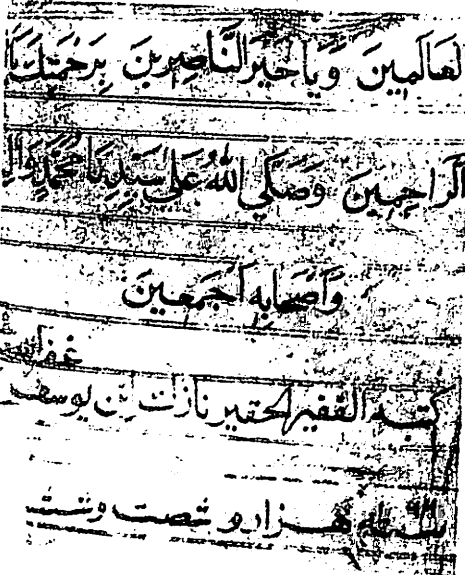
العالمین ویا خیر الناصرین برحمتک یا
ارحم الراحمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین
غفر لہ
کتبہ الفقیر الحقیر نازک بن یوسف
سنہ هزار و شصت و شش

ابتدا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین

اختتام: الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس۔

اس کے علاوہ اخیر پر درود اور دعائے ختم القرآن ہے۔

کاتب کا اختتامیہ:

کتبہ الفقیر الحقیر نازک بن یوسف غفر اللہ سنہ
هزار و شصت و شش۔ (۱۰۶۶ھ)

۱۵- قرآن مجید مطلّا مترجم

سورۂ الفاتحہ سے لیکر، سورۂ قل اعوذ برب الناس تک قرآن مجید کا ایک اور نسخہ ہے۔ شروع سے لیکر اخیر تک بین السطور میں مترجم ہے۔

پہلا سیپارہ فولیو ۱ سے فولیو ۱۴ تک، سیپارۂ دوم (۱۴ - ۲۸)، سیپارۂ سوم (۲۸ - ۴۲)، جزو چہارم (۴۲ - ۵۵)، جزو پنجم (۵۵ - ۶۹)، جزو ششم (۶۹ - ۸۴)، جزو

اللهم اشرح بالقرآن صدری واستعمل بالقرآن
بدنی ونور بالقرآن بصری واطلق بالقرآن
لسانی واعنی علیه ما ابقیتنی فانه لا حول
ولا قوة الا بالله العلی العظیم

ہفتم (۸۴ - ۹۸)، جزو ہشتم (۹۹ - ۱۱۳)، جزو نہم (۱۱۳ - ۱۲۷)، جزو دہم (۱۲۷ - ۱۴۰)، جزو یازدہم (۱۴۰ - ۱۵۴)، جزو دوازدہم (۱۵۴ - ۱۶۸) جزو سیزدہم (۱۶۸ - ۱۸۲)، جزو چہاردہم (۱۸۲ - ۱۹۶)، جزو پانزدہم (۱۹۶ - ۲۱۱)، جزو شانزدہم (۲۱۱ - ۲۲۵)، جزو ہفتدہم (۲۲۵ - ۲۳۸)، جزو ہشدہم (۲۳۹ - ۲۵۳)، جزو نوزدہم (۲۵۳ - ۲۶۹)، جزو بستم (۲۶۹ - ۲۸۳)، جزو بست و یکم (۲۸۳ - ۲۹۷)، جزو بست و دوم (۲۹۷ - ۳۱۲)، جزو بست و سوم (۳۱۲ - ۳۲۸)، جزو بست و چہارم (۳۲۸ - ۳۴۲)، جزو بست و پنجم (۳۴۲ -
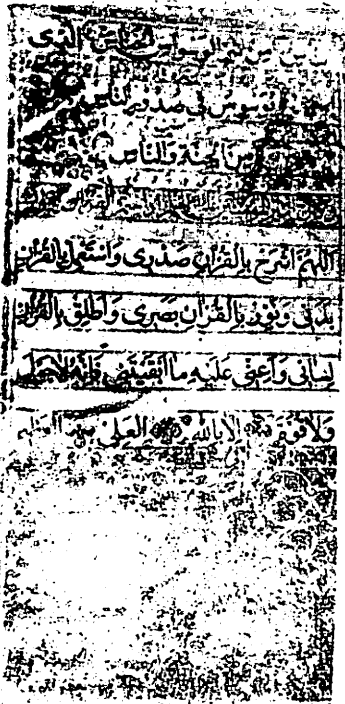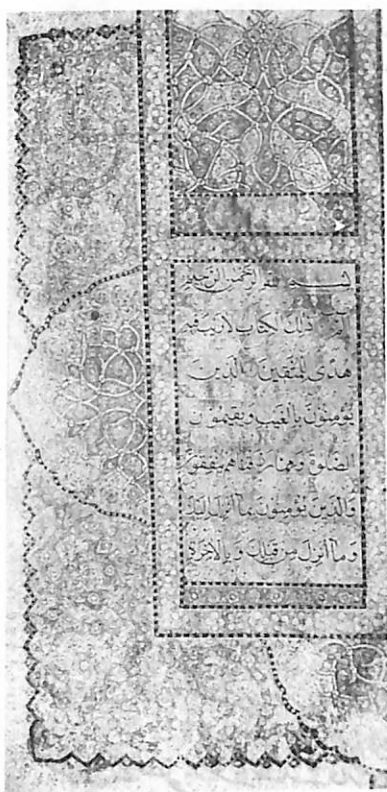
۳۵۸)، جزو بست و ششم (۳۵۸-۳۷۳)، جزو بست و ہفتم (۳۷۳-۳۸۸)، جزو بست و ہشتم (۳۸۸-۴۰۳)، جزو بست و نہم (۴۰۳-۴۱۹)، جزو سی ام (۴۱۹-۴۳۶)۔

مضمون قرآن کریم، زبان عربی و فارسی (متن عربی، ترجمہ فارسی) مترجم نامعلوم، ناقل نامعلوم، تاریخ نقل ۱۱۲۳ھ = ۱۷۱۱ء، خط نسخ و نستعلیق، انتہائی خوش خط، منقش و مطلّا، فولیو اول بے حد منقش، خطاطی و نقاشی کا نادر نمونہ، آبِ زر سے تحریر، شروع سے لیکر اخیر تک خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر، بعض فارسی تشریحات حواشی پر جا بجا تحریر، جلد بیل بوٹوں سے مزین پیپر ماشی کی جس سے قدیم آرٹ پر روشنی پڑتی ہے۔ کاغذ کشمیری، فولیو ۴۳۶، سطور فی صفحہ مع ترجمۂ فارسی ۲۴، تقطیع ۵ر۱۲ × ۶ر۲۲ سنٹی میٹر۔

شروع : سورة الفاتحة مكية وهى سبع آية، الحمد لله رب العالمين۔

اختتام : وكان امير المومنين عليه السلام اذا ختم القرآن يقول اللهم اشرح بالقرآن صدرى واستعمل بالقرآن بدنى ونور بالقرآن بصرى واطلق بالقرآن لسانى واعنّى عليه ما ابقيتنى فانه لاحول ولا قوة إلّا بالله العظيم۔

کاتب کا اختتامیہ: فی سنۃ ۱۱۲۳ھ صفحہ کا نچلا حصہ نیلے رنگ کے بیل بوٹوں سے منقش۔

ACC-47

۱۱:- انوار التنزیل و اسرار التاویل محشّٰی

المعروف بہ تفسیر بیضاوی کا مخطوطہ ہے۔ یہ مخطوطہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے شروع ہو کر سورۂ توبہ کی ۹۲ ویں آیت یا دسویں سیپارے کے اختتام تک کی تفسیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی مزید توضیح معلومات کیلئے بین السطور میں اور اوپر نیچے متعدد حواشی ہیں۔ کتاب ایک مختصر سے عربی مقدمہ کے بعد جسمیں مفسر نے علم تفسیر کی اہمیت اور سبب تفسیر کے بعد کتاب کا نام بیان کیا ہے۔ اصل مطلب یعنی بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر شروع کر دی ہے۔

مضمون تفسیر قرآن کریم، زبان عربی مفسر عبداللہ ابن عمر بن احمد یا محمد بن علی فارسی شیرازی بیضاوی، لقب ناصرالدین متوفی ۶۸۲ھ یا ۶۸۵ھ یا ۶۶۹ھ یا ۶۹۲ھ یا ۶۹۶ھ علی اختلاف روایات، زمانۂ تفسیر ساتویں صدی ہجری (۱۳ ویں صدی عیسوی) کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، عنوان کے صفحہ پر بخط شکستہ فارسی عربی زبان میں نوٹ جس کی رو سے مخطوطہ خالصتاً لوجہ اللہ تعالیٰ طالب علوم پر قدیم مالک کی طرف سے وقف کر دیا گیا ہے، مالک کا نام غیر مذکور، خطِ نسخ، قرآنی متن تحت السطور میں، کاغذ دیسی (کشمیری) صفحات ۷۵۰، سطور فی صفحہ ۲۴، تقطیع: ۱۳ × ۸ × ۲۴ سنٹی میٹر۔ شروع: الحمد للّٰہ الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا۔

اخیر: وطبع اللّٰہ علیٰ قلوبہم حتی غفلوا عن وخا العاقبۃ فہم لا یعلمون

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

نوٹ: تفسیر بیضاوی اپنی تالیف کے وقت سے لیکر اس وقت تک تمام ممالک اسلامیہ میں داخل نصاب عربی علوم رہی ہے۔ موجودہ وقت میں بھی کشمیر یونیورسٹی کے سب سے اونچے عربی امتحان مولوی فاضل میں داخل نصاب ہے۔ ہر زمانے میں اس کی متعدد شروح لکھی جا چکی ہیں۔ ان میں

سے سب سے مشہور حاشیہ مُلّا عبد الحکیم استانبول (ترکی) میں چھپ چکا ہے اور اس کا ایک مخطوط مدرسۂ سپہ سالار جدید تہران (ایران) میں زیر نمبر ۲۱۰۴ محفوظ ہے۔

12- تفسیر جلالین

شروع میں ایک ورق سے کم تفسیر جلالین کا دوسرا حصہ ہے جو سورۂ کہف سے اخیر قرآن تک ہے۔ اس تفسیر کو تفسیر جلالین (دو جلالوں کی تفسیر) کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص جلال الدین محمد بن احمد نے اوّلِ قرآن سے سورۂ کہف تک عربی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی تھی، لیکن اچانک موت نے تکمیل کی توفیق نہ دی، اس لئے جلال الدین دوم نے جو جلال الدین سیوطی کے نام سے مشہور ہے بعمر ۲۲ سالگی اُسی انداز پر سورۂ کہف سے لیکر اخیر قرآن تک عربی میں اسے مکمل کیا ہے۔ جلالین کا یہ دوسرا حصہ اسی موخر الذکر جلال الدین سیوطی کا ہے تفسیر جلالین کے متعلق مشہور ہے کہ یہ قرآن مجید پر صرف سات حروف زاید ہے یعنی لفظ بلفظ قرآن کی تفسیر ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان عربی، مُفسّر عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد جلال الدین سیوطی (متولّد غرّۂ رجب ۸۴۹ھ متوفی روز جمعہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ = اتوار، ۳ اکتوبر ۱۴۴۵ء - اکتوبر ۱۸، ۱۵۰۵ء)، ناقل غیر مذکور، تاریخ اتمام کتابت سنیچر، ۱ رجب المرجب ۱۲۶۵ھ ہجری (۹ جون ۱۸۴۹ء)، ناقل کے نوٹ کے مطابق اُس نے جلالین کی نقل ۱۵ رمضان کو شروع کی تھی، لیکن محرم سے جمادی الثانی تک بیمار رہا تھا، اس لئے چار ماہ میں اس کی تحریر تکمیل کو پہنچی۔ خطِ نستعلیق باریک، کاغذ کشمیری، اوراق ۲۰۱ (صفحات ۴۰۲)، سطور فی صفحہ ۱۸، تقطیع ۲۱٫۵ × ۱۴٫۵ سنٹی میٹر۔

ابتدائی الفاظ: احسن عملاً فیہ ای ازہلہ وانا لجاعلون ما علیھا صعیدا فنانا

اختتام: واللہ تعالیٰ اعلم

کاتب کا اختتامیہ: تم تحریر ہذا التفسیر الشریف الکریم بعون اللہ الغفور الرحیم فی یوم البست سابع عشر رجب المرجب ۱۲۶۵ھ وکان شروعہ فی خامس عشر من رمضان لکن کان کاتبہ علیلا من المحرم الی الجمادی الثانی فکان تمام تحریرہ فی اربعۃ اشہر

۱۳- تفسیر سورۂ یٰسٓ

قرآن کریم کی ۳۶ ویں سورۃ کی تشریح و تفسیر ہے۔ ابتداء میں حروف مقطعات کے رموز کے بیان کے بعد سورۂ یٰسٓ اور اُس کے فضایل کا بیان ہے۔ پھر حسب دستور آیات کی لغوی اور معنوی تحقیق کی گئی ہے۔ یہ تفسیر کتب معتبرہ مثلاً ینابیع، تفسیر ماوردی، بحر الحقایق پر مبنی ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی نثر، مُفَسِّر نامعلوم، زمانۂ تفسیر نامعلوم، کاتب غلام مصطفیٰ، ساکنہ قصبۂ بجیارہ پرگنۂ دچھن پارہ، تاریخ کتابت جمعرات، ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۴ہجری (۱۲ اپریل ۱۸۷۷ء)، خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، اوراق ۱۷، سطور فی صفحہ ۱۷۔ تقطیع: ۸، ۱۱ × ۱۹½ سنٹی میٹر۔

آغاز: یٰسٓ در ینابیع آوردہ کہ حروف مقطعہ سریست از ہزار خانۂ غیب۔

اختتام: و وعدۂ دوستانست و وعید دشمنان کہ اینانرا اشد العقاب اوست ومحباں را طوبیٰ بہم و حسن۔

کاتب کا اختتامیہ: " تمت ہذہ التفسیر الشریف فی شرح سورۂ معظم و مکرم

شافع الامم چہ از پیشین ویسین المسمّیٰ بہ تفسیر سورۂ یٰسٓ بعون خالق السّمٰوات والارضین فی یوم الخمیس و وقت الاسعد فی التاریخ ستہ و عشرین من شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۹۴ھ بید فقیر الحقیر غلام مصطفیٰ سکنہ قصبہ بجبارہ پرگنۂ دچھن پارہ۔"

۱۴۔ تفسیر شاہ سعید اللہ

سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک قرآنِ کریم کا لفظ بلفظ فارسی ترجمہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے ترجمہ کرتے وقت عربی تفسیر جلالین کو ملحوظ نظر رکھا ہے جو بجائے تفسیر کے قرآن کریم کا عربی میں لفظ بلفظ ترجمہ ہے، اور جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قرآنی متن سے صرف سات حروف زیادہ ہے۔

مضمون تفسیر (ترجمہ) قرآن، زبان فارسی، مترجم میر سید سعید اندرابی کشمیری فرزند میر سید جمال الدین اندرابی (۱۲۲۱ھ - ۱۲۸۲ھ = ۱۸۰۶ - ۱۸۶۵ء)

تاریخ تحریر: بیس ۱۶ جمیدالثانی سنہ ۱۲۶۶ ہجری سے ۸ شعبان سنہ ۱۲۶۶ ہجری تک۔ (۲۹ اپریل ۱۸۵۰ء سے ۱۸ جون تک)، مترجم کا خود نوشت "تفسیر شاہ سعید اللہ" ترجمہ کا تاریخی نام ہے (۱۲۶۶ھ) جو شیخ احمد تارہ بلی متوفی ۱۲۷۸ھ کا تجویز کردہ ہے۔ خط نستعلیق معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری) فولیو ۳۴۴ (صفحات ۸۸۶) سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۴٫۵ × ۲۲٫۵ سنٹی میٹر۔

شروع: اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ اعوذ می پناہم باللّٰہ بخدا من از شیطان شیطان الرجیم راندہ شدہ۔

اختتام: الذی آنکہ یوسوس وسوسہ می افگند فی در صدور سینہا الناس
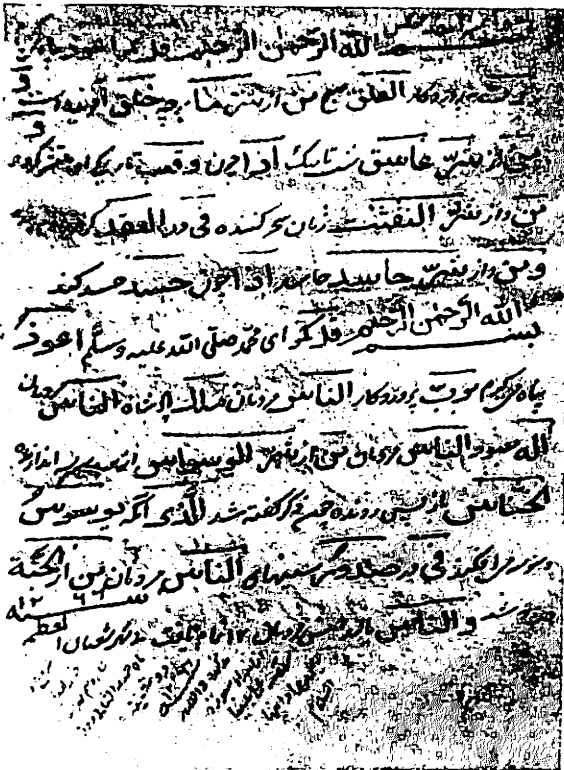
مردمان من از الجنة جن باشد
والناس یا از جنس مردمان ۱۲
کاتب کا اختتامیہ: تمام
یافت ۷ (۷) شہر شعبان المعظم
۱۲۶۶ھ۔ شروع در تحریر اوراق
شانزدہم شہر مبارک ماہ جمید الثانی
بروز دوشنبہ ۱۲۶۶ھ
مخطوط غیر مطبوعہ ہے اور
نادر ہے۔ غالباً یہی ایک نقل
کشمیر میں دستیاب ہے۔
موجودہ معلومات کے
مطابق یہ غالباً کسی کشمیری کے قلم سے فارسی میں کلام مجید کا پہلا ترجمہ ہے۔

ACC -295

تفسیر قرآن =15

سورۂ یاسین، سورۂ اذا وقعت، سورۂ انا فتحنا، سورۂ فاتحہ اور سورۂ الملک کی آخر کتاب (قرآن) تک تفسیر ہے۔ ان میں سے پہلی تین سورتوں کی تفسیر ترکی زبان میں تھی اور مترجم نے انہیں جامۂ فارسی پہنا دیا ہے۔ البتہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک تا آخر کتاب براہ راست مترجم کا فارسی ترجمہ ہیں۔ پہلی تین سورتیں مترجم نے اپنی منشاء سے اور باقی دو یعنی سورۂ فاتحہ

اورسورۂ ملک تا آخر کتاب دوست و احباب کی التماس پر فارسی میں منتقل کی ہیں۔ مقصود خاص و عام کو نفع پہنچانا تھا۔ درحقیقت آخری سورات کی تفسیر و ترجمہ تیسیر، کشاف اور کواشی اور دیگر فارسی تفاسیر کا انتخاب ہے' اور اس لئے مترجم کا ترجمہ کی جدت و اختراع میں اپنا کوئی دخل نہیں ہے۔ ترتیب تفسیر حسب ذیل ہے:

۱۔ سورۂ یاسین، سورۂ اذا وقعت اور سورۂ انا فتحنا کی تفسیر فولیو ایک سے فولیو ۲۰ تک۔

۲۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک کی آخر قرآن تک تفسیر فولیو ۲۲ سے فولیو ۱۰۹ تک۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی نثر، مترجم یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن الغزنوی ثم الجرخی ثم السرزی' زمانۂ ترجمہ نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی)' ناقل محمد طیب ابن محمد شیخ، سال کتابت ۱۰۵۵ھ (۱۶۴۵ء)' خط نستعلیق و نسخ، کاغذ کشمیری' فولیو ۱۰۹، سطور فی صفحہ ۲۳، فولیو اوّل پر لوح منقش و مزین، تقطیع ½ ۱۵ × ۸، ۲۲ سنٹی میٹر

آغاز: الحمد للّٰہ رب العالمین الذی خلق جماعۃ من الناس سعداء فی بطون الامہات۔

اختتام: توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین۔

کاتب کا اختتامیہ: تمت ھذہ الرسالۃ الشریفہ علیٰ ید العبد الضعیف النحیف الراجی الیٰ کرمہ اللّٰہ الباری محمد طیب ابن محمد شیخ .... غفراللّٰہ ذنوبہما سنہ ۱۰۵۵ (۱۰۵۵ھ)

ACC – 300

16- تفسیر قرآن

سورۂ الحمد سے سورۂ والناس تک بلا نام کی تفسیر قرآن و ترجمہ ہے۔ مترجم نے

بلا کسی تمہید اور مقدمہ اور اپنے آپ سے تعارف اور اُن اسباب کے جن کی بدولت تفسیر لکھی گئی ہے، آغاز ترجمہ وتفسیر شروع کر دی ہے۔ باوجود مترجم کی گمنامی کے یہ تفسیر تحت اللفظ ہے اور طویل اور دور از کار قصص و حکایات سے خالی ہے جو قرآنِ کریم کے بہت سے مُفسرین کی عام روش ہے۔

مضمون تفسیرِ قرآن، زبان فارسی نثر، مترجم نامعلوم، زمانۂ ترجمہ نامعلوم، ناقل و تاریخ کتابت نامعلوم، تاہم اندازاً دوسو برس قدیم کی تحریر، خط نسخ و نستعلیق (قرآنِ کریم کا خط نسخ اور تفسیر کا خط نستعلیق باریک)، قرآنی آیات سُرخ روشنائی سے، کاغذ کشمیری، پہلا صفحہ دوسرے قلم سے بعد کی نہایت تازہ تحریر، فولیو ۳۶۰ (صفحات ۷۲۰)، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۰½ × ۲۰ سنٹی میٹر۔

آغاز : بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین۔ می آغازم بنام خدائے بخشاینده مہربان۔

اختتام : الذی آنکہ وسوسہ می افگند در سینہ ہائے مُردمان من الجنۃ والناس از جنس جن باشد یا از جنس مردمان۔

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

مخطوطہ مکمّل اور دُرست حالت میں ہے۔

ACC - 230

۱۷- تفسیر مدارک التنزیل رُبع ثالث

سورۂ کھیٰعص سے سورۂ والصافات (نامکمل) تک قرآن کریم کی تفسیر و شرح

ہے. تفصیل حسب ذیل ہے:

۱. تفسیر سورۂ کھیعص (اس کا دوسرا نام سورۂ مریم بھی ہے)، صفحہ ۲ سے صفحہ ۳۲ تک۔

۲. تفسیر سورۂ طٰہٰ ص ۳۲ سے ص ۶۷ تک۔

۳. تفسیر سورۂ انبیاء ص ۶۷ سے ۹۷ تک۔

۴. تفسیر سورۂ الحج ص ۹۷ سے ص ۱۲۷ تک۔

۵. تفسیر سورۂ المومنون ص ۱۲۷ سے ص ۱۵۰ تک۔

۶. تفسیر سورۂ النّور ص ۱۵۰ سے ص ۱۸۶ تک۔

۷. تفسیر سورۂ الفرقان ص ۱۸۶ سے ص ۲۱۳ تک۔

۸. تفسیر سورۂ الشعراء ص ۲۱۳ سے ص ۲۴۳ تک۔

۹. تفسیر سورۂ النباء ص ۲۴۳ سے ص ۲۷۷ تک۔

۱۰. تفسیر سورۂ القصص ص ۲۷۷ سے ص ۳۳۵ تک۔

۱۱. تفسیر سورۂ الروم ص ۳۳۵ سے ص ۳۵۳ تک۔

۱۲. تفسیر سورۂ لقمان ص ۳۵۳ سے ص ۳۶۴ تک۔

۱۳. تفسیر سورۂ التنزیل ص ۳۶۴ سے ص ۳۷۱ تک۔

۱۴. تفسیر سورۂ الاحزاب ص ۳۷۱ سے ص ۴۰۵ تک۔

۱۵. تفسیر سورۂ السباء ص ۴۰۵ سے ص ۴۲۶ تک۔

۱۶. تفسیر سورۂ الملٰیکہ ص ۴۲۶ سے ص ۴۴۴ تک۔

۱۷. تفسیر سورۂ یٰسٓ ص ۴۴۴ سے ص ۴۶۰ تک۔

۱۸. تفسیر سورۂ الصافات ص ۴۶۱ سے ص ۴۸۰ تک۔ اخیر سے قدرے نامکمل۔

مضمون تفسیر، زبان عربی نثر، مفسر نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب و ناقل ابتداء اور انتہا سے نامکمل ہونے کے باعث نامعلوم، خطِ نسخ معمولی، صفحات ۸۰، سطور فی صفحہ ۱۹، کاغذ غیر کشمیری، مخطوطہ جیسا کہ ٹائٹل صفحہ کی مہر سے ظاہر ہے ۱۲۸۶ھ میں غفور شاہ نقشبندی کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔ تقطیع ۱۴ × ۲۶ سنٹی میٹر۔

آغاز : سورة مریم مکیة وھی تسع وتسعون آیة۔

اختتام : ام لکم سلطان مبین حجة نزلت علیکم۔ (اس کے بعد من السماء کی رکاب ہے جو اگلے صفحہ کا آغاز ہے اور یہ اس مجموعہ میں موجود نہیں ہے)

ACC-34

18- تفسیر مواہب علیہ

اس کا مشہور نام تفسیر حسینی ہے۔ مواہب علیہ یا تفسیر حسینی کا یہ حصہ سورۂ یونس (گیارھواں سیپارہ) سے شروع ہو کر سورۂ العنکبوت (۲۱ ویں سیپارہ) کے اخیر تک ہے۔ مخطوطہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قرآنی متن، سورتوں اور سیپاروں کے نام لال روشنائی سے تحریر ہیں۔ مخطوطہ کی لوح یا سرِ ورق (نصف حصہ) پیپر ماشی کا منقش ہے اور شروع سے لے کر اخیر تک خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی، مفسر حسین ابن علی بیہقی واعظ الکاشفی، تاریخ تصنیف ۲ شوال ۸۹۹ہجری (اتوار، ۶ جولائی ۱۴۹۴ء)، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم کشمیری خوش نویس، خط نستعلیق و نسخ عمدہ و استادانہ، کاغذ دیسی (کشمیری) صفحات ۹۰۹، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۶٫۶ × ۲۹٫۳ سنٹی میٹر۔

شروع: سرورق کی چوٹی پر بخطِ نستعلیق" ہوالمستعان": بسم اللہ کے بعد
" حروف مقطعۃ بقول ابن زید رحمۃ اللہ علیہ اسامی سوراند"

اخیر: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

کاتب کا اختتامیہ:

ہر کہ خواند دُعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

والدُّعا، مُدَّعا

اخیر کے علیحدہ ورق پر" مالکانِ مجازی م۔ع ۱۷ شہر رجب ۱۳۰۸ھ ہجری ۱۸۹۱/۱۸۹۰ء

۱۹- تفسیر مواہب علیہ

اس کا دوسرا عام فہم نام تفسیر حسینی بھی ہے۔ سلطان حسین بایقرا والیٔ خراسان کے وزیر علی شیر نوائی کے نام معنون ہے۔ علی شیر نوائی ترکی اور فارسی کا زبردست شاعر تھا، اور اس کے ساتھ ہی محب علماء وفضلاء بھی۔ تفسیر مواہب علیہ کا یہ مخطوط سورۂ کھٰیٰعص سے شروع ہو کر سورۃ الناس تک کی جامع تفسیر ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی نثر، مُفسّر حسین الواعظ الکاشفی، تاریخ تصنیف ۲ شوال ۸۹۹ ہجری، فقرہ" دوم ز شہر شوال" تاریخ تصنیف ہے (۶ جولائی اتوار ۱۴۹۴ء)، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق ونسخ، کاغذ دیسی (کشمیری) صفحات ۷۳۲، لوح منقّش، سطور فی صفحہ ۲۳، تقطیع: ۱۸ × ۵ ، ۳۰ سنٹی میٹر۔

شروع: در مواھب صوفیا بادیۂ از مواھب آلہی کہ بر حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی

قدس سرّہ فرود آمدہ، مذکور است۔

اختتام: رباعی:

با خامہ کہ ایں نامۂ اقبال نوشت	انجام سخن بایمن الفعال نوشت
گفتم مہ و سال روز تاریخ نویس	فی الحال "دوم ز شہر شوال" نوشت

کاتب کا اختتامیہ: بغایت رسید و نہایت انجامید کتاب تفسیر مواہب علیّہ از جملہ تصنیفات حضرت ولایت منزلت، متعالی منقبت مولانا و سیّدنا و مخدومنا سلطان مماالک الفضایل برہان مسالک الفواضل العالم بالاصول والفروع الجامع المنقول والمشروع، کمال الحق والحقیقۃ والتقوی الحسین الواعظ الکاشفی قدس سرّہ الزکیّۃ وافاض علی تربتہ المراحم الربانیہ۔

۲۰- تفسیر مواہب لدنیہ

سورۂ فاتحہ سے سورۂ والناس تک قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ دارالسلطنت کابل میں مبلغ تین تومان (کابل کا سکّہ) اور سات روپوں میں خرید کی گئی ہے۔ اصل تفسیر سے پہلے بطور تمہید و مقدمہ حسب ذیل فصول ہیں:

۱۔ فصل اول در بیان فضل قرآن مجید۔

۲۔ فصل دوم در بیان سنن و آداب و آداب قرأت۔

۳۔ فصل سیوم در بیان حقوق قرآن برقاری۔

۴۔ فصل چہارم فی تفصیل آیات القرآن۔

۵۔ فصل پنجم در بیان آنکہ قرآن جامعست مر علم اوّلین و آخرین را۔

۶۔ فصل ششم در بیان قومی کہ در اسرار و معانیٔ قرآن خیرہ شدند بسبب

تیرگیٔ عقل و قلت فہم۔

جاننا چاہیئے کہ تفسیر کا نام مواہب لدنیہ ٹائیٹل صفحہ پر درج ہے، کتاب کے اندر سے اس کی شہادت دستیاب نہیں ہے۔ البتہ جو نام اندرونی شہادت سے مفہوم ہے وہ "تنزیہہ تنزیل از ذخارف تاویل" ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی نثر، نام مفسر نامعلوم، زمانۂ تفسیر نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم تین سو برس کا قدیم نسخہ، خط نسخ، کاغذ غیر کشمیری، مخطوطہ کابل سے کشمیر پہنچا ہے، غالباً عہد افاغنہ (۱۱۶۶ھ - ۱۲۳۵ھ = ۱۷۵۳ء-۱۸۱۹ء) میں۔ فولیو ۶۶۹ (صفحات ۱۳۳۸)، سطور فی صفحہ ۲۳، سنہری لکیروں کے مابین تحریر، آیات قرآنی اور دیگر عنوانات لال روشنائی سے تحریر۔ تقطیع ۱۶ × ۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز: ذکر اللہ اعلیٰ و بالتقدیم اولیٰ۔

اختتام: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول محمد۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

۲۱/۱ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر جلد اوّل

اس کا دوسرا مشہور و معروف نام تفسیر حسینی بھی ہے۔ یہ تفسیر نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی) کے مشہور علم دوست وزیر علی شیر نوائی کے نام معنون ہے۔ علی شیر نوائی علاوہ اپنے عہد کے دیگر علماء کی سرپرستی کے مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ ہجری (۱۴۹۲ء) کا خاص طور پر مربّی تھا۔ اسی علی شیر نوائی کے نام پر تفسیر

کا نام جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر ہے۔ تفسیر کا تیسرا نام مواہب علیہ بھی ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان عربی و فارسی (متن کی زبان عربی، تفسیر کی فارسی)

کلام الٰہی، مفسر حسین واعظ الکاشفی، تاریخ آغاز تصنیف غرۂ محرم المکرم ۸۹۷ھ ہجری (جمعہ ۴ نومبر ۱۴۹۱ء) کاتب محی الدین۔ تاریخ کتابت ربیع الآخر ۱۲۳۲ھ (فروری ۱۸۱۷ء)

خط نستعلیق و نسخ، کتاب کی لوح اور فولیو اوّل سنہری منقش، خوش نویسی کی سنہری جداول کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، فولیو ۷۶۸، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۴ × ۲۵ سنٹی میٹر۔

شروع:

بعد از تمہید قواعد محامد الٰہی و تاسیس مبانی ثنا خوانی

ختم: نعوذ باللہ من الریا و نعتصم بہ من وقوع الزلل۔

کاتب کا اختتامیہ: تمام شد جلد اوّل مواہب علیہ تالیف مولانا حسین الواعظ الکاشفی بہ اللہ تعالیٰ بر دست بندۂ جامی فقیر حقیر محی الدین غفر اللہ لہ و لوالدیہ و احسن الیہما فی شہر ربیع الآخرین ۱۲۳۲ھ ہجری۔

ACC-110/2

21/2 جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر

سورۂ کھیعص سے اخیر قرآن تک تفسیر حسینی یا مواہب علیہ کا مخطوطہ ہے مصنف نے یہ تفسیر میر علی شیر نوائی کے نام سے معنون کرنے کے باعث اس کا نام جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر رکھا ہے۔ اختتام پر مصنف کے فرزند علی المتخلص بہ صفی کی رباعی ہے جو تفسیر کی تاریخ اختتام بتاتی ہے۔

مضمون تفسیر، زبان عربی و فارسی (متن کی عربی اور تفسیر کی فارسی) مفسر حسین

واعظ الکاشفی، تاریخ اتمام ۲ ماہِ شوال ۸۹۹ھ ہجری (انوار جولائی ۱۴۹۴ء) "دوم زشہر شوال" تاریخ ہے۔ کاتب محی الدین، تاریخ کتابت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ (جمعرات یکم فروری ۱۸۱۸ء)، خط نستعلیق و نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۲۳، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۴ × ۲۵ سنٹی میٹر۔

شروع : کھیعص در مواہب صوفیان بادیہ از مواہب الٰہی کہ بر حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی۔

ختم : فی الحال دوم زشہر شوال نوشت۔

مخطوط کا فولیو اول مزیّن و منقش ہے۔

کاتب کا اختتامیہ : حسب الامر منبع مروّت و سخا مصدر صدق و صفا بابا محمد یحییٰ چشتی ...... بردست جانی پر تقصیر الراجی الیٰ ہدایت اللہ محی الدین غفر اللہ لہ بتاریخ بیست و دوم شہر صفر المظفر ۱۲۳۳ھ یکہزار و دوصد و سی و سہ صورت اتمام یافت۔

۲۱/ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر جلد اوّل

المعروف بہ تفسیر حسینی کا یہ مخطوط ابتدائی سترہ سی پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اٹھارویں سی پارہ کی چند آیات کی تفاسیر کا حامل ہے تفسیر ایک اور نام مواہب علیّہ بھی ہے۔ تفسیر حسینی کا موجودہ مخطوط ۴۴ عنوانات کے مقدمہ پر مشتمل ہے۔ جس میں قرآن کریم کے متعلق مباحث کا بیان ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی و عربی، مفسّر حسین واعظ الکاشفی ہراتی

تاریخ آغاز تصنیف غرّۂ محرم الحرام ۸۹۷ھ (جمعہ ۴، نومبر ۱۴۹۱ء)

کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، ابتداء سے ناقص، خط نسخ، کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۷۳۵، سطور فی صفحہ ۲۵، تقطیع ۱۶.۵ × ۲۸ سنٹی میٹر۔

شروع : چوں علم طب نسبت با علم بیطرہ کہ موضوع اول بدن انسانست۔

ختم : والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

22- جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر

اس کا دوسرا مشہور نام عروس اور تیسرا نام مواہب العلیہ ہے۔ یہ تفسیر جیسا کہ مقدمہ سے ظاہر ہے امیر علی شیر نوائی وزیر سلطان حسین میرزا بایقرا کے نام سے معنون ہے۔ جواہر التفسیر چار مجلدات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں پہلی جلد مکمل کی گئی تھی جو معرض قبول میں واقع ہوئی تھی۔ باقی تین جلدیں عوایق اور موانعات کے باعث تشنۂ تکمیل رہیں۔ بالآخر یہ کام بھی غرّۂ محرم الحرام ۸۹۷ھ ہجری میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جواہر التفسیر کا موجودہ اور زیر بحث نسخہ سورۂ فاتحہ سے لیکر سورۂ النحل (چودھواں سیپارہ) کی آیت ۹۰ تک ہے۔ جواہر التفسیر کے دو قلمی نسخے کتب خانہ مدرسۂ سپھسالار جدید تہران (ایران) میں زیر نمبر ۱۹۴۸ اور ۱۹۴۹ محفوظ ہیں۔

مضمون تفسیر قرآن (پہلے چودہ سیپاروں تک) زبان فارسی نثر، مفسّر حسین بن علی بیہقی سبزواری الاصل، کاشفی التخلص، واعظ الشہرت، کمال الدین لقب متوفی ۹۱۰ھ

(۱۵۰۵/۱۵۰۴ء) در تہران، تاریخ تصنیف غرۂ محرم الحرام ۹۱۰ھ (جمعہ نومبر ۱۴۹۱ء)
کاتب و تاریخ کتابت اچانک ختم ہوجانے کے باعث نامعلوم، تاہم اندازاً تین سو سے
چار سو برس تک کا قدیم مخطوطہ، خطِ نسخ، کاغذ غیر کشمیری (غالباً ولایتی) (افغانستانی)،
فولیو ۳۱۵، سطور فی صفحہ ۲۶، قرآنی آیات لال روشنائی سے، لوح بطرز پیپر ماشی منقش اور
اُسی میں بجائے بسم اللہ کے کتاب کا نام سنہری حروف میں تحریر، تقطیع ½ ۱۶ × ½ ۲۸ سنٹی میٹر۔
ٹائیٹل اور اخیر کے صفحہ پر "الراجی حسین محمد" نام کی دو مہریں ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) کی نظر سے
گذری ہوئی۔

آغاز : بعد از تمہید قواعد محامد الٰہی و تاسیس مبانی ثنا خوانی حضرت رسالت
پناہی علیہ و آل صحبہ صلوۃ مصئونۃ عن التناہی۔

اختتام : واحسان انکہ مرنوع نیکوئی کہ توانی قولاً وفعلاً باخلق بجاے آری
ذی القربٰی۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ACC-487

23- قرآن مجید

رموز و علامات کا حامل قرآن مجید کا ایک اور نسخہ ہے۔ حواشی پر قرآنی آیات کی مختلف
قرأت کی تصریح ہے۔ یہ علامات کہیں تو لال روشنائی سے اور کہیں کالی روشنائی سے تحریر ہیں۔
حسب دستور رکوع اور سی پاروں میں منقسم ہے۔

مضمون قرآن کریم، زبان عربی، کلام الٰہی، سال کتابت غیر مذکور، نام کاتب غیر مذکور،

تاہم اندازاً دوسو برس قدیم کی تحریر، خطِ نسخ معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری)، شروع سے لے کر اخیر تک مشینی کاغذ سے کناروں پر مرمت شدہ، متن بالکل محفوظ، فولیو ۲۲۶، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۴×۸ و ۲۰ سنٹی میٹر۔

شروع : الحمد للّٰہِ رَبِّ العالمین، اَلرَّحمٰنِ الرَّحیم۔

خاتمہ : اَلَّذِی یُوَسوِسُ فِی صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ACC-347

۲۴ - کاشُر تفسیر

قرآن مجید کے آخری سیپارے (عم یتسائلون) کی تفسیر و ترجمہ ہے۔ مترجم نے حسب رسم مقدمہ میں ترجمہ قرآن کی مشکلات کا ادّعا کیا ہے، اور پھر بتایا ہے کہ دوست واحباب کے اصرار سے یہ مشکل کام ذمّہ لینے پر مجبور ہوا ہے۔ مقصود تمام قرآن مجید کا ترجمہ کرنا ہے، تاہم آغاز پارۂ عمّ کے ترجمہ و تفسیر سے کیا ہے۔ ابتدائی چند اوراق میں ترجمہ حد سے زیادہ کانٹ چھانٹ کا حامل ہے۔ ایک جگہ سے کاٹ کر وہی بات آگے چل کر قدرے ردّو بدل کے ساتھ دوبارہ لکھی گئی ہے مترجم کے مطابق ترجمہ کے دو نام ہیں، ایک کاشُر تفسیر اور دوسرا "نخلِ باغ مراد"۔ دوسرا تاریخی نام ہے اور حروفِ جمل کے اعتبار سے اس فقرہ کی قیمت ۱۹۲۸ ہے اور یہی اس کی تاریخ ترجمہ ہے۔ مضمون ترجمہ و تفسیر قرآن، زبان کشمیری نثر، مترجم محمد نور الدین قاری ابن علّامہ صدر الدین مرحوم وازہ پوری سرینگر کشمیر معلّم گورنمنٹ ہائی سکول سرینگر، سال ترجمہ ۱۹۲۸ء عید الفطر ۱۳۴۶ھ، خطِ نستعلیق معمولی، مترجم کا خود نوشت، کاغذ مشینی، صفحات ۶۹،

سطور فی صفحہ ۲۲، تقطیع ۱۵½ × ۴، ۲۰ سنٹی میٹر۔ موجودہ نسخہ مترجم کی پریس کو ارسال کی گئی کاپی ہے۔ دنیا میں واحد نسخہ ہے۔

آغاز: الحمد للّٰہ الذی انزل القرآن علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔

اختتام: تہ مہ دہ اسیہ پٹ غلبہ۔ آمین یارب العالمین، تمت بالخیر۔

ACC-26

25- تفسیر قرآن

کتاب جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر المعروف بہ تفسیر حسینی، قرآن کریم کی فارسی میں مشہور و معروف تفسیر ہے مفسر ملا حسین واعظ کاشفی مؤلف "انوارِ سہیلی" اور اخلاقِ محسنی ہیں۔ کتاب کے دیباچے کے مطابق تفسیر مذکور چار جلدوں پر مشتمل ہے، لیکن تفسیر کا موجودہ مخطوطہ پہلی دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اخیر سورۂ کہف تک کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ یہ تفسیر مفسر نے غرۂ محرالحرام ۸۹۷ھ (جمعہ، ۴ نومبر ۱۴۹۱ء) بہ ایمائے ملہم غیبی کرنا شروع کی۔ ملا حسین واعظ کاشفی ہراتی ۹۱۰ھ (۱۵۰۵ء) کو انتقال کر گئے۔

جواہر التفسیر یا تفسیر حسینی کا زیر بحث نسخہ نہ صرف نادر بلکہ انتہائی قدیم بھی ہے اس کے آخری حصے کی کتابت اواخر ذی الحجہ ۹۵۳ھ (مارچ ۱۵۴۶ء) میں کسی شخص محمد الکازرونی کے قلم سے ایران کے قصبہ اسلام آباد میں ہوئی۔ یہ امر اس بات کا شاہد ہے کہ اس سے پہلے کا حصہ بھی اسی وقت یا اُس سے پہلے کی کتابت ہے۔ پہلے اور دوسرے قلم کی کتابت میں اتنی زیادہ مماثلت ہے کہ ایک کو دوسرے سے ممتاز نہیں کیا جا سکتا۔ تقسیم اجزاء یوں ہے:

الجزء الاول (فولیو ۱ ـــــ ۲۴)

الجزؤ الثانی (فولیو ۲۴ ۵۲)

الجزؤ الثالث (فولیو ۵۲ ۸۳)

الجزؤ الرابع (فولیو ۸۳ ۱۱۳)

الجزؤ الخامس (فولیو ۱۱۳ ۱۴۱)

الجزؤ السادس (فولیو ۱۴۱ ۱۶۵)

الجزؤ السابع (فولیو ۱۶۵ ۱۹۳)

جزو ۸ (فولیو ۱۹۳ ۲۱۸)

جزو ۹ (فولیو ۲۱۸ ۲۴۸) اس جزو کی روشنائی بعض مقامات پر اتنی زیادہ پھیل چکی ہے کہ پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جزو ۱۰ (فولیو ۲۴۸ ۲۷۴

جزو ۱۱ (فولیو ۲۷۴ ۳۰۲

جزو ۱۲ (فولیو ۳۰۲ ۳۳۰

جزو ۱۳ (فولیو ۳۳۰ ۳۵۶

جزو ۱۴ (فولیو ۳۵۶ ۳۸۳

جزو ۱۵ (فولیو ۳۸۳ ۴۱۹

جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر کا زیر بحث نسخہ انتہائی قدیم ہے۔ اس کی تاریخ اتمام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ مذکور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا آخر ذی الحجہ ۹۸۳ھ (مارچ ۱۵۷۶ء) میں ہوئی۔ موجودہ تفسیر کا ایک نُسخہ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ (بہار) میں زیر نمبر ۲۴۲ محفوظ ہے، لیکن سال کتابت نہ ہونے کے باعث جواہر التفسیر کے اس نسخے کو نہیں پہنچ پاتا۔

آغاز : بعداز تمہید قواعد محامد الہی و تاسیس مبانی ثناخوانی حضرت رسالت پناہی علیہ وعلی آلہ وصحبہ صلواۃ عن التناہی نمودہ می شود ......

بعدازاں اُس بادشاہ کا ذکر ہے جس کے نام پر تفسیر مذکور معنون کی گئی ہے پھر نام تفسیر تاریخ آغاز تفسیر اور سب کے آخر میں مصنف کا اپنا نام درج ہے۔

انجام : وَلَا یُشْرِكْ و باید کہ چو بندۂ کہ عمل صالح دارد و شریک نیارد و انباز نسازد بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ بعبادتِ پروردگار خود احداً یکی را بریاؤ و شرک قبول عمل نمی کند۔ ریا شرک اصغر است و تباہ کنندۂ عمل است نعوذ باللہ من الریاء وضعہم بہ من وقوع الزلل اللّٰہم صل علی محمد وآلہ واصحابہ وسلم بعدد ما فی جمیع القرآن حرفا حرفا و بعدد کل حرف الفاً الفاً وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی اہل طاعتک اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ناقل کا اختتامیہ : انا الاحقر الجانی فی تراکم الذنوب لیس لہ الثانی احقر عباد اللہ الصمد راقم اوراقہ الاخیرہ محمد خلیل الکازرونی کان فی آخر ذی الحجہ تاریخ اتمامہ ۹۸۳ھ فی قصبۃ اسلام آباد (۹)

فولیو ۱۴۹، تقطیع ۱۸ x ۳۳ سنٹی میٹر، نستعلیق خفی، آخری حصے کا کاتب محمد خلیل الکازرونی، تاریخ آخر ذی الحجہ ۹۸۳ ہجری (مارچ ۱۵۷۶ء) بمقام قصبۂ اسلام آباد (۹) قرآن مجید کا متن سرخ روشنائی سے، حاشیہ پر چاروں طرف سرخ و نیلی لکیریں۔ صفحہ اول کا بالائی حصہ ایرانی طرز کا مزیّن و منقش، لیکن رنگ اُڑ گیا ہے۔ فی صفحہ ۲۵ سطور، فولیو ۲۲۸ سے فولیو ۲۴۹ تک رطوبت کے شدید ترین دھبے، مجلّد، لیکن کناروں پر سفید کاغذ سے اکثر جگہ مرمت شدہ، حالت درست، مضمون تفسیر، زبان فارسی۔ انتہائی استادانہ خط کا حامل ہے۔

مواہب علیّہ یا تفسیرِ حسینی

کا یہ ایک اور قلمی نسخہ ہے۔ مواہب علیّہ مصنف کے مطابق نظام دولت و ملّت علی شیر نوائی (۸۴۴-۹۰۶ ہجری = ۱۴۴۰ - ۱۵۰۰ء) وزیر سلطان حسین میرزا بایقرائی گورگانی (۸۷۵-۹۱۱ھ = ۱۴۷۰-۱۵۰۵ء) کے نام سے معنون ہے۔ علی شیر نوائی خود بھی ایک عالم و فاضل شخص اور بہت بڑا علم دوست بھی تھا۔ ترکی اور فارسی میں مہارت رکھنے کے باعث ذو لسانین (دو زبانوں والا) کہلاتا تھا۔ ترکی میں نوائی اور فارسی میں فانی یا فنائی تخلص کرتا تھا۔

مواہب علیہ یا تفسیر حسینی کا موجودہ مخطوط سورہ کھیٰعص سے شروع ہو کر سورۂ والناس تک یا دوسری عبارت میں نصف قرآن مجید کی تفسیر و ترجمہ ہے۔ اس مخطوط کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مصنّف کی وفات کے چار سال بعد اور سال تصنیف کے پندرہ برس بعد کو لکھا گیا ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی نثر، مفسّر حسین بن علی بیہقی، کاشفی تخلص، واعظ شہرت، متوفی سنہ ۹۱۰ ہجری (مطابق سنہ ۱۵۰۴ء) در تہران، سال اتمام تفسیر شوال سنہ ۸۹۹ھ = اتوار جولائی ۹، سنہ ۱۴۹۴ء، کاتب درویش محمد، تاریخ کتابت سلخ جمادی الآخر سنہ ۹۱۴ھ = بدھ، ۲۵، اکتوبر سنہ ۱۵۰۸ء، خطِ نسخ عمدہ، کاغذ ولایتی (ایرانی یا افغانستانی)، فولیو ۲۹۲ (صفحات ۵۸۴) سطور فی صفحہ ۲۰، خوش نویسی کی دوہری جداول کے مابین تحریر، مخطوط کے شروع اور اخیر پر "الراجی حسین محمد" نام کی تین مہریں۔ پہلے ورق پر دو مہریں ہیں جن میں سے ایک خطِ نستعلیق میں اور دوسری خط طغرا میں اسی نام کی ہے۔ لیکن اخیر ورق کی مُہر خطِ نستعلیق میں ہے۔ پہلی مہر کے اوپر سنہ ۱۲۹۰ ہجری تحریر ہے جو غالباً محمد حسین کے قبضہ اور ملکیت میں ہونے کی علامت ہے،

تقطیع ۵ء۲۴ × ۳۵ سنٹی میٹر۔

شروع : بسم اللہ الرحمان الرحیم، کھیٰعص۔ درمواہب صوفیا بادیہ از مواہب الٰہی که برحضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ فرود آمدہ مذکوراست کہ حضرت رسالت را صلوات اللہ علیہ وسلامہ سہ صورت، یکی بشری قولہ تعالیٰ انما انا بشر مثلکم، دوم ملکی چنانچہ فرمودہ است کاحدکم است عند ربی، سیم حقی کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت الخ۔

اخیر: فرزند ارجمند لازال قدرہ علیاً و قلبہ صفیاً در تاریخ اتمام آن رباعی انشا فرمود، و ایراد آن در آخر این اوراق مناسب نمود، وھو ہذا :

با خامہ کہ این نامۂ اقبال نوشت — و انجام سخن با یمن الفعال نوشت

گفتم مہ و سال روز تاریخ نویس — فی الحال" دوم ز شہر شوال" نوشت

کاتب کا اختتامیہ : تمت الکتاب بعون الملک الوہاب علی ید الضعیف المحتاج الی رحمۃ الملک الصمد درویش محمد فی سلخ جمادی الآخر سنۃ اربع عشر و تسعمایہ۔ اللہم غفر لکاتبہ و صاحبہ و قاریہ۔ آمین رب العالمین۔

ACC-234

27- نتایج الحرمین

سورۂ فاتحہ اور کلمۂ حمد کی تفسیر ہے اس کے علاوہ دیگر مختلف النوع فوائد کا بیان بھی ہے جو مصنف کے پیرو مرشد ابو عبد اللہ سید آدم حنفی نقشبندی متوفی ۱۰۵۲ھ (۱۶۴۲ء) کے ملفوظات اور مسوّدات سے متعلق ہیں۔ بقول مصنف چونکہ یہ کتاب مسجد حرام میں بحالت اعتکاف رمضان المبارک میں متذکرہ صدر سید آدم حنفی کے ایماء پر مرتب کی گئی تھی، اس لئے

اسکا نام انہیں کی تجویز سے نتایج الحرمین قرار پایا۔

نتایج الحرمین تین قسموں پر مشتمل ہے، قسم اول دو مقصد کی حامل ہے۔ پہلا مقصد سورۂ فاتحہ کے بعض کلمات کی تفسیر میں ہے اور ضمن میں کلمۂ حمد کا بیان بھی ہے۔ مقصد ثانی دو نوع پر مشتمل ہے۔ نوع اوّل میں سیّد آدم کے بعض مسودات مثلاً سورۂ انا فتحنا کی پہلی آیت کی تفسیر ہے، اور اس کا الہام اُن پر مسجد حرام میں ہوا تھا۔ ان کے علاوہ بعض اُن کلمات کا بیان ہے جو طواف وداع، ملتزم اور اماکن متبرکہ میں نشست کے دوران فرمائے تھے۔ مؤلف نے کلمات اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر اپنے بھائی سیّد منصور اور محمد امین کے اصرار پر کی ہے۔

مضمون تفسیر قرآن، زبان فارسی، مصنّف و مؤلف احمد بن عبدالاحد فاروقی نقشبندی زمانۂ تالیف ۱۰۵۲ھ کے قدرے بعد کا وقت، کاتب و ناقل نامعلوم، خطِ زشت (بھدّا) کاغذ غیر کشمیری، فولیوز ۶۴، سطور فی صفحہ ۱۹، مؤلف کا نام فولیو ۲۶ (الف پر) تقطیع ۱۲½ × ۲۴ سنٹی میٹر۔ مخطوط کے اخیر پر مزید دو صفحات سلسلۂ نقشبندیہ کے عربی اجازت نامہ (خطِّ ارشاد) پر مشتمل ہیں۔ یہ اجازت نامہ شیخ محمد علی رضا السرہندی کے اپنے قلم کا لکھا ہوا ہے جو انہوں نے ۵ رشوال ۱۱۱۳ھ (سنیچر ۲۱ر فروری ۱۷۰۲ء) کو بلدۂ مبارک کشمیر میں لکھا تھا۔

ابتداء : الحمد للہ علم آدم الاسماء کلہا تعلیماً و کرّمہ بتشریف و لقد کرمنا بنی آدم۔

اختتام: بحرمتہ محمد و آلہ و صحبہ الکریم علیہ و آلہم الصلوۃ و التسلیمات۔

خطّ ارشاد کے آخری الفاظ : اجازہ احقر عباد اللہ محمد رضا ابن شیخ الاسلام شیخ محمد فرخ السرہندی عفی عنہ، کتبہ بخط یوم الست خامس الشوال ۱۱۱۳ھ فی بلدۃ المبارکہ الکشمیر بحمد اللہ سبحانہ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

28- المبسوط فی القرأت السبع والمضبوط من اضاءات الطبع

تیس ابواب پر مشتمل رسالہ ہے۔ مقدمہ میں ابواب کی تفصیل دیتے وقت دسویں باب کے بعد کچھ اوراق غائب ہیں۔ فہرست ابواب یہ ہے :

الباب الاوّل فی ذکر اسماء القرأء والنسابهم

الباب الثانی فی ذکر روایۃ الایمۃ السبع۔

الباب الثالث فی ذکر الاستعادہ۔

الباب الرابع فی ذکر بسملہ۔

الباب الخامس فی بیان ضمیر الجمع۔

الباب السادس فی ذکر ادغام الکبیر ذی المثلین۔

الباب السابع فی ادغام المتقاربین فی کلمۃ وکلمتین۔

الباب الثامن فی ذکر ھاء الکنایۃ۔

الباب التاسع فی المد والقصر۔

الباب العشر فی ذکر الھمزتین۔

(اس کے بعد سے تفصیل ابواب اوراق کی گمشدگی کے باعث غائب ہے البتہ متن میں بقیہ ابواب کی ماسوائے دس، گیارہ اور بارہ کے تفصیل مندرج ہے)

مضمون علم قرأت و تجوید، زبان فارسی نثر، مُصنّف نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم لیکن غالباً سنہ ۹۵۰ھ (۱۵۴۴ء) کا زمانہ، کاتب و ناقل نامعلوم، لیکن غالباً مذکورہ وقت کی تحریر غالباً مصنّف کی خود نگاشتہ، خطِ نستعلیق انتہائی بھدّا (زشت)، کاغذ غیر کشمیری، صفحات ۲۶۲،

سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع : ۱۱½ × ۸ اسنٹی میٹر۔

شروع کے الفاظ : کردم بیان حرکات و اعراب احتیاط را و بسیار جاے اصول را مکرر کردم۔

آخر کے الفاظ : سورۃ الن لن ال یصدر باشمام الضمہ

(نوٹ) ٹائٹل کے صفحہ پر درج قواعد القرأت نام غلط ہے۔

---

29 جمیلتہ ارباب المراصد فی شرح عقیلتہ اتراب القصاید

قاسم بن فیرۃ بن ابی قاسم شاطبی شافعی متوفیٰ اتوار، ۲۸ جمادی الآخرہ ۵۹۰ھ (۲۰ جون ۱۱۹۴ھ) کے عربی قصیدہ رائیہ کی عربی شرح ہے۔ یہ قصیدہ مصاحف کے اوصاف میں ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :

الحمد للہ موصولاً کما اَمَرَا　　　مبارکا طیباً یستنزل القدرا

شاطبی قاہرہ میں فوت ہوگیا۔ شاطبی شاطبہ کی جانب منسوب ہے جو اسپین کے شہر قُرطبہ کے مشرق میں واقع تھا۔ شرح عقیلتہ اتراب القصاید شرح سے قبل ایک مُقدمہ پر مشتمل ہے جس میں حسب ذیل تین فصول ہیں :

۱. فصل اوّل کتابت اور اُس کے فوائد کی بحث میں۔

۲. فصل دوم عربی زبان کی کتابت کی تاریخ میں۔

۳. فصل سیوم ناظم کی اصطلاحات کے بیان میں۔

اس شرح کا دوسرا نام "وسیلتہ" بھی ہے۔

مضمون تجوید و قرأت، اصل اور شرح دونوں کی زبان عربی، اصل شعر میں اور شرح نثر میں، اصل کا مُصنّف متذکرہ صدر قاسم بن فیرہ شاطبی، شرح نگار علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی مصری متوفی شب یکشنبہ ۱۲ جمادی الآخرہ ۶۴۳ھ (۴ نومبر ۱۲۴۵ء)۔

مخفی نہ رہے کہ قاسم بن فیرہ شاطبی نے علم تجوید میں ردیف ر اور ردیف ل میں دو قصیدے منظوم کئے تھے اور سخاوی نے دونوں کی شرح کی ہے اور اپنی طرف سے دونوں کو اُن کا ناظم کہا ہے۔ کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خطِ نسخ شکستہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۳۱ (صفحات ۲۶۲) سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۴ × ۸ ، ۱۹ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد لله الذی الهمنا وضع الکلام دلیلاً علی معانی الخطاب۔

اختتام: اذا لم تنلنی من کلامی مغنماً فحسبی لی ما رمی سلامة ساکت
وان مقالاً اجبنی من معرضٍ فیا لیتنی قد کنت اوّل صامت

اسی کے ساتھ علم تجوید میں حسب ذیل رسایل منسلک ہیں:

۱۔ احکام نونِ ساکنہ عربی (نثر) مصنّف و کاتب غیر معلوم، صفحات ۴۔

۲۔ مقدمۂ جزری منظوم، مؤلف محمد بن الجزری الشافعی (صفحات ۱۳) تاریخ کتابت جمعہ ۲۸ ربیع الاوّل، ۱۱۸۵ھ (۱۱ جولائی ۱۷۷۱ء)

۳۔ شرح قصیدۂ حرز الامانی مؤلفہ امام شاطبی مذکور (۱۴۴-۱۶۳) شارح اور اور تاریخ کتابت نامعلوم۔

شرح مقدمۂ جزریہ — 303 ۰

ایک سو دس ابیات پر مشتمل عربی زبان کا قصیدہ ہے۔ یہ قصیدہ مصر، تبریز اور ہند

ہیں متعدد بار چھپ چکا ہے۔ قرأتِ قرآن سے قبل جو کچھ ضروری ہے، ناظم نے اُس کا بیان ضروری سمجھا ہے، اور اسی اعتبار سے اس کا نام مُقدّمہ رکھا ہے۔ مقدمہ جزریہ کا مصنّف محمد بن محمد دمشقی متوفی ۸۳۳ یا ۸۳۴ ھ (۱۴۲۹/۱۴۳۰ء) ہے۔ زیر بحث کتاب اسی مقدمہ کی شرح ہے۔

مضمون علم تجوید یا فن قرأت، زبان عربی، پیرایۂ بیان نظم و نثر (اصل نظم میں اور شرح نثر میں ہے)۔ شارح علی بن سلطان محمد القاری المعروف بہ مُلّا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ یا ۱۰۱۶ھ ہجری (۱۶۰۵ء/۱۶۰۸ء) زمانۂ تالیف گیارہویں صدی ہجری (سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی)، ناقل و کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ۳ شعبان ۱۲۰۲ھ (جمعہ ۹ مئی ۱۷۸۸ء)، خطّ نستعلیق شکستہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۵۵، سطور فی صفحہ ۲۶، تقطیع ۱۱ × ۱۹ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للہ الذی اودع جواہر المعانی الضیائیہ فی قوالب زواہر المبانی۔

اختتام: وسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ ملائکتک المقربین وعلیٰ اہل طاعتک اجمعین، والحمد للہ رب العالمین۔

کاتب کا اختتامیہ: نوشتہ شد ۱۲۰۲ھ بتاریخ ۳ شعبان۔

ACC-155

۳۱ — ھدیۃ القراء

علم قرأت میں فارسی کی منظوم مثنوی ہے۔ ابتداء میں حمد و نعت رسول اور صفت اصحاب اربعہ کے بعد، علم تجوید کی خوبی کا بیان ہے، بعد ازاں قُرّاے سبعہ (سات قاری) کی تفصیل ہے اور پھر مخارج حروف کا مفصّل بیان ہے۔ سب سے اخیر میں قرآن کریم کے رموز و علامات

تحریر کی گئی ہیں۔

مضمون علم تجوید، پیرایۂ بیان فارسی نظم، ناظم اسحاق بن صالح (غالباً کشمیری)
سال تالیف ۱۱۴۴ھ (۱۷۳۱ء) جیسا کہ اختتام پر اس شعر سے مفہوم ہے:

روزِ اتمامش بسالِ دلکش است یکہزار و یکصد و چہل و شش است

کاتب و ناقل نامعلوم، تاریخ کتابت ۲۷ ماہِ شعبان (۱۳۰۷ھ = ۱۸۸۹ء) خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، صفحات ۸۴، سطور فی صفحہ ۱۱،
تقطیع: ۳، ۱۰ × ۴، ۱۸ سنٹی میٹر۔ مخطوطہ کا نام ہدیۃ القراء صفحہ دوم پر اس شعر میں درج ہے:

ہدیۃ القراء نہادم نام آں جمع کردہ ناگزیرِ قاریاں

<u>مخطوطہ غیر مطبوعہ اور نایاب ہے</u>

ابتداء:

حمد گویم مر خدائے پاک را کو مکرّم ساخت مشت خاک را

خاتمہ:

زُبدۂ ایں علم اندر ایں کتاب شد بیان واللہ اعلم بالصواب

ناقل کا اختتامیہ دانستہ مٹا دیا گیا ہے، اخیر پر احمد اور یا خلیل نام کی دو مہریں ثبت ہیں۔ احمد کی مُہر کا سال ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء) ہے۔

سیرۃ النبیؐ

32- زبدۃ الاذکار منظوم

کتب مواعظ روضۃ الاحباب، شرح مشکوۃ اور المودج اللبیب فی ذکر الحبیب وغیرہ پر مبنی پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے احوال کا تفصیلی بیان ہے۔ زبدۃ الاذکار بلا کسی طویل تمہید کے عمر آنحضرتؐ اور وفات سے شروع ہو گئی ہے دیگر مضامین کی تفصیل یوں ہے :

فصل در بیان مرثیہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب بر فراق رسول اکرمؐ، فصل فی زیارت وحیات نبیؐ، فصل در تفصیل مدینۂ منورہ، فصل فی رویتہ النبیؐ، فصل فی بیان قدوۃ المہاجرین امیر المومنین ابوبکر الصدیقؓ، فصل در ردِّ شیعہ، فصل در تنصیب امیر المومنین عمر ابن الخطاب بر منصب خلافت، فصل در بیانِ خلافتِ عثمانؓ، باب در ذکر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، فصل در بیان حضرت امام حسنؓ، فصل در بیان امام حسینؓ، فصل در ذکر عقایدِ اہل سنّت والجماعت و ردِّ شیعہ خذلہم اللہ تعالیٰ، فصول در بیان حضرت ابوطلحہ، سعد ابن وقاص، سعد ابن زید، عبدالرحمٰن بن عوف، عامر یعنی ابوعبیدہؓ۔

علاوہ متذکرہ صدر فصول کے خاتمۂ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے :

فصل اوّل در بیان معجزات آنحضرتؐ، فصل دوم در بیان فضایل صلوٰۃ بر رسولؐ فصل سوم در بیان نعتِ رسولؐ۔ ان سب کے اخیر پر مناجاتِ منصف ہے۔

مضمون سیرت رسول و سیرۃ صحابہ، فارسی منظوم (مثنوی) ناظم بابا خضر بیجبہاڑی کشمیری، تاریخ نظم سنیچر، ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۴ھ ہجری (۹ جنوری ۱۸۱۹ء)، کاتب کمال شاہ

عرف خاکی ولد حمید اللہ خاکی حسب التماس خضر بابا حافظ ولد حضور اللہ حافظ، سال کتابت ۱۲۷۸ھ ۱۹ محرم الحرام (۲۷ جولائی ۱۸۶۱ء) خطِ نستعلیق باریک، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۶۸، ابیات فی صفحہ ۱۵۔

زبدۃ الاذکار کے ساتھ ملحق تحفۃ نصائح منظوم مصنفہ یوسف ہے۔ یہ منظوم رسالہ اُس نے اپنے فرزند ابوالفتح رکن الدین کے لئے قلمبند کیا ہے۔ ابتداء میں اپنے مرشد شیخ محمود کی منظوم تعریف ہے۔

فولیو ۱۶، کاتب نامعلوم تاہم خط کی یکسانیت کی روشنی میں کمال شاہ مذکور۔ تقطیع دونوں کی ۵، ۱۱ × ۱۰ و ۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز : حمد بیحد خالق افلاک را نور بخش دیدۂ ادراک را

اختتام : رنجہ مشو اندوہگین خلقی کہ بدگوید ترا

مخلوق بدہا بر خدا گویند نیاید در حصر

ACC-71

۳۳- سیرت النبیؐ

مدارج النبوۃ و درجات الفتوۃ مولوی عبد الحق بن سیف الدین دہلوی قادری کی بزبان فارسی سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ مصنّف کے بیان کے مطابق اس کا سببِ تالیف یہ ہے کہ اُسے سالہا اس امر کا شوق تھا کہ سیرت مصطفویؐ لکھکر سرمایۂ آخرت فراہم کرے۔ اس امر میں مصنّف کے فرزند نور الحق کی التماس بھی ممد و معاون ثابت ہوئی۔ ایک اور سبب مسلمانانِ

عصر کی بداعتقادی اور نام نہاد درویشوں کا کبر و غرور تھا۔ مدارج نبوّت و درجات الفتوۃ اس لئے تحریر کی گئی ہے کہ لوگ غفلت و سُستی کو چھوڑ کر صحیح معنوں میں راہ حق پر گامزن ہوں۔

مرتب یہ معلوم نہ کر سکا کہ کب اس کتاب کا آغاز ہوا اور کب انجام۔

مدارج النبوّۃ و درجات الفتوۃ مندرجہ ذیل پانچ قسموں پر منقسم ہے :

۱۔ قسم اوّل فضایل و کمالات آنحضرتؐ میں۔

۲۔ قسم دوم نسب، حمل، ولادت اور رضاع (شیر خواری) شریف میں۔

۳۔ قسم سیوم ان برسوں کے واقعات میں جو ابتدائے ہجرت سے مرض الموت تک واقع ہوئے ھیں۔

۴۔ قسم چہارم مرض اور اس کے امتداد کے بیان میں۔

۵۔ قسم پنجم اولاد و ازدواج مطہرہ وغیرہ کے بیان میں۔

۶۔ نام ناقل نامعلوم، البتہ تاریخ کتابت اخیر پر ۱۰ شوال المعظم ۱۱۵۱ھ درج ہے۔

مدارج النبوّۃ کے موجودہ مخطوطہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے :

ھو الاوّل والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شی عظیم۔ این کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر حمد و ثنائے الٰہی است تعالیٰ و تقدس . . . .

اور خاتمہ ان الفاظ پر!

خلعت کہ مراو راست و ہمیشہ این فتوت داب وی و عادت وی مر سایر کسانے راکہ می بیند اورا از اولیاء الی ابد الابدین (سازد؟) (یہ لفظ مٹا دیا گیا ہے)۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد سیّدنا محمد الف الف مرّۃٍ و بارک وسلّم علیہم۔

کاتب کا خاتمہ: **اللھم اغفر وارحم لکاتبہ ولوالدیہ ببرکۃ ہذہ الرسالۃ**

آمین آمین آمین ۱۰ شوال المعظم (یہ تاریخ مخطوطے کے بائیں کونے پر تحریر ہے)

مخطوط مذکور ابتداء میں مطالب و مضامین کی دو فہرستوں کا حامل ہے۔ ان میں فہرست اوّل میر یوسف نوشہری کی تحریر کردہ ہے۔ یہ فہرست انہوں نے کسی شخص عبد اللہ میر کے ایماء و ارشاد سے لکھی تھی۔ دوسری فہرست کا کاتب نامعلوم ہے۔

فولیو ۵۰۱، تقطیع 19 × ۳۱ سنٹی میٹر، صاف اور خوش خط نستعلیق، کاغذ کشمیری مخطوط کا صفحۂ اوّل منقّش، مخطوط اوّل سے لیکر اخیر تک دوہری جدولوں کے مابین تحریر، فی صفحہ سطور ۲۷۔ کناروں پر کہیں کہیں سفید کاغذ سے مرمّت شدہ، حالت اچھی، مکمّل مجلّد چرم قدیم۔

ACC-70

34- معارج النبوّۃ

فارسی میں مُلّا معین کاشفی کی اہم اور مشہور سیرت النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہے مُصنّف نے یہ کتاب غرّہ شہر ربیع الاول ۸۹۱ھ ہجری مطابق ۷ مارچ، منگل ۱۴۸۶ء میں تیس برس کے مطالعۂ کتب و سیر و احادیث اور روایات و اسانید معتبرہ کے تتبع کے بعد قُبّۃ الاسلام ہرات میں لکھنا شروع کی۔ اس سے قبل وہ تفسیر بحر الدُّرر چند جلد اور اربعین المعروف بروضۃ الواعظین چار جلد تحریر کر چکے تھے۔ معارج النبوّۃ کا سبب تحریر یہ ہے کہ ملّا معینؔ اپنے عہد کے ایک عظیم عالم شریعت سے سخت متاثر تھے اور انہوں نے ہی ایک ملاقات کے موقع پر اُنہیں مجبور کیا کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیرت پاک اور اوصاف و کمالات میں ایک جامع کتاب بزبانِ فارسی لکھیں۔ مصنّف کو یہ تجویز پسند آئی اور مذکورہ تاریخ سے یہ اہم کام انجام دینا شروع کر دیا۔

مُلّا معین کاشفی جامع ہرات کے امام اور واعظ تھے اور اسلام کا یہ اہم فریضہ اباً عن جَدٍ

سرانجام دے رہے تھے۔ اسی مسجد کے ایک حجرہ میں بیٹھکر معارج النبوۃ کی تصنیف کا آغاز کیا

مُلّا معین علاوہ نثر کے فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے، اس لئے حسب موقع

کہیں کہیں فارسی کے عمدہ اور نغز اشعار بھی بطور حُسنِ کلام پیش کرتے ہیں۔

مضمون کے اعتبار سے معارج النبوۃ ایک مقدمہ، چار ارکان اور ایک خاتمہ پر

مشتمل ہے۔ مقدمہ محامد و مناجات اور لغوت وصفات سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر مشتمل ہے۔ اس میں بارہ تحمیدیں (فولیو ۷ سے ۲۰ تک) ہیں، بارہ مناجاتیں (فولیو ۲۰ سے ۳۶

تک)، بارہ لغوت (فولیو ۳۶ سے ۴۵ تک)، خصایص و فضایل آنحضرتؐ ۲ مقالہ (۴۵ سے

۶۲ تک)، ۱۶ لطیفے (۶۲ – ۸۱)، فضایل آنحضرتؐ (۸۱ – ۸۷)، لطائف قرآن (۸۷ سے

۹۲ تک)، واقعات (۹۲ – ۹۶)، یہاں پر معارج النبوۃ کا مقدمہ اختتام کو پہنچتا ہے۔

رکن اوّل (۹۷ – ۲۳۵) اس میں آٹھ باب ہیں اور ہر ایک کے تحت متعدد فصول

ہیں۔ یہ رکن بھی کتاب میں بمنزلہ تمہید و مقدمے کے ہے۔

رکن دوم (۲۳۵ ب — ۲۷۳ ب)۔ یہ رکن ولادت حضرت رسالت اور اُس

وقت رونما ہونے والے واقعات کے بیان میں ہے

نام ناقل و تاریخ نقل نامعلوم۔ لیکن وسط چودھویں صدی ہجری کی نقل۔

آغاز: ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیّئ لنا من امرنا رشدا

رکن دوم کا اختتام: بعد از انکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مملکت وی

فتح فرمود، وی از لشکر اسلام بگریخت و مرکب توجہ بجانب خراسان برانگیخت و در دست آسیا

بانی کشتہ گشت، وبعد ازاں ہیچ متنفسی ازاں قوم باقی نماند الحمد للہ الذی بنعمتہ و

جلالہ تتم الصالحات۔

فولیو ۲۷۳، تقطیع : ۲۰ × ۳۶ سنٹی میٹر، پہلے دو رکن، عمدہ نستعلیق، کاغذ کشمیری، فی صفحہ سطور ۲۳، حالت اچھی، مجلّد۔

35- مولود النبیؐ منظوم

یہ ضخیم کتاب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت سے لے کر وفات تک حالات و سیرت نبوی کا مفصّل ذخیرہ ہے۔ اُن غزوات اور جہادات کا بھی مفصّل بیان ہے جو آنحضرتؐ کو دینِ اسلام کی سربلندی اور اشاعت میں انجام دینا پڑے۔ مولود النبیؐ کی بیشتر روایات و واقعات معتبر صحابۂ کرام کی روایات اور بیان پر مبنی ہیں۔ درحقیقت یہ ضخیم منظوم کتاب اسلام اور ابتدائی مسلمانوں کی منظوم تاریخ ہے۔ کتاب کے آغاز میں حاجی محمد یوسف کشمیری کا تیار کردہ خانۂ کعبہ اور اس کے ملحقہ مقاماتِ مقدّسہ کا مفصّل و مشرّح نقشہ ہے جو باوجود نقل کے مطابق اصل ہے۔ حاجی محمد یوسف کشمیری نے ۱۲۹۸ھ ہجری (۱۸۸۱ء) میں حج بیت اللہ کیا تھا۔

مضمون سیرت النبیؐ۔ زبان فارسی منظوم مثنوی، ناظم عارف نامی مُلاّ نورالدین خراسانی، زمانہ تنظیم نامعلوم، کاتب و ناقل میر سیف الدین عرف کنٹھ، تاریخ کتابت ۵ ماہِ جمیدالاول یوم چہارشنبہ ۱۳۰۴ھ (۹ فروری ۱۸۸۷ء)، خط نستعلیق باریک خوش خط، خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، عنوانات لال روشنائی سے فارسی میں مصرعوں میں، صفحہ اوّل منقّش اور بیل بوٹے دار، مضامین کا بیان ہجرت کے بعد سے شروع اور اس اعتبار سے ناقص الاوّل۔ فولیو یا اوراق ۸۳۸، اجزائے کتاب ۱۱۵، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع:

۳و۱۴ × ۶و۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز : ناقل اخبار داداست این نشان　　آنکه چون پیغمبر آخر زمان

اختتام : مستفیضاً ، حامداً ، مستغفراً　　معرضاً عن غیرھا مستبشراً

کاتب کا اختتامیہ : تمت الکتاب المستطاب مولود النبیؐ من تصنیف عارف نامی مُلّا نورالدین خراسانی نوراللہ مضجعہ، بید احقر العباد فدویت گزین میر سیف الدین عرف کنٹ بتاریخ ۱۵ ماہ جمید الاوّل یوم چہار شنبہ ۱۳۰۴ھ۔

تمت الکتاب المستطاب مولود النبی من تصنیف عارف نامی
ملا نورالدین خراسانی نوراللہ مضجعہ
بید احقر العباد فدویت گزین
میر سیف الدین عرف کنٹ
بتاریخ ۱۵ ماہ جمید الاول
یوم چہار شنبہ
سنہ ۱۳۰۴

36 - وفات نامۂ آنحضرتؐ منظوم

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جیسا کہ نام سے ظاہر ہے منظوم احوال ہے۔ آپ کی بیماری بدھ، ۲۶ صفر سنہ ۱۱ ہجری (مطابق ۲۳ مئی ۶۳۲ء) کو شروع ہوئی تھی۔ وفات نامہ میں آنحضرتؐ کی وفات کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے، اور ان اشخاص

کا تفصیلی بیان ہے جو اس موقعہ پر آپ کے پاس موجود تھے۔ وفات نامہ دس روایات پر مشتمل ہے۔ مضمون سیرتِ رسول بطرز مثنوی، زبان فارسی، ناظم محمد جان بیگ سامی ولد سعید بیگ کشمیری ساکن سنگین دروازہ سرینگر، کشمیر، متوفی در دہلی ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء/۱۷۸۰ء) تاریخ تصنیف ۱۲ ربیع الاول ۱۱۶۳ہجری (جمعرات، ۸ فروری ۱۷۵۰ء) تعداد ابیات ۴۰۰۔ قصّۂ وفات نامہ ملّا معین ہروی متوفی ۹۵۴ھ (۱۵۴۷ء) کی معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ پر مبنی ہے۔ کاتب نامعلوم، غالباً خود محمد جان بیگ سامی۔ خطِ نسخ، وفات نامہ کے ساتھ ملحق حسب ذیل کتب و رسایل اور ہیں:

۱۔ قیامت نامہ عربی، تین صفحات۔ یہ صفحات مخطوط کے بالکل آغاز میں ہیں۔

۲۔ نعتِ رسول مقبولؐ از فتوحی ۶ صفحات (یہ صفحات متذکرہ صدر وفات نامہ کے بعد ہیں)۔

۳۔ مجموعۂ لغوت از احمد حجام و اوحدی اور تین عدد مناجات۔ ان میں مناجات دوم و سوم بالترتیب میر کمال الدین اندرابی کشمیری اور شیخ سعدی کی ہے۔ صفحات ۶، کاتب حکیم محمد ولی۔ وفات نامہ کے صفحات ۲۰ ہیں۔

کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۳۵، سطور فی صفحہ ۲۱، تقطیع: ۱۶ × ۲۴،۵ سنٹی میٹر،

قال اللّٰہ تعالٰی یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا۔

اختتام: ہر کہ ہفت چیز بر ہفت چیز اختیار کند، بدرجہ مردان رسد۔ درویشی بر توانگری، گرسنگی بر سیری، فروتنی بر زبردستی، مزلت بر عزت، تواضع بر کبیر، غم بر شادی، مرگ بر زندگانی۔ کاتب کا نام حکیم محمد ولی صفحۂ ۴۲ کے حاشیہ پر درج ہے۔ صفحہ ۴ پر فخر الدین نامی کسی شخص کی مُہر ہے، سال مُہر ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) ہے۔

مذاہب
و
عقاید

37- العقائد السنۃ

اہل سنت والجماعت کے اعتقادات میں جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، ایک مفید رسالہ ہے۔ یہ رسالہ مشہور علمائے اہل سنت کے اقوال و کتب اور احادیث نبویہ اور قرآن کریم کی آیات سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب مذکور ۱۷ فصول پر مبنی ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

الفصل الاول فی الایمان باللہ تعالیٰ وصفاتہ وتنزیہہ۔

الفصل الثانی فی حدوث العالم، وتفضیل بعض العباد علی البعض۔

الفصل الثالث فی الصحابۃ المبشرۃ بدخول الجنۃ۔

الرابع فی تفسیر الایمان وما یتعلق بہ۔

الخامس فی کرامات الاولیاء واصابۃ العین۔

السادس فی الامر بالمعروف وما یتعلق بہ۔

السابع فیما یفعل عند الموت۔

الثامن فی نفخ الصور والبعث والحساب والشفاعۃ وخلود المسلمین فی الجنۃ۔

التاسع فی خلود الکافرین فی النار۔

العاشر فی رویۃ اللہ۔

الحادی عشر فی کون اسماء اللہ تعالیٰ توقیفۃً۔

الثانی عشر فی عدم جواز مخالفۃ الاجماع

الثالث عشر فی وجوب نصب الامام وشرائط۔

الرابع عشر فی کلمات الکفر۔

الخامس عشر فی الکبائر۔

السادس عشر فی التوبة والدعاء۔

السابع عشر فی بیان مدة بقاء الدنیا۔

مضمون دینیات (عقاید)، زبان عربی، نثر، مصنف عثمان بن عیسٰی الصدیقی الحنفی، تاریخ تصنیف نا معلوم، کاتب و ناقل محمد علی ظفرآبادی، سال نقل ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) خطِ نسخ، کاغذ کشمیری، فولیوز ۷۵، تعداد سطور فی صفحہ ۱۲، تقطیع ۹ × ۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للہ علیٰ ما علم قواعد العقائد الدینیہ وخوّلنا بلطفہ فوائد المعارف الیقینیہ۔

اختتام: عن ا بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم من قضٰی حاجة اخیہ المسلم فی اللہ کتب لہ عمر الدنیا سبعة آلاف سنة صیام بھذہ وقیام اللیلة۔

کاتب کا اختتامیہ: تمت ھذہ النسخة المسمّٰی بالعقائد لسنة علیٰ ید اضعف العباد محمد علی ظفرآبادی غفر لہ ولوالدیہ ولقاریھا فی سنة ۱۱۵۶ الف ومائة وست وخمسون من ھجرة النبویّہ۔

ACC-62

38- المعتمد فی المعتقد

فارسی میں علم عقاید میں کسی نامعلوم مصنف کا رسالہ ہے جو اخیر سے نامکمل ہے جیسا کہ کتاب

کے شروع میں تمہید سے معلوم ہوتا ہے، مصنّف نے یہ کتاب اس لئے تحریر کی کہ اہل اہوا اور اصحابِ شبہات نے دینِ اسلام میں لاتعداد فتنے برپا کر دئے تھے۔ یہ کتاب اُس نے ممدوح سعدی شیرازی سلغر اتابک بن سعد زنگی کے نام سے معنون کی ہے، اور اس لئے اس کا دوسرا نام تحفۂ سلغری (فولیو ۲ سطر پہلی اور دوسری) بھی ہے۔

"المعتمد فی المعتقد" تین باب پر مشتمل ہے اور ہر باب کے تحت دس فصول ہیں۔ ان میں پہلا باب ایمان بخدائے عزوجل پر، دوسرا باب ایمان بفرشتگان وکتاب ہا و پیغمبران پر اور تیسرا باب اُن اعتقادات میں جو کتاب وسنت اور اجماع (اتفاق) اُمّت کے مطابق ہیں۔ باب اوّل کی فصول حسب ذیل ہیں:

فصل اول در معنی بیان، فصل دوم در آنچہ واجبست از شناختن آفریدگار، فصل در آنکہ آفریدگار قدیم است، فصل چہارم در اثبات صفات حق جل وعلا، فصل پنجم در آنچہ شناختن دارد از علم اسماء وصفات، فصل ششم در مراتب صفات اقسام مشکلات ومتشابہات، فصل ہفتم در آنچہ کلام خدائے ما آفریدہ است و قرآن، فصل ہشتم در رویت خدائے تعالیٰ وتقدس، فصل نہم در بیان قضا وقدر و ارادت ومشیت، فصل دہم در کلمۂ شہادت وبیان تنزیہ وتوحید۔

باب دوم کی فصول یہ ہیں:

فصل اوّل در معنی نبوّت و اثباتِ آن وفرق میان رسالت ونبوّت، فصل دوم در ایمان بپیغمبران وبعیان آنچہ دانستن آن مہم است از خصایص و مراتب ایشان، فصل سوم در ذکر رسالت خاتم انبیا محمد مصطفیٰ صلعم وبیان معجزات آنحضرت صلعم، فصل چہارم در شرع ایمان برسول اللہ صلعم وبیان آنچہ شناختن آن مہم است، فصل پنجم در ایمان بملائکہ خدائے تعالیٰ، فصل ششم در ایمان بکتابہائے خدائے تعالیٰ، فصل ہفتم در ایمان بروز واپسین، فصل ہشتم در ایمان

بعد از مرگ، فصل نہم در بیان آنچہ ایمان بدان واجب است از احوال آنجہانی و ذکر آں بترتیب، فصل دہم در ایمانِ شرائط ساعت و بیان آں۔

باب سوم کی فصول :

فصل اول در وجوب امامت، فصل دوم در شرائط امامت، فصل سوم در آنچہ امام بحق بعد از پیغمبرؐ امیرالمومنین ابوبکر بود، فصل چہارم در مراتب صحابہ و توقیر ایشاں، فصل پنجم در حکم فرق امت و بیان آنکہ بندہ بگناہ کافر نشود و بیان بدعتی کہ موجب تکفیر شود، فصل ششم در گنہگارانِ اُمّت، فصل ہفتم در بیان چند مسئلہ از بدعت ہائے معتزلہ کہ دانستن آں از مہما تست، فصل ہشتم در جواز نسخ و اثباتِ آں و بیان چند مسئلہ از مبتدعات روافض، فصل نہم در مسئلۂ روح و بیان آنچہ از توابع آنست، فصل دہم در ایراد چند مسئلہ کہ بعض اہل حق نیز در آں اختلاف کردہ اند۔

اسلام فہمی اور عقائد میں کتاب مذکور نہایت اہم ہے لیکن کتاب کا موجودہ مخطوطہ صرف باب اوّل اور اُسکی دو فصول کے تشریحی بیان پر مشتمل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ انتہائی ضخیم تھا۔

آغاز : اللّٰہم انا نحمدک حمدا یلیق بکبریائک و نصلی علی صفوۃ اصفیائک و خاتم انبیائک و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اختتام : و نفضّل بعضہا علیٰ بعض فی الاکل ان فی ذالک۔

فولیو ۹ ، تقطیع : ۱۲ × ۱۹ سنٹی میٹر، صاف و خوش خط نستعلیق میں تحریر، کاغذ کشمیری، فی صفحہ ، اسطور، کناروں پر مرمّت شدہ، حالت اچھی، مجلّد۔

39- حاشیۂ خیالی

یشخ احمد بن موسیٰ بن شمس الدین معروف بہ خیالی کی مشہور درسی کتاب خیالی کے جز اول (حصۂ اوّل) کا حاشیہ (شرح) ہے۔ یشخ احمد بن موسیٰ بن شمس الدین خیالی نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی) کے فضلاء سے تھے، وقت کے زاہد و متقی تھے۔ مدرسۂ ازنیق (ترکیہ) میں بطور مدرّس کام کیا کرتے تھے۔ روزانہ تنخواہ ۱۳۰ درہم تھی۔ ۸۶۲ھ (ظسب) (۱۴۵۸/۵۷ ۱۴ء) میں انتقال کر گئے۔ یہ حاشیہ اُنہیں کی درسی کتاب خیالی کے جزاوّل کی شرح ہے۔ شرح کا انداز یہ ہے کہ اصل مصنّف کے قول کو اجزاء اور حصوں میں لے کر ان کی لفظی اور معنوی تشریح کی گئی ہے۔ خیالی درس نظامی کے مشہور کتاب ہے اور مضامین کی دقت اور باریکی کے باعث ضرب المثل ہے۔ کشمیر میں خیالی کا درس عام طور پر اعلیٰ علمیت کی نشانی خیال کیا جاتا تھا۔ خود خیالی" عقاید نفسی کی شرح ہے۔

مضمون: توحید و عقاید، زبان عربی (متن اور شرح دونوں کی) اصل کا مصنّف نجم الدین عمر نسفی، حاشیہ کا علامہ خیالی مذکور، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، خطِ نسخ، کاغذ کشمیری، تعداد فولیوز ۵۸، تعداد سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع ۱۳ × ½۲۱ سنٹی میٹر۔

ابتداء: قال الشارح التحریر غاطہ اللہ تعالیٰ بلطفہ الخطیر۔

انتہاء: قلت ھذا فی الامت واللہ اعلم بالصواب۔

40- دبستان مذاہب

حمدِ خدا و نعتِ رسول، مدحِ خلفائے راشدین و حضراتِ ائمہ دین کے بعد

مخطوطۂ مذکور حسب ذیل تعلیمات پر مشتمل ہے (مؤلف نے فصول و ابواب کا نام تعلیم، کتاب کے عنوان دبستان (مکتب، مدرسہ) کی مناسبت سے کیا ہے):۔

۱. تعلیم اوّل از کتاب دبستان در معرفت عقاید پارسیان. ۲. تعلیم دوم در باز نمودن عقاید ہندوان۔ ۳. تعلیم سوم در عقیدہ تبتیان۔ ۴۔ تعلیم چہارم در عقاید یہود۔ ۵. تعلیم پنجم در عقاید ترسا. ۶. تعلیم ششم در عقیدۂ واحدیہ۔ ۷. تعلیم ہفتم در دانستن آئین روایان پیش وائی این فرقہ۔ ۸. تعلیم ہشتم در عقاید روشنیان۔ ۹. تعلیم نہم در عقیدۂ مسلمانان. ۱۰. تعلیم دہم در عقاید صادقیہ۔ ۱۱. تعلیم یاز دہم در عقاید الٰہیّہ۔ ۱۲. تعلیم دوازدہم در عقاید حکماء۔ ۱۳. تعلیم سیز دہم در عقاید صوفیہ۔

ان میں تعلیم اوّل پندرہ نظروں پر مشتمل ہے، تعلیم دوم چودہ نظروں پر، تعلیم چہارم دو نظروں پر، تعلیم پنجم تین نظروں پر، تعلیم ششم دو نظروں پر، تعلیم ہشتم چار نظروں پر، تعلیم نہم تین نظروں پر، تعلیم دہم تین نظروں پر، اور تیرھویں تعلیم تین نظروں پر۔

مضمون مذاہب و ادیان کا تقابلی مطالعہ، زبان فارسی نثر، مصنف غالباً مُلّا محسن فانی کشمیری متوفّی ۱۰۸۲ھ (۱۶۷۱ء)، مدفون محلہ گور گاڑی زیر دیوار مغربی خانقاہ دارا شکوہ سری نگر کشمیر، زمانۂ تالیف گیارھویں صدی ہجری کا نصف اخیر (سترھویں صدی عیسوی کا نصف اخیر)، نام کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق صاف لیکن اغلاط سے پُر، کاغذ غیر کشمیری، تعداد فولیو ۳۹۴ (صفحات ۷۸۸)، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۲۲×۱۴×۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: اے نام تو سر دفتر اطفال دبستان

یاد تو بہ بالغ خردان شمع شبستان

اختتام: و نامہ نگار او را در ہزار و چہل و نہ در کشمیر دیدا زوست۔

کاتب کا اختتامیہ: تمت تمام شد کار من نظام شد۔ ہذا نسخۂ مسمی دبستان مذاہب واقعہ بتاریخ سی ام ماہ رمضان المبارک بوقت باقی ماندن دو گھڑی روز روز چہارشنبہ از کاتب الحروف زینت تحریر یافت۔

(نوٹ) مصنف کا نام ملا محسن فانی کشمیری تاریخ نگاروں اور تذکرہ نگاروں کی روایت پر مبنی ہے۔ کتاب سے محسن فانی کے اس کتاب کے مصنف ہونے کی شہادت نہیں ملتی، کیونکہ خود کو نامہ نگار کے نام سے یاد کیا ہے۔ نہ ہی تمہید مقدمہ میں یہ نام درج ہے۔

ACC-242

۴۱- ریاض الناصحین

یہ ضخیم کتاب ایک مقدمہ، پانچ قسم اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔ مقدمہ بچوں کے احوال میں ہے۔ اور اس میں دو مقام ہیں، پہلا بلوغ سے قبل اور دوسرا بلوغ کے بعد قسم اوّل چار ابواب پر، قسم دوم چھ ابواب پر، قسم سوم دو ابواب پر، قسم چہارم چار ابواب پر اور قسم پنجم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان اقسام میں سے ہر ایک باب کے ضمن میں متعدد فصول ہیں، اور اس طرح یہ کتاب فصول و ابواب کا ایک بحر ناپیدا کنار بن گئی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں مؤلف نے ۴۴۴ کتابوں سے امداد لی ہے جن میں سے اہم کتابوں کی فہرست بحیثیت ماخذ مقدمہ (فولیو ۶ سے فولیو ۸ تک) میں بالتفصیل مندرج ہے۔ مؤلف کو ریاض الناصحین کی تصنیف کا خیال نجم الدین محمد بن العالم کی وصیت کی بناء پر ہوا تھا۔ نجم الدین محمد مفتیٔ فریقین امام نجم الدین عمر النسفی کی اولاد سے تھے۔ اس کتاب کی تالیف میں مؤلف کے استاد ابو محمد ہلال کی تصنیف سے بھی مدد ملی تھی جنہوں نے عوام پر شفقت و نیک خواہی کی بناء پر فرائض

وواجبات اسلام میں چند رسایل تحریر کئے تھے۔ ابومحمد جلال نے یہ رسایل خواب میں آنحضرتؐ کے ارشاد سے لکھے تھے۔ کتاب مذکور ابوالمظفر شاہ رُخ میرزا فرزند امیر تیمور گورگانی بادشاہ ایران و خراسان کے نام سے معنون ہے (مقدمہ فولیو ۹) جسے مؤلف نے بادشاہ دین پرور، پاک مذہب و پاک اعتقاد قرار دیا ہے۔ ریاض الناصحین کی ہر قسم اپنی جگہ ایک طویل و ضخیم کتاب ہے۔

مضمون دینیات وعقاید، زبان فارسی نثر، مصنف محمد بن محمد بن شیخ محمد الجامی حنفی، تاریخ تصنیف حدود ۸۳۵ھ (۱۴۳۲/۱۴۳۱ء) در عہد شاہرخ میرزا فرزند امیر تیمور گورگانی، کاتب و ناقل نامعلوم، لیکن غالباً عبدالغفور شاہ نقشبندی، ٹائیٹل کا صفحہ غفور نام کی مہر کا حامل۔ خواجہ غفور نے یہ کتاب اپنے فرزند خواجہ محمد حسن شاہ نقشبندی کے مطالعہ کے لئے قلمبند کی تھی۔ تاریخ کتابت ۵ ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ (۱۱ مارچ روز دوشنبہ (پیر) ۱۸۶۷ء) خطِ نستعلیق متوسط، کاغذ کشمیری، فولیو ۵۴۴، تعداد سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۶½ × ۸، ۲۳ سنٹی میٹر۔ "چشمۂ آفتاب" پر "ب" کے اضافے سے بحساب جمل تاریخ تصنیف نکل آتی ہے جیسا کہ اس رباعی سے مفہوم ہے:

درماہ رجب ازین سخن آرائی	پرداختہ شد قلم بدین زیبائی
تاریخ ریاض ناصحین گرد دچون	برچشمۂ آفتاب ب افزائی

(رجب ۸۳۵ھ = مارچ ۱۴۳۲ء)

ابتداء: الحمد للہ الذی نوّر قلوب العارفین بآثار اشعات انوار الجمال۔ اختتام: برچشمۂ آفتاب "ب" افزائی۔ کاتب کا اختتامیہ: بتاریخ ۵ ماہ ذیقعدہ از تحریر فصول و ابواب برخاستہ بجہتہ تسہیل جویندگان باب فصل و باب افتتاح فراغت یافتہ۔

42- ریاض الناصحین

مختلف النوع موضوعات یعنی شریعت، اخلاق اور تصوّف پر ایک ضخیم اور جامع کتاب ہے۔ کتاب کا مصنّف محمد بن شیخ محمد جامی ہے جو مذہباً حنفی تھا۔ ریاض الناصحین کی بنیاد کتب عقاید، اصول و کلام، تفاسیر، اصول و فروعِ فقہ، فرائض، قرأۃ، تصوّف، تذکیر، لغت اور کتب طب و حکمت پر ہے۔ مؤلف نے بالتفصیل مقدمہ میں اُن کتابوں کی فہرست دیدی ہے جو "ریاض ناصحین" کا مآخذ ہیں۔ یہ کتاب مصنف نے اپنے استاد مولانا جلال الدین محمد قاینی کے ارشاد و ایماء پر لکھی ہے۔ مولانا جلال الدین محمد قاینی ہرات کے واعظ اور مدرس تھے۔ جامع ہرات میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ۸۳۸ھ (۱۴۳۵ء) میں انتقال فرماگئے۔ ریاض الناصحین ابوالمظفر شاہ رُخ میرزا فرزند امیر تیمور کے نام سے معنون ہے۔ شاہ رُخ میرزا ۸۰۷ھ سے ۸۵۰ھ تک (۱۴۰۴ء سے ۱۴۴۶ء) خراسان، ایران اور ترکستان کا فرمانروا تھا۔

ریاض الناصحین حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

۱۔ مقدمہ در احوال کودک۔

۲۔ قسم اول از اقسام خمسہ در فرایض و واجبات۔

۳۔ قسم دوم در فرائض و واجباتیکہ از قبیل اعمالست چون فرایض خمسہ کہ فرایض عین می گویند۔

۴۔ قسم سوم از کتاب ریاض الناصحین در تعریف و تعداد اخلاق حمیدہ۔

۵۔ قسم چہارم از کتاب ریاض الناصحین کہ از قبیل تروک است یعنی ترک مخالفتہا با حق جلّ و علا با رسول او۔

۶۔ قسم پنجم از کتاب ریاض الناصحین از فرایض و واجبات در بیان علم باقسام

اربعہ فرض و واجب و شریعت و اخلاق۔

ان کے علاوہ ہر ایک قسم کے ضمن میں متعدد فصول و ابواب ہیں۔ جنکا ذکر موجب طوالت ہے۔

مضمون شریعت وطریقت، زبان فارسی نثر، مصنف محمد بن شیخ محمد الجامی ہسال تصنیف ۸۳۵ھ (۶۱ / ۱۴۶۰ء) در ایام شاہرخ میرزا (۱۴۰۴ء سے ۱۴۴۷ء تک)، کاتب و ناقل عبدالرحمن، تاریخ کتابت ۲۲ رجب روز جمعہ بوقت دیگر (عصر) ۱۳۱۰ھ (۱۰ فروری ۱۸۹۳ء) کاغذ کشمیری، خط نستعلیق سادہ، صفحات ۶۸۰، سطور فی صفحہ ۱۹، آغاز میں تین صفحات پر فہرست مضامین، تقطیع : ۲۶×۱۵½ سنٹی میٹر۔ کاتب نے اسے اپنے فرزندوں عبدالغنی، غلام محمد اور غلام احمد کے مطالعہ کے لئے نقل کیا تھا، کسی غیر کے لئے نہیں۔ ریاض الناصحین کی ایک دو جزکی نقل اس کے بھائی محمد سبحان کا بھی حصہ تھا جو ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ (اتوار ۱۰ جولائی ۱۸۹۲ء) کو فوت ہو گیا تھا۔ کاتب کا باپ عاقبت محمود ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ (اتوار ۱۹ جون ۱۸۹۲ء) کو فوت ہو گیا تھا۔

آغاز : الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بآثار اشعات انوار الجمال وحیر عقول الکاملین عن ادراک العظمۃ والکبریاء والجلال۔

اختتام : حق تعالیٰ ایں کلمات را آثار خیر ما گرداناد و توفیق خیر ما را کرامت کناد بحق محمد وآلہ الامجاد، وہذا آخر ما قصدتہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

کتاب کی تاریخ منظوم مصنف کی جانب سے کتاب کے اختتام پر یہ رباعی ہے :

در ماہ رجب ازیں سخن آرائی	پرداختہ شد قلم بدیں زیبائی
تاریخ ریاض ناصحین گردد چوں	برچشمۂ آفتاب ب افزائی

رجب ۸۳۵ھ = مارچ ۱۴۳۲ء

ناقل کا اختتامیہ :

صد ہزاراں شکر رب العالمین ‌ ‌ ‌ گشت اتمام این ریاض ناصحین

بیست و دوم از رجب بُدای ہمام ‌ ‌ ‌ روز جمعہ وقت دیگر شد تمام

یک ہزار و سہ صد و دہ سنہ بود ‌ ‌ ‌ فرصتم نہ بود شد تحریر زود

از ید مسکین حقیر و ناتوان ‌ ‌ ‌ بندۂ رحمانم (عبدالرحمان) از خواہی بدان

یک دو جز از دستخط اخوی بدین ‌ ‌ ‌ او نوشتہ رفت در خلد برین

ہم سفر شد با پدر ...... ‌ ‌ ‌ کرد در فردوس اعلیٰ جایگاہ

غرق اندر رحمت خود یا الٰہ ‌ ‌ ‌ ساز ایشاں ہر صباح و ہر مسا

قاریان این کتاب با صواب ‌ ‌ ‌ گر بخوانند فاتحہ یابند ثواب

از برائے این دو روح پاک را ‌ ‌ ‌ مغفرت خواہند می یابند جزا

نیز بہر کاتبش عفو خطا ‌ ‌ ‌ از خدا خواہد ہم او یابد عطا

یا الٰہی با جمیع مومناں ‌ ‌ ‌ جائے کاتب ساز در دار الجناں

گرچہ از کردہ بسے شرمندہ ام ‌ ‌ ‌ ز آیۂ لاتقنطوا خرسندہ ام

اے خدا در وقت نزع جانمن ‌ ‌ ‌ کلمہ گویاں بر از این دار المحن

آخر کلمہ مرا توحید خود ‌ ‌ ‌ بر زبانم یاد آں از فضل خود

دہ نجات از شرِ آن دیو لعین ‌ ‌ ‌ بہر آں شاہنشہ دنیا و دین

خیر دارینم عطا کن اے کریم ‌ ‌ ‌ چون توئی ستار و غفار و رحیم

یلوح الخط فی القرطاس دھراً ‌ ‌ ‌ و کاتبہ رمیم فی التراب

اللھم اغفر لکاتبہ ولقاریہ ولسامعہ ولناشدہ ولمالکہ اجمعین،

وکتبت ہذا الکتاب لقرۃ العین عبد الغنی و غلام محمد و غلام احمد مد اللہ اعمارہم و لم یکتب لغیرہم۔

ACC-441

43- شرعۃ التسمیہ

اُس استفتاء کا جواب ہے جو بعض اصحاب نے میر محمد باقر داماد بن شمس الدین محمد استرآبادی متوفی ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۱/۱۶۳۰ء) سے زمانِ غیبت میں حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ کی کنیت اور نام لینے کے متعلق دریافت کیا تھا۔ یہ جواب احادیث امامیہ اور روایات پر مبنی ہے۔ شرعۃ التسمیہ کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ سوال کا جو انتہائی مختصر ہے، اور دوسرا حصہ جواب کا ہے جو انتہائی مبسوط اور مفصل ہے۔ کتاب میں بزمان غیبت ولی عصر کی کنیت اور نام کی حرمت ثابت کی گئی ہے۔

شرعۃ التسمیہ کے مصنّف میر محمد باقر بن شمس الدین محمد، المعروف بہ میر باقر داماد گیارہویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) کے جامع معقول و منقول عالم تھے۔ انہیں فلسفہ و منطق کا معلّم ثالث کہا جاتا ہے۔ میر باقر داماد استرآباد میں پیدا ہوئے، اصفہان میں نشو و نما پائی، اور بعد از وفات نجف میں دفن ہوئے۔

مضمون شعبۂ دینیات، زبان عربی، مصنف میر محمد باقر داماد، زمانۂ تالیف گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) کا آغاز، کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت جمعہ، ۲۴۔ ربیع الاولیٰ ۱۲۶۰ھ (غالباً ۱۳۶۰ھ = ۶۔ فروری ۱۹۴۷ء)، خط نستعلیق باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۳۸، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع: ۴ء۱۳ × ۶ء۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للہ رب العالمین حمداً لا یبلغہ جہد الحامدین

والصلوٰۃ علی الرسول الکریم افضل المرسلین وآلہ المکرمین الاکرمین صلوٰۃ تنبذ صلوات المصلین من الاولین والآخرین۔

اختتام : اللہم احملنی علی عفوک ولا تحملنی علی عدلک برحمتک یا ارحم الراحمین، فصلی اللہ علیٰ سیدنا ونبینا محمد وآلہ الطاہرین۔

صورۃ خط المصنف نور اللہ مضجعہ وقدس لطیفہ کتب بیمناہ الجانیۃ الفانیہ احوج المربوبین إلی الرب الغنی محمد بن محمد یدعیٰ باقر الداماد الحسنی ختم اللہ لہ بالحسنیٰ۔

کاتب کا اختتامیہ : قد فرغ من تسطیر ھذہ الرسالۃ الشریفۃ ابوحمرہ ... فی یوم الجمعہ بتاریخ الرابع والعشرین من الربیع الاولی سنتہ سبع وستین (۶۷ ؟) من الھجرۃ

44- شُکر ذات منظوم

دو حصوں پر منقسم ہے۔ حِصّہ اوّل عقائد اور ایمان مجمل و مُفصّل کے بیان میں ہے، جبکہ حِصّہ دوم مسایل فقہ یعنی وضو، نماز، زکوٰۃ، حج، احکام نکاح، کفّارۂ قسم، احکام حد و شراب نوشی، چوری، خرید و فروخت، احکام شفعہ، بلوغ، غصب وغیرہ سے متعلق ہے۔ آغاز مطلب سے پہلے حمد خدا، نعت رسول اور مناقب چہار یار بطور اختصار درج ہیں۔

مضمون دینیات بطرز مثنوی، زبان کشمیری، مثنوی نگار میر عبداللہ بیہقی متوفی

۱۲۲۶ھ ہجری (۱۸۱۱ء)، ناقل نامعلوم، تاریخ نقل غیر مذکور، تاہم چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی کا آغاز) وسط، خط نستعلیق صاف و عمدہ، فولیو ۱ اور پانچ، تعداد ابیات فی صفحہ ۱۲، تقطیع : ۱۴ × ۸، ۲۲ سنٹی میٹر۔

ابتداء : دَمہ دَمہ حمد دَپ تس رَبّس یُم زون آفتابہ دتونس

اختتام : میر عبداللہ امیدوار آو نۂ

کاتب کا اختتامیہ : تمت تمام شد، تعدادی شش جزء

<u>یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے</u>
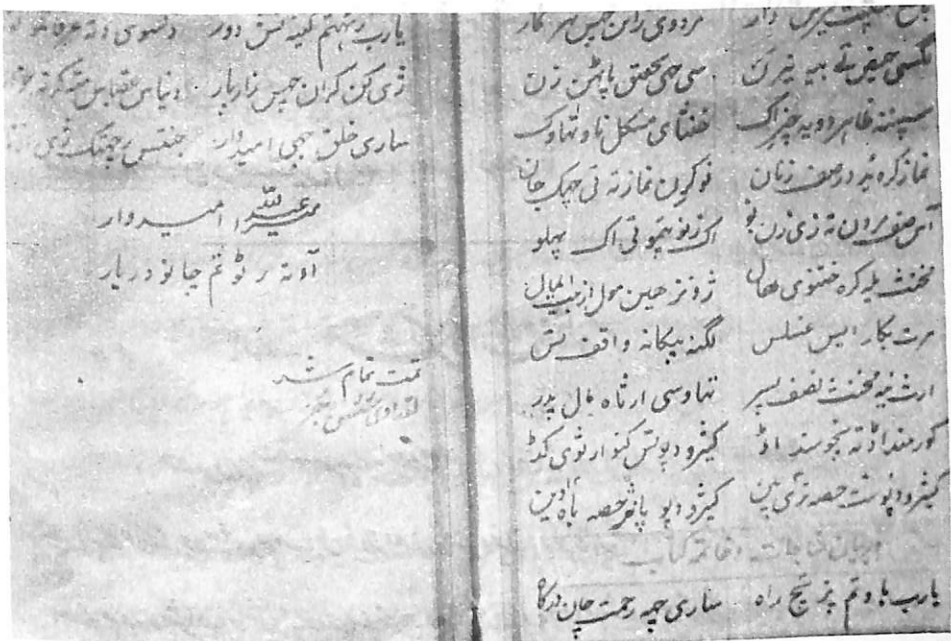
ACC-240

45 عقاید باسعید بہ منظوم

یہ مختصر منظوم رسالہ جو ۲۸۷ ابیات پر مشتمل ہے، سُنّی عقاید سے تعلق رکھتا ہے۔ مصنّف

نے دراصل یہ منظوم رسالہ اپنے فرزند سعید الدین محمد کے لئے لکھا تھا جیسا کہ خود کہتا ہے :

الا جانِ پدر فرزندِ ارشد　　سعید الدین محمد بن محمد

لیکن حقیقت میں اس کا فایدہ عام مومنین کے لئے ہے۔ مؤلف نے حمد خدا و نعت رسولؐ کے بعد اعتقاد اہل سنّت پر مضبوطی سے قایم رہنے کی خدا تعالیٰ سے التجا کی ہے اور ہر اُستاد کے سامنے مقبولیت کی درخواست۔ جو مضامین بلا کسی ترتیب کے رسالے میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں : ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصّل، خدا وحدہ لاشریک اور بے مثل و بے شبہ ہے حلول و اتحاد سے پاک ہے، اُس کے تمام افعال حسن و خوبی کے حامل ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں ۳۸ ابیات کی مناجات ہے جس میں اعترافِ گناہ کے بعد خدا سے عفوِ تقصیر اور شفاعتِ رسولِ مقبول کی التجا ہے۔

مضمون عقاید بطرز مثنوی، زبان فارسی، شاعر و ناظم محمد، زمانۂ تالیف غالباً ۸۳۱ھ = ۱۴۲۷ء/۱۴۲۶ء جیسا کہ ان ابیات سے مفہوم ہے :

بجستم نام و سالش از خرد زود　　" عقاید با سعیدیہ " بفرمود

در آحادش بآنش زن بس ان عدد　　کن آحادش بر آن بعد از عمل رد

کاتب و ناقل نامعلوم، لیکن شکل سے تقریباً پچاس سالہ پرانا نسخہ، خطِ نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، فولیوز ۱۵، اوسط تعدادِ سطور فی صفحہ ۱۰، مجموعۂ ابیات ۲۸۷،

تقطیع : ۱۰ × ۱۸ سنٹی میٹر

ابتداء : خدایا عُقدۂ تقلید بکشا　　بتحقیقم رہ توحید بنما

اختتام : برانگیز آن برین آگاہیم بس　　شفاعت کن نصیبم از نبی بس

کاتب کا اختتامیہ : تمام شد

46- علاماتِ قیامت منظوم

قرآن کریم کی یاجوج و ماجوج اور سدِّ سکندر کی آیات پر مبنی داستان ہے۔ اسی کے ضمن میں ظہور امام مہدی، نزول عیسیٰ، قصۂ سکندر، یاجوج و ماجوج اور خروج دجّال کا جو علاماتِ قیامت سے ہیں، تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مطالب کتاب حسب ذیل ہیں:

بیان سبب تالیف کتاب، علاماتِ قیامت، تغلّب نصارا و تجسّس مسلمانان بحضرت امام بمدینہ منورہ، وجود امام در مدینہ، در بیان حسب و نسب امام مہدی و چگونگی احوالِ او، لشکر کشیدن امام الاولیاء امام محمد مہدی بر نصارا، گفتار در بیان شکل و شمایل دجّال بدافعال و چگونگی حال و احوال و فتنہ و فساد و اضلال و وصف مرکب وی مساسہ نام و ظہور استدراج صبح و شام، گفتار در بیان نزولِ عیسیٰ علیہ السلام و حصول ملاقات بحضرت امام و قتلِ دجّال از دست آں نیکنام، گفتار در بیانِ سدِّ سکندر و کیفیت یاجوج و ماجوج و وجہ تسمیہ اسکندر بذوالقرنین و بمغرب و مشرق رسیدن وی بے شک و شین، رسیدن سلطان سکندر بسرحد ترکستان و استغاثہ نمودن جماعتی از بظلم یاجوج ماجوج، داستان در بیان بیرون آمدن یاجوج ماجوج سد سکندری شکستہ و کار و بار کردار ایشاں از ظلم و آزار و دعا خواستن حضرت عیسیٰ در دفع اذیّت آں اشرار و ہلاکت آں قوم فجّار، تتمۂ داستان ماضی و مدفون شدن حضرت عیسیٰ در روضۂ مطہرۂ سید انام ؐ، در نعت سید الانبیاء، گفتار در بیان خلیفہ شدن جلجہا نام و ظاہر شدن دُخان از آسمان و درازیٔ شب و طلوعِ آفتاب از طرف مغرب و بستہ شدن دروازۂ توبہ و برآمدن دابۃ الارض و کردار و افعال وی، در بیان اختتام ایں نسخۂ نیک فرجام و تاریخ اتمام و سوالِ دعا از خاص و عام۔

مضمون عقاید و کلام (بطرز مثنوی)، زبان کشمیری، مثنوی نگار مہدی ترالی، تاریخ تصنیف ۱۳۱۳ھ روز دوشنبہ ۱۱ ربیع الاول (۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ء)

مصنف کا خود نوشت

تاریخ کتابت، جمعہ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ (۳ ستمبر ۱۸۹۵ء)، نستعلیق، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۰، اوسط ابیات فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۶ × ۵ء۲۳ سنٹی میٹر

شروع : چھ حمدٔ گ قیل وقال اَو بندہ اشکال
نہ لا احصی ژتس پت گئی زبان لال

اخیر: کھم آسوی سپن نامہ باتمام زمہدی خفوی ژتہ ے ز آغاز و انجام

مصنّف کا اختتامیہ : راقم آثم ہوالناظم .... بتاریخ پانزدہ ربیع الاول سنہ یکہزار و سہ صد و سیزدہ روز جمعہ ہنگام عشا۔

ACC - 377

۹۷ = علامات قیامت منظوم

یہ ضخیم رسالہ علاماتِ قیامت اور امام مہدی کے ظہور سے متعلق ہے۔ یہ ظہور اسوقت

ہوگا جب بے شمار ملک دینِ عیسوی کا اقرار کرنے لگیں گے۔ اُس وقت ملک شام سے ایک شخص پیدا ہوگا جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا اور سادات کو قتل کریگا۔ بعد ازاں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین جنگ ہوگی۔ عیسائی غالب رہیں گے، بالآخر فتح اسلام اور اہلِ اسلام کی ہوگی۔ امام مہدی دنیا میں آکر دجّال کو قتل کریں گے۔ اخیر پر بہشت اور اُس کے اوصاف کا مفصل ذکر ہے۔ بحیثیت مجموعی رسالہ بِلا ترتیب ہے یعنی علاماتِ قیامت کے سلسلے میں جو بات مصنّف کے ذہن میں آتی چلی گئی ہے، بیان کرتا گیا ہے۔

مضمون عقاید (دینیات)، زبان کشمیری، اندازِ بیان مثنوی، بوجہ ناقص اوّل و آخر ہونے کے مصنّف، کاتب اور تاریخ کتابت نامعلوم، لیکن چالیس پچاس سالہ قدیم نسخہ، خطِّ نستعلیق مایل بہ زشت خط، کاغذ کشمیری، فولیو ۶۱ (صفحات ۱۲۲) تعداد ابیات فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۸و۷x۲ x ۲۴و۲ سنٹی میٹر۔

آغاز (مخطوطہ کا چوتھا شعر):

پس از مدّت از اقلیم عرب را

گھڑی شخصا ز ملکِ شام پیدا

اختتام:

گڑن دوہ نوفی ہندِس جگرس کیا بہ

کھین ثروپہ سیتی آب و نانہ

یہ مخطوطہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

48- قصیدہ بدءالامالی مشرّح

بحر ہزج ہیں جس کے ارکان ایک مصرعہ میں مفاعیلن، مفاعیلن، فعولن اور اسی طرح دوسرے مصرعہ میں ہیں' عربی زبان میں علم عقاید و کلام کا مشہور قصیدہ ہے' اور اس کی فارسی شرح بین السطور میں درج ہے۔ قصیدہ کا نام آغاز کے اس شعر سے مفہوم ہے:

بقول العبدُ فی بدءِ الامال   لتوحیدٍ بنظمٍ کالّلآلِ

مضمون کے اعتبار سے اس قصیدہ میں خدا تعالی کے اوصاف اور اُس کی یکتائیت کا بیان ہے۔

مضمون عقائد و کلام، زبان عربی و فارسی (قصیدہ کی زبان عربی اور شرح کی زبان فارسی)' اصل کا مُصنّف سراج الدین رمادستی' زمانۂ نظم نامعلوم' تاہم نویں صدی ہجری سے پہلے کی تصنیف، شارح ابو النصر محمود بن شہاب نبیرۂ مولانا حمید الدین ملتانی' تاریخ تشریح غرۂ رجب المرجب ۸۴۴ھ (سنیچر ۲۶ نومبر ۱۴۴۰ء)۔ شارح اس سے قبل اسی قصیدہ کی شرح عربی میں قطب العالم برہان الحق والدین (؟) کے لئے کر چکا تھا، اور زیر بحث فارسی شرح ملک زادہ جلال الدین ملک حسام بہامی کے لئے کی گئی ہے۔ کاتب و ناقل محمد میر' تاریخ کتابت یک شنبہ' ۸ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۱ ہجری (۲۶ نومبر ۱۸۵۴ء)' خطِ نسخ و نستعلیق' کاغذ دیسی (کشمیری)' صفحات ۳۶، ابیات ماسوائے صفحہ اول کے فی صفحہ ۴۔ تقطیع: ۱۳,۲ × ۸,۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز: یقولُ العبدُ فی بدءِ الامالی
لتوحیدٍ بنظمٍ کالّلآلی

اختتام: وَاِنّ اللہَ یجزی کل وقتٍ   لمن بالخیر یوماً قد دعالی

کاتب کے اختتامیہ سے قبل اسی زمین (وزن) میں مولوی عبدالنبی عیدگاہی مرحوم کے یہ دو عربی اشعار ہیں:

جزاہ اللہ فی الدارین خیراً　　عطاہ اللہ اضعاف المعال

شفانا اللہ عن سقم الجہالۃ　　وقانا اللہ عن درک النکال

کاتب کا اختتامیہ: از دست فقیر الحقیر سراپا عذر و تقصیر عاصی محمد میر بروز یک شنبہ ہشتم ماہ ربیع الاول ۱۲۷۱ھ تحریر یافت۔

تصوُّف

مُسلم ـــــ ویدانت
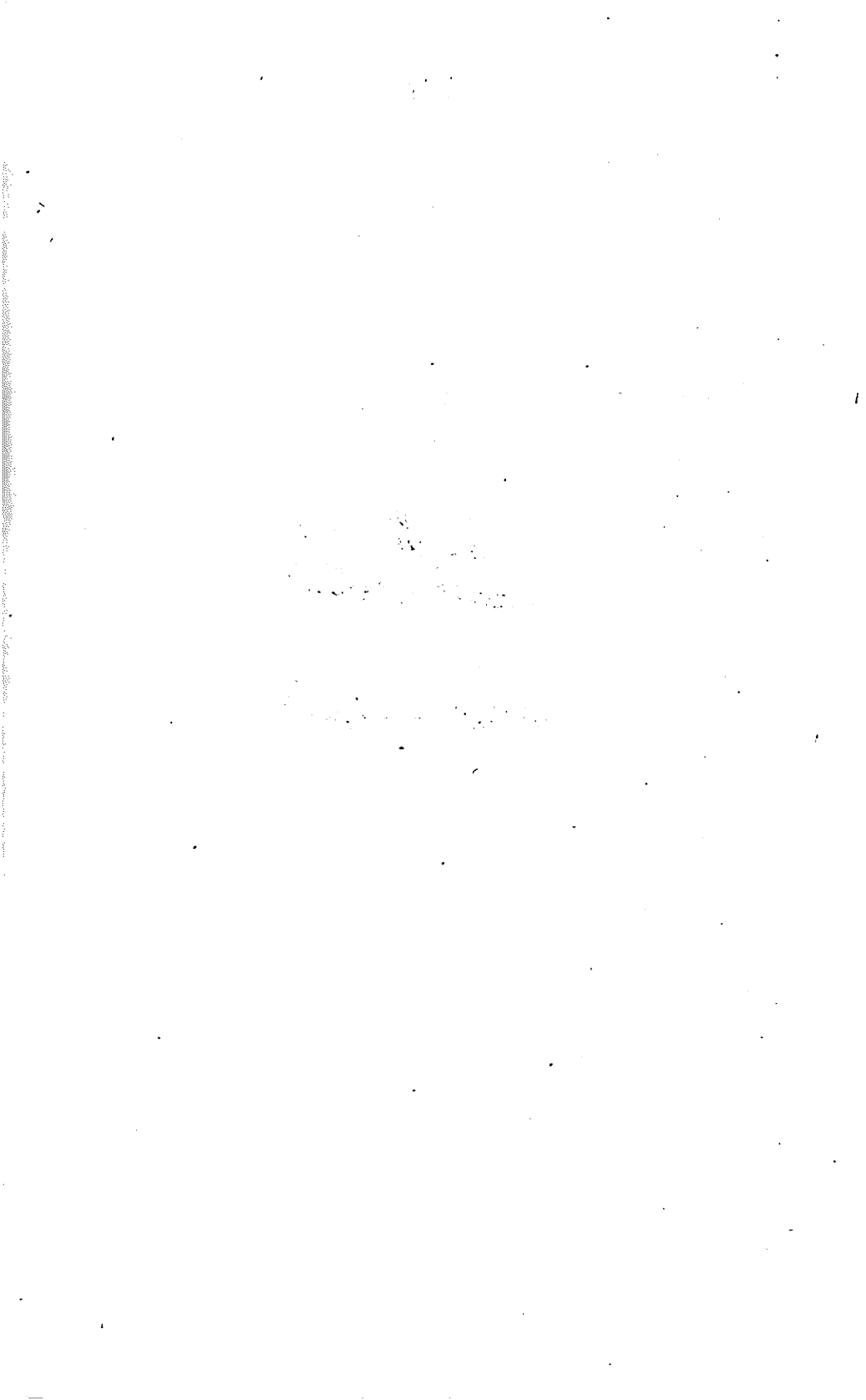
49- افضل الطرائق

شیخ بابا محمد اشرف فتح کدلی فرزند ارجمند خواجہ محمد رضا کے احوال و کوائف اور اُن کے سلسلۂ تصوف کے بیان میں ایک جامع اور مُفصّل رسالہ ہے۔ ضمن میں بابا آیت اللہ اور شیخ عبادی کا بیان بھی ہے۔ یہ تینوں بزرگ شیخ احمد تارہ بلی متوفی ۱۳ رجب ۱۲۷۸ھ ہجری (منگل - ۱۴ جنوری ۱۸۶۲ء) کے مُرشدانِ طریقت سے تھے۔ بحساب جمل لفظ "عابد" ان کی عمر (۷۴) کے سالوں کو بتاتا ہے۔ خود شیخ محمد اشرف عرف اشہ بابا فتح کدلی ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) میں پیدا ہوئے اور بعمر اسلامی اسّی برس ۴ ذی الحجہ ۱۱۹۵ھ (بدھ، ۲۱ نومبر ۱۷۸۱ء) کو وفات پائی۔ "ذاتِ باکمال" تاریخ وفات ہے۔ اور "حبیب محمد رضا" تاریخ ولادت۔

مضمون تصوف و عرفان، زبان فارسی نثر مخلوط بہ نظم، مؤلف شیخ احمد صاحب تارہ بلی مذکور، تاریخ ابتداء و انتہا بالترتیب ۱۲۶۱ھ و ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۶/۱۸۴۵ء)، ناقل و کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت غرۂ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ (پیر، اپریل ۵ ۱۸۸۶ء) خطِ نستعلیق، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۷۹، سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۱۰ ، ۱۱ × ۷ و ۱۸ سنٹی میٹر۔ افضل الطرائق سے قبل شروع کے بیس صفحات بابا محمد اشرف فتح کدلی کے فارسی منظوم کلام پر مشتمل ہیں اور اختتام پر ۱۲ صفحات کی کسی نامعلوم شخص کی ایک طویل فارسی مثنوی ہے۔ یہ شخص شیخ احمد صاحب تارہ بلی کے حلقۂ مریدان سے تھا جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہے:

ایں نامہ سیاہ خاکِ احمد   محفوظ گذار در پناہ احمد

آغاز: السّلام ای فاتح ایجاد و امکان السّلام

السّلام ای خاتم و خیر رسولان السّلام

اختتام: بگذار بفرق ہمگنان سایۂ او

ممدود بکن ظل ہُما پایۂ او

کاتب کا اختتامیہ افضل الطرایق کے اختتام پر:

این رسالۂ فیض حبالۂ قادریۂ نادریۂ کہ مسمّیٰ بافضل الطرایق است ......

من تصنیف منیف ومقولۂ شریف شیخنا وسیدنا ومولانا وھادینا ومرادنا وملجانا ملاذنا ومرشدنا

جناب حضرت پیر امجد وولی وجلی معلّیٰ مناقب احمد صاحب تارہ بلی است۔ مرقوم بتاریخ غرۂ

رجب المرجب ۱۳۰۳ھ (۱۳۰۳ھ)۔

افضل الطرایق کے متعدد قلمی نسخے محکمہ تحقیق واشاعت حکومت جموں وکشمیر کی قلمی لایبریری

واقع اقبال لایبریری کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل سرینگر میں محفوظ ہیں۔

50- اللطائف المدنیۃ

مشائخ نقشبندیہ بالخصوص احوال وسوانح شیخ احمد سرہندی فاروقی المعروف

بہ مجدّد الف ثانی میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔ مصنّف نے یہ رسالہ اپنے پیر طریقت شیخ محمد

سعید کے ایماء پر قلمبند کیا ہے (مقدمۂ کتاب)۔ یہ رسالہ پانچ مقالوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے:

۱۔ پہلا مقالہ شیخ احمد سرہندی کے نسب نامے کے بیان میں ہے۔

۲۔ مقالۂ دوم بعض بشارات کے بیان میں۔

۳۔ مقالۂ سیوم اُن بعض خطوط کے بیان میں ہے جن میں بعض آیات فرقانیہ کی

تاویل کی گئی ہے۔

۴۔ مقالۂ چہارم ملفوظات وکلمات کے بیان میں جو بلا واسطہ مسموع ہوئے۔

۵۔ مقالۂ پنجم کرامات و تصرفات کے بیان میں۔

۶۔ خاتمہ کلمات قدسیہ کے بیان میں ہے جو البشارات الحقانیہ نام کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

اس کے علاوہ کتاب کا آخری صفحہ وعدہ کے برخلاف ختم خوجہا (خواجگانِ نقشبند) کا

بالتفصیل حامل ہے۔

مضمون تصوف، زبان عربی نثر، مُصنّف تمہیدی صفحہ نہ ہونے کے باعث نامعلوم،

زمانۂ تالیف ماہ شوال ۱۰۶۸ھ (جون جولائی ۱۶۵۸ء)، کاتب و ناقل نامعلوم، کاغذ کشمیری،

صفحات ۸۴، سطور فی صفحہ ۱۹، خط نستعلیق باریک سادہ، تقطیع ۱ء۱۳ × ۸ء۲۰ سنٹی میٹر

آغاز : والآیات المنیتہ الکریمۃ الباہرۃ

اختتام: ان الحمد للّٰہ رب العالمین بعون اللّٰہ الوھاب

مُصنّف کا اختتامیہ : قد فرغتُ من تالیف ھذہ الرسالۃ فی

شھر شوال سنہ ثمان و ستین و الف مایۂ من الھجرۃ النبویۃ

(۱۰۶۸ھ = ۱۶۵۸ء) علی صاحبہ من الصلوات افضلھا و من التحیّات

والتسلیمات اتمھا و اکملھا۔

---

51 - انتخاب رسایل

حسب ذیل رسایل کا مجموعہ یا انتخاب ہے۔

۱۔ لمعۂ عراقی ۵ اوراق (صفحات ۱۰)

۲۔ رسالہ در علم تصوّف (ورق ۶ سے ورق ۹ تک)

۳۔ انتخاب از انیس الارواح ورق ۹ سے ورق ۱۰ تک)

۴۔ رسالہ دربیان شرح معرفت و ماہیت آن از درویش فرید مسعود ابی بکر عمر بن صلاح بخاری (ورق ۱۰ سے ورق ۱۴ تک)

۵۔ صلوۃ القلب منقول از کتاب شمایل الاتقیاء (۱۵-۱۶)

۶۔ شرح بعض کلمات قدسیہ (۱۶-۱۷)

۷۔ فواید الفواد تصنیف ۱۱ ذی الحجہ ۷۱۸ھ ہجری (۳ فروری سنیچر ۱۳۱۹ء)

۸۔ انتخاب از نفحات الانس جامی (۲۰-۲۶)

۹۔ انتخاب از شرح فاتحہ در فضایل چہار یار با صفا (۲۸-۲۹)

۱۰۔ طریقۂ خواجگان (۳۰-۳۱)

۱۱۔ رسالۂ شوقیہ در تصوف از محمد حیدر بن حکیم لطیف کشمیری (۳۲-۴۶)

تصوف از محمد حیدر بن حکیم لطیف کشمیری (۳۲-۴۶)

تاریخ تصنیف ۵ ربیع الاول یوم پنجشنبہ ۱۰۹۸ھ (۹ جنوری ۱۶۸۷ء)

۱۲۔ زاد المسافرین منظوم (مثنوی) مصنفہ میر حسین (۴۶-۶۷) در تصوف۔ ناقص الآخر۔

مضمون انتخاب بحیثیت مجموعی تصوف، زبان فارسی نظم و نثر، مصنف مختلف، ناقل غیر مذکور

خط نستعلیق شکستہ، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق کی کُل تعداد ۶۷، اوسط سطور فی صفحہ ۲۵۔ تقطیع ۵،۱۱ × ۷،۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: ...... شربت کہ مست از می عشق چنانم کہ اگر یک جرعہ ازیں بیش خورم۔

اختتام: نے عشق و نہ عاشق و نہ معشوق

نے سبق و نہ سابق و نہ مسبوق ٭

اخیر صفحہ پر "این حملہ" کی رکاب ہے۔

اس مجموعہ میں رسالہ شوقیہ (۱۱) نادر و نایاب ہے۔

52- انتخاب رسایل

کتب اوراد و وظائف کا انتخاب ہے۔ فہرست مضامین حسب ذیل ہے:

۱۔ وِرد پنجاہ آیت ۴ فولیو۔

۲۔ داناترین مردمان (۶-۸ فولیو تک)

۳۔ حکایت منظوم فارسی (۸-۱۲)

۴۔ شیخی کہ مریدی را ورد فرماید (۱۳-۱۸)

۵۔ اقتباس از دلیل العارفین از بختیار اوشی (۲۰-۶۰)

۶۔ اختیار نامہ (ایام کا روزنامہ ہے یعنی اس بات میں کہ کس دن انسان کو کیا کام کرنا چاہیئے (فولیو ۶۰ سے فولیو ۶۸ تک)

۷۔ نسخۂ روزنامہ (۶۹-۷۳)

۸۔ عجائب استغفار (۷۳-۷۷)

۹۔ شرح نود و نہ نام و نماز استخارہ (۷۷ - ۱۰۳)

۱۰۔ دعا، سماط ورد خواجگان چشت (۱۰۳ - ۱۲۸)

۱۱۔ آداب لباس از عبد الحق دہلوی (۱۳۴ - ۱۴۴)۔ اس رسالہ پر کسی شخص بابا محمد یحییٰ چشتی کی چھ مہریں مختلف صفحات پر ہیں۔ سنہ مہر ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) ہے۔

۱۲۔ چند مسایل از کتاب مفتاح الصلوٰۃ (۱۴۷ - ۱۵۱)

۱۳۔ مختصر وقایہ منظوم از مولوی جامی (۱۵۲ - ۱۵۶)

۱۴۔ مختصر از محمد جمیل ابن ابو تراب بدخشی حارثی (۱۵۸ - ۱۹۹)

مضمون تصوّف و اوراد، زبان عربی و فارسی، مصنّف مختلف، کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت نامعلوم، لیکن اندازاً بارہویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کے آغاز کی تحریر، خط نسخ و نستعلیق، کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۱۹۹، سطور مختلف،

تقطیع: ۹٫۲ × ۱۵٫۸ سنٹی میٹر۔

شروع کے الفاظ: کہ پنجاہ آیہ کہ ورد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بود۔

اخیر کے الفاظ: با کسی کہ من صلح کنم و حرب۔

ACC - 218

53- الطالبین و عُدَّۃ السالکین

شیخ بہاؤ الحق والدین المشتہر بہ نقشبند کے احوال و مقامات کا بیان ہے۔ یہ احوال و مقامات شیخ کی وفات کے بعد جو ۲ یا ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ (یکم یا ۲ مارچ ۱۳۸۹ء) کو واقع ہوئی ہے، معرض تحریر میں آئے ہیں۔ یہ احوال و مقامات خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے خلیفہ خواجہ علاء الحق والدین خواجہ عطّار کے ایماء و اشارہ سے مرتب کئے گئے ہیں۔ یہ احوال و کرامات

چشم دید واقعات پر مبنی ہیں۔

۱ الطالبین و عُمدۃُ السالکین حسب ذیل چار قسموں پر مرتب ہے:

قسم اوّل در تعریفِ ولایت و ولی۔

قسم دوم در شرح ابتداء احوال خواجۂ ما قدس اللہ روحہ و سلسلۂ خواجگان۔

قسم سیوم در بیان طریقۂ سلوک و صفت و نتیجۂ صحبتِ خواجۂ ما۔ و ذکر حقایقی و لطایفی کہ در مجالس صحبت بر لفظ مبارک حضرت خواجہ گذشتہ است۔

قسم چہارم در ذکر کرامات و مقامات و احوال و آثاری کہ از حضرت خواجۂ ما قدس اللہ روحہ بظہور آمدہ است۔

مضمون تصوّف (متعلق بہ سلسلۂ نقشبندیہ) زبان فارسی، نثر، مؤلف مولانا حسام الدین خواجہ یوسف حافظی بخاری، زمانۂ تالیف نویں صدی ہجری (۱۵ویں صدی عیسوی) کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص الآخر نامعلوم، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ غیر کشمیری، صفحات ۱۷۶، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۰٫۹ × ۱۶٫۶ سنٹی میٹر۔

شروع: امابعد چنانکہ در ظہور احوال و آثار اولیاء را اختیار نیست در اسباب وصول بہ صحبت مشایخ طریقت ہیچ طالبی را اختیار نیست۔

اخیر: چنانکہ شیخ قدس سرہ میفرماید   سایہ از نور کے باشد جُدا

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور۔

ACC-270

54- بدیدۃ الحقایق

بموجب تقسیم مصنّف یہ مختصر تین باب اور اکیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح

ہر ایک باب سات (۷) فصول کا حامل ہے۔ ابواب و فصول کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ باب اوّل در ذکر ولایت۔ اس کی حسب ذیل سات فصول ہیں:

فصل اول در ذکر سلسلہ علیہ، فصل دوم در بیان وصیت نامہ و الفاظی کہ زبان زد حضرات خواجگان است، فصل سوم در ذکر لطایف عشرہ، فصل چہارم در فکر کلمۂ طیبہ، فصل پنجم در ذکر سیر معیّت، فصل ششم در ذکر سیر قُربیّت، فصل ہفتم در ذکر سیر محبت

۲۔ باب دوم در ذکر کمالات۔ اس کی فصول یہ ہیں:

فصل اوّل در ذکر تصوّر ذات بحت، فصل دوم در ذکر ہیئت وحدانیت، فصل سیوم در ذکر کمالات اولوالعزم، فصل چہارم در ذکر قیومیّت، فصل پنجم در ذکر خُلّتؔ، فصل ششم در ذکر محبت صرفہ، فصل ہفتم در ذکر محبوبیت ممتزجہ۔

۳۔ باب سیوم در ذکر ولایت خاصہ۔ اس کی سات فصول یہ ہیں:

فصل اوّل در ذکر محبوبیت خالصہ، فصل دوم در ذکر لاالعین، فصل سیوم در ذکر حقیقت کعبہ، فصل چہارم در ذکر حقیقت قرآنی، فصل پنجم در ذکر حقیقت صلوٰۃ، فصل ششم در ذکر معبودیۃ صرفہ، فصل ہفتم در اختتام۔

مضمون: تصوّف و عرفان بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ کے نقطۂ نظر سے، زبان فارسی نثر، مصنّف محمد موسیٰ ابن خواجہ عیسیٰ دہ بیدی متوفی ۱۶ محرم ۱۱۹۲ھ (سنیچر ۱۴ فروری ۱۷۷۸ء) زمانۂ تصنیف اٹھارویں صدی عیسوی، کاتب و ناقل محمد امین ابن محمد رشیم، مقام کتابت ملک کاشغر، تاریخ کتابت روز پنجشنبہ ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ / ۱۷۹۲ء)، خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۵۳، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۱ × ۱۷ سنٹی میٹر، مخطوط ٹائیٹل کے صفحہ پر دو مہروں کا حامل ہے، ایک کا مضمون یہ مصرعہ ہے نازم بخواجگی کہ غلام محمّدم

تاریخ ۱۲۲۷ ہجری ہے اور دوسری مُہر "نیاز" نامی (غالباً شاہ نیاز نقشبندی) کسی شخص کی ہے۔ اس کی سنہ ہجری ۱۲۲۵ (۱۸۱۰ء) ہے

مخطوطہ نایاب اور غیر مطبوعہ ہے

آغاز: حمد و ثنای بے حد و شکر ستایش بے عدم صانعی را کہ خواص ارباب شوق را۔

اختتام: دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم۔

کاتب کا اختتامیہ: در مُلکیہ کاشغر از دست محمد امین بن محمد رحیم تحریر یافت یکی از سکّانِ این درگاہ عالی۔

ACC - 367

55 - بیاض اشعار

دعائے قنوت اور دیگر ادعیہ کے ساتھ اشعار کا جن میں زیادہ تر رباعیات میں مجموعہ ہے۔ بعض رباعیات میں صاحب کا لفظ بار بار استعمال ہونے کے باعث اغلب ہے کہ یہ مجموعہ اسی تخلص کے کسی شاعر کا ہو۔ یہ رباعیات زیادہ تر مذہبی اور نعتیہ نوعیت کی ہیں جس کی تائید حضرت فاطمہؓ، محمدؐ اور چار یار کے ذکر سے ہوتی ہے۔ چند کا تعلق پیر اور اس کی محبت سے ہے اور بعض صوفیانہ خیالات کی حامل ہیں۔

مضمون تصوف، زبان کشمیری، شاعر (صاحب)، زمانۂ ناظم نامعلوم، کاتب و ناقل غلام محی الدین ساکن چرار، تاریخ تحریر ۱۳ محرم ۱۳۱۷ھ (۲۴ مئی ۱۸۹۹ء)، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، اوراق ۶ (صفحات ۱۲)، تقطیع: ۱۸ × ۱۱ × ۳ سنٹی میٹر

ابتداء: وا فتح علینا خزاین علمک۔

اختتام: کینترن دِتُن اورسے آلو کینتر و رچایہ نالہ تہ و ہنہ

اوّل و آخر سے نامکمل۔ ہنوز غیر مطبوعہ۔

56- تحفۂ احمد

مختلف النوع مضامین پر بحر رمل میں جس کے ارکان فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلن اور اسی طرح دوسرے مصرع کے ہیں۔ مثنوی مولوی معنوی کے طرز پر، بلکہ بہت حد تک اُسی سے اقتباس کی گئی، متوسط درجہ کی مثنوی ہے۔ ترتیب مضامین حمد و صلوۃ و منقبت چہار یار باصفا کے بعد یہ ہے کہ پہلے فرزند ارجمند صدر الدین احمد جس کی خاطر یہ مثنوی لکھی گئی ہے اور جس کے نام پر اس کا نام تحفۂ احمد ہے، ایک پند آموز طویل مثنوی ہے۔ بعد ازاں شیخ احمد صاحب تارہ بلی کشمیری متوفی ۱۳ رجب ۱۲۷۸ھ (بدھ، ۱۴ جنوری ۱۸۶۲ء) کی مدحت سرائی ہے۔ بالآخر مختلف النوع مضامین پر قلم فرسائی کرتے ہوئے کتاب مذکور کو انجام تک پہنچایا ہے۔

"تحفۂ احمد" کے ساتھ ملحق حسب ذیل چند رسایل یہ ہیں:

۱۔ رسالۂ ترنّغ، ۱۶ صفحات تصنیف ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء)

۲۔ تحفۂ محمدی بنام حاجی محمد خان۔ یہ تحفہ صوفیانہ مکاتیب کا مجموعہ ہے جو ایک ارادتمند حاجی محمد خان کے نام لکھے گئے تھے۔ اور اُسی کی مناسبت سے "تحفۂ محمدی" کہلائے، صفحات ۱۲،

تاریخ تصنیف ۱۰ شوال ۱۲۷۶ھ ہجری (منگل، یکم مئی ۱۸۶۰ء)

موضوع تصوّف، پیرایۂ بیان نظم و نثر، تحفۂ احمد نظم اور دیگر ملحقہ رسایل نثر زبان فارسی، مصنّف ہرسہ کے خواجہ امیرالدین پھلیوال متوفی ۸ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ ہجری روز سہ شنبہ (منگل) مطابق ۲۴ اپریل ۱۸۶۶ء۔ سال تصنیف "تحفہ احمد" ۱۲۶۲ھ اور ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶/۱۸۴۷ء)، کاتب ولی شاہ ولد عزیز اللہ، تاریخ کتابت ۱۲ صفر المظفر ۱۲۹۱ھ (جمعرات ۹ اپریل ۱۸۷۴ء) خط نستعلیق و خط شکستہ اُستادانہ (رسالۂ ترنّع کا)، کاغذ کشمیری باریک اعلیٰ زردی مایل، فولیو (تحفۂ احمد کے) ۱۰۲ (صفحات ۲۰۴)، اوسط اشعار فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۲ × ۹ء۲۰ سنٹی میٹر۔

آغاز: پہلے دو فولیو نہ ہونے کے باعث آغاز اس شعر سے:

خواجۂ بطحیٰ محمد مصطفا — مظہر کل شافع روز جزا

اختتام: واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کاتب کا اختتامیہ: دہم شوال مرقوم شد ۱۲۷۶ یک ہزار دوصد و ہفتاد و شش ہجری۔

ACC-264

تحقیقات -57

تصوّف و معرفت کے مختلف النوع مضامین پر مفصّل اور ضخیم کتاب ہے۔ اس میں وحدت ذات سبحانہٗ، خدا کی حقیقت و معرفت کے علم سے کوتاہی، توحید، اعمال نیک کا مخفی طور پر بجا لانا، قرأت اذکار کا راز، روزہ اور اُس کے متعلق احکامات، زکوٰۃ و حج کی خوبی، خموشی و سکوت، خدا تعالیٰ کی افعالی، صفاتی اور ذاتی تجلیات، تصوّف میں سفر کی اصطلاح، پہلے سفر، دوسرے سفر، تیسرے سفر اور چوتھے سفر کا مطلب، سلوک و وصل کی معرفت، حصول

معرفت کے طریقے، اختلاف آراء کی روشنی میں معنئ معرفت کی تحقیق، مقامات و منازل، تحقیق ذاتِ الٰہی، اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانویں اسماء کی تحقیق، ان اسماء کی خاصیت، تخلقوا باخلاق کا مطلب، وصول اور اس کے مراتب، حقیقت محمدیہ، آداب باطن در تلاوت کلام اللہ، مراقبہ، ذکر حقیقی، فکر کی ذکر پر فضیلت، ذکر میں نفس کا روک لینا، تجلّی کے مراتب اور توحید کے مختلف بیانات کا ذکر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

مضمون تصوّف و معرفت، زبان فارسی نثر، مصنّف خواجہ محمد بن محمد بن محمود، المعروف بہ خواجہ پارسا متوفی ۸۲۲ھ (مطابق ۱۴۱۹ء) زمانۂ تصنیف آٹھویں صدی ہجری کا اختتام (چودھویں صدی عیسوی کا آخر) ناقل محمد اشرف صحّاف کاوڈاری من محلات کشمیر، سالِ نقل نامعلوم تاہم گیارہویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) کی تحریر، تصحیح شدہ، مصحّح کا نام اخیر پر دانستہ طور پر مٹایا ہوا، تاریخ تصحیح ۲ جمادی الاول ۱۲۲۳ھ (جمعہ یکم جولائی ۱۸۰۸ء) نستعلیق مایل بشکستہ اُستادانہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۲۴، سطور فی صفحہ ۲۰، تقطیع ۱۴.۸ × ۲۵ سنٹی میٹر

ابتداء : الحمد للّٰہ الذی اختر ماهیات الاشیاء بفیض وجودہ و کساهم حلل الوجود بجودہ۔

خاتمہ : اللّٰهم ارزقنا فی الدنیا والآخرۃ رویتک آمین و رب العالمین والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

کاتب کے اختتامیہ کے بجائے تصحیح کنندہ کا نوٹ :

"بتاریخ ۲ جمادی الاول ۱۲۲۳ھ بید احقر العباد کمترین فقرایان .... تصحیح کردہ شد۔"

58- جمیلہ و طریق خواجگان منظوم

سلسلۂ نقشبند کا جسے طریقۂ خواجگان بھی کہتے ہیں' آغاز سے لے کر تا بعہد خواجہ خاوند محمود نقشبندی متوفی ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰ء) نام بنام بیان ہے مصنف رسالہ جمیل براہ راست خواجہ خاوند محمود کے مریدوں میں سے تھا، اور خدا تعالیٰ سے تا دیر ان کے سایے کی اُمید رکھتا ہے۔ جمیلہ کا دوسرا نام "تحفۂ احباب" بھی ہے۔ تصوّف کے طریقوں میں صرف سلسلۂ نقشبندیہ ہی وہ طریقہ ہے جس کا انتساب خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رض سے ہے، چنانچہ مصنّف انہیں تک یہ سلسلہ پہنچاتا ہے۔ رسالے کے دوسرے حصہ یعنی طریقِ خواجگان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے چار اصولوں کا جو حسب ذیل ہیں' بیان ہے۔

(۱) سفر اندر وطن (۲) ہوش در دم (۳) نظر بر قدم (۴) خلوت در انجمن۔

رسالے کے آخری تین صفحات ختم حضرات خواجگان عالی شان کے طور طریق پر مبنی ہیں۔

مضمون تصوّف (مطابق طریقۂ نقشبندیہ) بطرز مثنوی، مصنّف جمیل، زمانۂ تالیف گیارھویں صدی ہجری (۱۷ویں صدی عیسوی)، کاتب خواجہ عبدالرسول، تاریخ کتابت بالترتیب ۲۲ شہر جمید الثانی ۱۲۶۱ھ (سنیچر ۲۸ جون ۱۸۴۵ء) و ۲۱ رجب المرجب ۱۲۶۱ھ ہجری (سنیچر ۲۶ جولائی ۱۸۴۵ء)، خط نستعلیق عمدہ باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، صفحات ۱۹، ابیات فی صفحہ ۱۱، تقطیع: ۱۳٫۵ x ۲۰٫۵-

ابتداء: بعد حمدِ خدا و نعتِ نبی   گوش کن در رہِ خدا طلبی

اختتام: بہر نیت کہ با این ختم بشتافت۔   مراد خویشتن را آنچناں یافت

کاتب کا اختتامیہ: بتاریخ بیست و یکم رجب المرجب ۱۲۶۱ھ بید اضعف العباد خواجہ رسول شاہ

مرقوم گردید۔

59- حبلِ متین

مُلاّ عبدالغفور اور خواجہ محمد اعظم کے ایماء و التماس پر یہ مختصر رسالہ تصنیف پذیر ہوا ہے ان میں مُلاّ عبدالغفور مصنّف کا بھائی تھا۔ کتاب کا نام حبل متین بقول مصنّف رسول کریمؐ کا تجویز کردہ ہے۔ رسالہ بلا ترتیب ہے اور قلم برداشتہ لکھا گیا ہے۔ تاہم زیادہ تر تعلق سلسلۂ نقشبندیہ کی حسن و خوبی سے ہے۔ مصنّف نے اسے ستر سالہ زندگی کا نچوڑ اور ماحصل قرار دیا ہے، لیکن اگر ایام طالب علمی مدرسہ منہا کئے جائیں تو کم از کم پچاس برس کی محنت ضرور ہے

مضمون تصوّف و معرفت (زیادہ تر طریقۂ نقشبندیہ کے فضائل و محاسن کے بیان میں)، زبان فارسی نثر، مؤلف شیخ محمد مراد ٹنگ فرزند مُلاّ محمد طاہر مفتی کشمیری متوفی ۱۷ ماہ رجب ۱۱۳۰ھ (جمعرات ۵ جون ۱۷۱۸ء) مدفون محلہ بدھ گیر متصل مسجد شکالی پورہ سرینگر کشمیر۔ زمانۂ تالیف آخر حیات مصنّف، کاتب و ناقل غیر مذکور تاہم اندازِ کتابت سے مؤلف کے اپنے

وقت کی تحریر۔ خط نستعلیق باریک، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۷، سطور فی صفحہ ۲۰،

تقطیع: ۱۲٫۷ x ۲۱½ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للہ علی نعمائہ الظاہر والباطن الغیر المنتہی وان تعدّوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔

انجام: والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مخطوط کے ٹائٹل صفحہ کے فارسی نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد مُراد نے یہ رسالہ عمر شریف کے اواخر میں اس ضعیف (غالباً مُلّا عبد الغفور) کی التماس پر لکھا ہے۔ فارسی نوٹ کے الفاظ یہ ہیں:

"حضرت ایشاں مراد دل ایشان مرشدی حضرت شیخ محمد مراد قدس سرہ بہ اواخر عمر شریف بالتماس ایں ضعیف بقلم آوردہ فجزاہ اللہ عنی وعن سایر الطالبین خیر الجزاء"

نوٹ کے اخیر پر پڑھی نہ جانے والی مہر۔

رسالہ حبلِ متین نایاب ہے اور غیر مطبوعہ ہے، غالباً اِس کی یہی ایک نقل دستیاب ہے۔

ACC -258

60- حدیقۃ الحقیقۃ وشریعۃ الطریقۃ

اس کا دوسرا نام فخری نامہ بھی ہے۔ حکیم سنائیؔ غزنوی متوفی ۵۴۵ھ یا ۵۵۵ھ ہجری (۱۱۵۰ء یا ۱۱۶۰ء) کی چھ مثنویوں میں سے ایک ہے۔ اس کے تمام اشعار توحید و معرفت اور اخلاقیات کے حامل ہیں۔ مثنوی حدیقۃ الحقیقۃ دس ہزار ابیات پر مشتمل ہے جیسا کہ آخری صفحہ پر حدیقۃ کے اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی مضمون کی جانب بھی اشارہ ہے:

عددش ہست دہ ہزار ابیات ہمہ امثال و پند و مدح و صفات

حدیقۃ الحقیقۃ کے تین عدد قلمی نسخے مدرسۂ سپہ سالار جدید تہران، ایران کے قلمی کتب خانے میں زیر نمبر ۱۳۶ ، ۳۴۵ اور ۳۴۷ محفوظ ہیں۔ تمام حدیقہ ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء / ۱۸۵۸ء) میں بمبئی میں چھپ چکا ہے۔ روایت ہے کہ حدیقہ کی تکمیل کے بعد بعض اشخاص کو سنائی کے اہل تشیع ہونے کا شبہ ہوا تھا۔ حکیم سنائی نے بعض اشعار منتخب کر کے جو غیر اختلافی تھے حجۃ الاسلام ابو الحسن علی بن ناصر غزنوی کے پاس بغداد بھیجے تھے اور رائے طلب کی تھی۔ اس پر حجۃ الاسلام نے سنائی کو سنّی پاکباز قرار دیا تھا۔ حدیقہ کے اختتام پر ایک طویل مثنوی ان کی تعریف میں وارد ہے۔ حدیقہ مضامین کا بحر ناپیدا کنار ہے، اس لئے مضامین میں ترتیب پیدا کرنا ایک مشکل امر ہے۔

مضمون توحید و معرفت، اندازِ بیان (مثنوی)، مصنّف مجدود بن آدم غزنوی کنیت ابو المجد، تخلص سنائی موصوف بہ حکیم، زمانۂ تصنیف از آغاز ۵۲۴ھ تا ۵۲۵ھ (۱۱۳۰ - ۱۱۳۱ء) چنانچہ خود کہتا ہے:

پانصد و بست و چار رفت ز عام پانصد و بست و پنج گشتہ تمام

ناقل و کاتب نامعلوم، تاہم تین سو سے چار سو سالہ قدیم نسخہ، خطِ نستعلیق خفی، جوش اور حاشیہ دونوں پر تحریر، کاغذ غیر کشمیری، لوح سنہری منقّش، فولیو ۱۹۷ (صفحات ۳۹۴) تعداد اشعار فی صفحہ ۲۵، تقطیع ۱۰½ × ۷، ۱۹ سنٹی میٹر۔

آغاز: ای برون پرور و برون آرای وی خرد بخش و بے خرد بخشای

اختتام: صد ہزاراں ثنا چو آب زلال از رہی باد بر محمد و آل

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

حدیقۃ الحقیقۃ و شریعۃ الطریقۃ کا مختصر نام حدیقہ بھی ہے
حدیقہ ہی کے ضمن میں الٰہی نامہ اور شریعۃ الطریقۃ بھی ہے' بلکہ بقول بعض حدیقۃ
کا اصلی نام یہی ہے۔ تمام کتاب میں صرف ایک مقام پر سنائی کا نام آتا ہے (ص ۳۹۱) چنانچہ:

ای سنائی چو شرع دادت بار   دست ازین شاعری و شعر بدار

61- خاتم الفصوص

شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن العربی یا ابن عربی (۵۶۰ - ۶۳۸ھ = ۱۱۶۵ - ۱۲۴۰ء) کی مشہور زمانہ تالیف فصوص الحکم (حکمتوں کے نگینے) کی شرح ہے۔ فصوص الحکم کا شمار شیخ کی دقیق ترین تصانیف میں ہوتا ہے' اس لئے متعدد اشخاص نے متعدد اوقات پر اس کی شرح و توضیح کی ہے' اور ان میں سے ایک خاتم الفصوص بھی ہے جو زیر تبصرہ ہے فصوص الحکم میں شیخ اکبر نے حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمدؐ تک ہر اولو العزم پیغمبر کے نام کی ایک حکمت بیان کی ہے اور انہیں کسی خاص معنی کا حامل قرار دیا ہے اور یہی حکمت فص (نگینہ) کے نام سے موسوم کی ہے اور پھر ہر ایک کے ضمن میں طویل و عریض فلسفیانہ بحث و مذہبی مباحث ھیں۔ فصوص الحکم حسب ذیل فصوص پر مشتمل ہے:

۱۔ فص حکمۃ نفسیۃ فی کلمۃ شیثیۃ (اس میں حضرت شیثؑ کے نام کی حکمت کا بیان ہے) ورق ۳۵ سے ۶۱ تک۔

۲۔ فص حکمۃ سبوحیۃ فی کلمۃ نوحیۃ (اس میں نوحؑ کے نام کی حکمت کا بیان ہے) ورق ۶۱ سے ورق ۸۱ تک۔

۳۔ فص حکمۃ قدوسیۃ فی کلمۃ ادریسیۃ (۸۲ - ۹۴)

۴۔ فص حکمۃ مہیمیہ فی ابراہیمیہ (۹۴ - ۱۰۷)

۵۔ فص حکمۃ حقیّہ فی کلمۃ اسحاقیّہ (۱۰۷ - ۱۲۱)

۶۔ فص حکمۃ علیّہ فی کلمۃ اسماعیلیہ (۱۲۱ - ۱۲۹)

۷۔ فص حکمۃ روحیّہ فی کلمۃ یعقوبیہ (۱۲۹ - ۱۳۴)

۸۔ فص حکمۃ نوریّہ فی کلمۃ یوسفیّہ (۱۳۴ - ۱۵۷)

۹۔ فص حکمۃ فتوحیہ فی کلمۃ صالحیّہ (۱۵۷ - ۱۶۰)

۱۰۔ فص حکمۃ قلبیّہ فی کلمۃ شعیبیہ (۱۶۰ - ۱۷۶)

۱۱۔ فص حکمۃ قدریّہ فی کلمۃ عزیزیّہ (۱۷۶ - ۱۸۳)

۱۲۔ فص حکمۃ نبویّہ فی کلمۃ عیسویہ (۱۸۳ - ۲۰۰)

۱۳۔ فص حکمۃ رحمانیۃ فی کلمۃ سلیمانیہ (۲۰۰ - ۲۰۷)

خاتم الفصوص کا نسخہ انہیں تیرہ فصوص کی تشریح پر ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ مقدمہ میں بیان کئے گئے مزید فصوص یہ ہیں: حکمۃ نفسیۃ فی کلمۃ یونسیّہ، حکمۃ مالکیہ فی کلمۃ زکریا، حکمۃ احسانیہ فی کلمۃ لقمانیہ، حکمۃ امامیہ فی کلمۃ موسویہ، حکمۃ صمدیہ فی کلمۃ محمدیّہ۔ البتہ شرح کا آخری صفحہ مخطوطہ کے اخیر میں موجود ہے۔ شیخ اکبر کے نزدیک فصوص الحکم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے الہام ربّانی ہے۔ شرح فصوص الحکم کی یہ شرح بالکل نایاب ہے لیکن موجودہ نسخہ بھی نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ تو مرمّت اور کچھ قدرتی تباہی کے باعث ضایع ہو چکا ہے۔ اس لئے شرح اور متن کی بیشتر عبارت دستبرد زمانہ کی نذر ہو گئی ہے۔

مضمون معرفت و تصوّف، زبان عربی و فارسی (متن کی عربی اور شرح کی فارسی) شارح کا نام ورق کا وہ حصہ جس پر نام درج تھا، غائب ہونے کے باعث نامعلوم، تاریخ شرح

نامعلوم، کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ۱۱ رجب ۱۱۸۰ھ (سنیچر ۱۳ دسمبر ۱۷۶۶ء) خطِ نستعلیق عمدہ وصاف، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۰۸، سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع: ۱۵ × ۱۲، ۲۶ سنٹی میٹر۔

آغاز: حمد بے قیاس با اساس سزاوار حضرت شناس کہ حقایق عالم کہ در علم قدیم او۔ اختتام: فلنختم ذالک الکتاب ولنرجع الیہ فانہ المرجع والمآب والھادی الی صراط الصواب۔

کاتب کا اختتامیہ: حُرّر فی تاریخ احدی عشر شہر رجب ۱۱۸۰ھ الف ومائۃ وثمانین۔

Acc-525

62- خزانۃ الفواید الجلالیہ

اُن فواید و فراید کا مجموعہ ہے جو جلال الحق والشرع والدین حسین ابن احمد بن حسین الحسینی البخاری کی مجلس سے بطور ملفوظات حاصل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ باتیں شیخ الاسلام خواجہ نظام الحق والدین کی تالیف راحۃ القلوب سے بھی ماخوذ ہیں۔ خزانۃ الفواید الجلالیہ میں جو کچھ مذکور ہے، بعینہ وہی کچھ ہے جو پیر و مرشد جلال الحق والدین حسین بن احمد بخاری متذکرہ صدر نے کہا ہے۔ ان ملفوظات کے اجتماع سے مدوّن کا مقصود مرنے کے بعد علیّین (ساتویں جنّت یا نیک لوگوں کے رجسٹر) میں جگہ حاصل کرنا ہے۔ کتاب خزانۃ الفواید الجلالیہ ایک مقدمہ اور بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ آخری باب ادعیۂ ماثورہ، صلوۃ اور قضاء حاجت" (ورق ۲۱۸) کے بیان میں ہے۔ مؤلف نے مرشد کے ہر ملفوظ کو خدمت مخدوم یا خدمت سیّد السادات کے الفاظ سے شروع کیا ہے۔ لفظ خدمت قدیم فارسی میں جناب یا حضرت کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ مخطوطہ کے فولیو ۲۴۳ پر فارسی "زن" کے لئے عورت اور ہندی لفظ "تھال" ملتا ہے جو کانسی کے

طبق کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

مضمون تصوّف و عرفان، زبان فارسی نثر، مؤلف احمد المدعو بہا بن یعقوب بن حسین بن محمود بن سلیمان السمی (ٹھٹیوی) سندھ، تاریخ آغاز تدوین ۲۵ ماہ ربیع الآخر، ۷۵۲ھ (مئی ۲۱ جون ۱۳۵۱ء)، فولیو ۲۳۲ تک کا ناقل غیر معلوم، فولیو ۲۳۳ سے فولیو ۳۵۱ تک کا ناقل بابا علی رینہ برادر حقیقی محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہ، تاریخ نقل ۲۰ ماہ رمضان سنہ ۱۰۲۸ھ سے آخری ماہ شوال سنہ ۱۰۲۸ھ تک (۲۱ اگست سنہ ۱۶۱۹ء سے ۲۹ ستمبر سنہ ۱۶۱۹ء تک)، لیکن فولیو ۲۳۲ تک کی نقل، فولیو ۲۳۳ سے اخیر تک کی نقل سے بہت زیادہ قدیم ہے خطِ نسخ عام تحریر کا، لیکن بعد کے حصہ (یعنی ۲۳۳ سے اخیر تک کا) خطِ نستعلیق مایل بہ شکستہ، آخری حصہ کا کاغذ کشمیری، فولیو ۳۵۱، سطور فی صفحہ ۲۲، تقطیع ۵ ؛ ۱۵ × ۲۲ سنٹی میٹر۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من اعان ظالما سلطہ اللہ علیہ
ترجمہ کسی کہ یاری کند ظالم را مسلط کند
خدای تعالی آن ظالم برای یاری کنندہ

آغاز: وبہ نستعین بسم اللہ الرحمان الرحیم، رب یسّر و تمم بالخیر

اخیر: و بعضے نسخہ اعتکاف پنجم محمد علیہ السلام۔

کاتب کا اختتامیہ : (دوسرے حصے کے) سنہ ہزار و بست و ہشت کاتب الحروف افل العباد بابا علی .... حقیقی محبوب العالم حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدس سرہ العزیز ودام لنا برکتہ آمین یارب العالمین۔

مخطوطہ غیر مطبوعہ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی نادر ونایاب ہے۔

ACC- 338

63- خط و دوایر

صوفیائے کرام کے مشہور شجرات میں بطرز چارٹ ایک مفصل مجموعہ ہے۔ ان شجرات میں دوایر کے ذریعہ بالعموم اسماء اور ان کی سکوتی نسبت پر اکتفا کیا گیا ہے لیکن کہیں کہیں بطور استثناء ان کی پیدائش اور زیادہ تر تواریخ وفات مذکور کردی گئی ہیں۔ سلاسل کے بانی بزرگان کے مختصر حالات کے لئے قدرے بڑے دایرے وقف کردئے گئے ہیں۔ ان دوایر میں کشمیر کے بہت سے صوفیاء کے اسماء گرامی نے بھی جگہ پائی ہے، لیکن بالعموم ان کی حیثیت معمولی نوعیت کے ایک پیر یا شیخ طریقت کی ہے۔

مضمون شجرۂ تصوّف، زبان فارسی، مؤلف خواجہ حمید اللہ دولت آبادی البلخی والنسفی معروف بہ خواجہ برنی و خواجہ اونتہ بونی کشمیری، تاریخ تالیف نامعلوم، تاہم اغلباً بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) مؤلف کا خود نوشت، نستعلیق، شکستہ اور خطِ ثلث کا مجموعہ، کاغذ کشمیری، صفحات ۸۲، تقطیع ۲۲،۳ × ۱۳ سنٹی میٹر۔

پہلے دایرے کی شخصیت : میر عبدالاوّل سمرقندی قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

آخری دایرے کی شخصیت : میر عبداللہ کشمیری یا ابوسلیمان خوارزمی۔

کاتب کا نام صفحہ ۲ پر جو غالباً ان دوایر کا مؤلف بھی ہے، مندرج ہے۔

64- خمسۃ عشر مکتوبًا (پندرہ خطوط)

شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۰۷۸ء - ۱۱۶۵ء) بانیٔ طریقۂ قادریہ کے پندرہ خطوط کا مجموعہ ہے۔ شیخ عبدالقادر گیلانی یا جیلانی کبار اولیاء سے تھے۔ انہوں نے بغداد میں ایک خانقاہ قائم کی تھی۔ آپ نے پردیسی کے لئے محبت کی اپیل کی ہے۔ "خمسۃ عشر مکتوبا" کا نسخہ فارسی زبان میں تھا جو شیخ موصوف نے اپنے مُرید علی بن حسام الدین الشہیر بالمتقی کو املا کروایا تھا۔ مترجم جس کا نام معلوم نہیں، بعد میں اسے عربی زبان کا جامہ پہنایا۔ تمہید کے مطابق جو انتہائی مختصر مگر جامع ہے مکتوبات کا یہ نسخہ مواعظ و حکم پر لطیف تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ مشتمل ہے جن کے ضمن میں ۲۷۵ آیاتِ قرآنی ہیں۔ رسالۂ مذکور کی تفصیل مضامین یہ ہے:

المکتوب الاوّل فی بدایۃ جذبۃ الحق ونہایتہا۔

المکتوب الثانی فی بیان المجاہدۃ والریاضۃ۔

المکتوب الثالث فی الخوف والرجاء۔

المکتوب الرابع فی التحریص علی دفع الغفلۃ۔

المکتوب الخامس فی بیان معیۃ اللّٰہ۔

المکتوب السادس فی بیان قہارۃ جذبہ۔

المکتوب السابع فی الزھد۔

المکتوب الثامن فی الانس وثمراتہ۔

المکتوب التاسع فی الترغیب فی صحبت الابرار وثمراتہا والزھد فی الدنیا۔

المکتوب العاشر فی البکاء والتضرع والالتجاء۔

المکتوب الحادی عشر فی التوحید وثمراته۔

المکتوب الثانی عشر فی التحریص علی صحبة الابرار۔

المکتوب الثالث عشر فی اشارة اللّٰهُ نور السماوات والارض۔

المکتوب الرابع عشر فی کمال المعرفة۔

المکتوب الخامس عشر فی فواید القلب السلیم۔

ابتداء : الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ علی سیّد محمد وآلہ و صحبہ اجمعین، امابعد فھذہ خمسة عشر مکتوبا .....۔

اختتام : فان ظفر علی جواھر المطلوب فقد فاز فوزاً عظیما وان تلفت مھجتہ فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ۔

کاتب کا اختتامیہ : تمت بعون اللّٰہ تعالیٰ۔

مضمون تصوّف ، زبان عربی ، فولیو ۸ ، الف ، خطِ نسخ متوسط ، تقطیع ۱۴ × ۲۶½ سنٹی میٹر ، فی صفحہ ۱۵ سطور ، عنوانات لال روشنائی میں ، نام کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم ، کاغذ کشمیری ، فولیو ۶ الف پر "یا بارسول" کی نگینہ کی سات چھوٹی مہریں ، مہر پر کندہ سال ۱۲۸۳ھ = ۱۸۶۶ء ، فولیو ۱، ۲ اور ۳ کے حواشی پر چند احادیث نبویہ کی تحریر۔

مخطوطے کے ساتھ ملحقہ نو صفحات پر اشعار فارسی اور چند فقیہہ مسایل کا بیان ہے۔

حالت درست ، مکمّل ، مجلّد۔

فولیو ۲ ب کناروں پر کاغذ کے ٹکڑوں سے مرمت شدہ۔

65- دُرّۃُ التاج

صوفیانہ مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ کہنے کو تو مکتوبات ہیں، لیکن درحقیقت انمیں صوفیانہ معارف و مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ دراصل یہ خطوط معاصرین کی جانب سے مذہبی و روحانی امور کے متعلق استفسارات کا جواب ہیں، اور چونکہ اشخاص کے نام ہیں، اس لئے مکتوبات کا نام دئے گئے ہیں۔ ان خطوط کا تاریخی نام "دُرّۃ التاج" ہے۔ اور اس طرح تاریخی سال بحساب جُمل ۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ / ۱۶۵۲ء) بنتا ہے۔ تعداد مکتوبات ۲۳۸ ہے۔

مضمون تصوّف و معرفت، زبان فارسی، نثر، مکتوب نگار شیخ محمد معصوم ولد امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی متوفی ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ (جمعہ ۷ اگست ۱۶۶۸ء)، کاتب و ناقل بوجہ ناقص الاخر نا معلوم، تاہم ڈیڑھ سو برس پُرانا، مخطوطہ جیساکہ مُہر (ٹائیٹل صفحہ پر) سے ظاہر ہے خواجہ غفور شاہ نقشبندی اور بعدازاں ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۶ء) میں تقسیم وراثت سے خواجہ حسن شاہ نقشبندی کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔ خط نستعلیق سادہ، مکتوبات کے عنوانات لال روشنائی میں درج، فولیو ۲۰۰، سطور فی صفحہ ۲۰، تقطیع ۱۶½×۲۴، ۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للّٰہ العلی الاعلیٰ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد کما یحب ربنا ویرضیٰ۔ اختتام: و مواخذۂ ترک عمل بر مشیت است، ان شاء عفیٰ وان شاء اخذ و تفصیل ایں مقام آنست .... (بقول کاتب علیحدہ پرزہ پر، یہ آخری خط ہے اور چند سطور اس سے گر چکی ہیں) اصل مخطوطہ کے آغاز میں دو ورق (۴ صفحات) ملحق ہیں، اور ان کا تعلق بھی انہیں مکاتیب سے ہے۔ یہ دو اوراق مکتوب چہل و سیوم اور مکتوب شصت و ہفتم پر مشتمل ہیں۔

66- دستور السالکین المعروف بہ شرح ورد المریدین

کشمیر کے نامور صوفی، شاعر اور اہل قلم شیخ بابا داؤد خاکی فرزند شیخ حسن گنائی کے منظوم قصیدہ ورد المریدین کی فارسی شرح ہے۔ شیخ بابا داؤد خاکی ۲ صفر ۹۹۴ھ = جمعرات ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء کو فوت ہو کر قصبۂ اسلام آباد میں دفن ہوئے۔ آپ اصل قصیدہ اور شرح دونوں کے مصنف ہیں۔ قصیدہ ورد المریدین شیخ کے روحانی پیر سلطان العارفین شیخ مخدوم حمزہ رینہ کی تعریف میں منظوم ہے جو شیخ بابا داؤد خاکیؒ کے معاصر تھے۔ اس میں سلطان العارفینؒ کے عارفانہ مدارج و کمالات کے ساتھ ساتھ ان کی کرامات کا بھی بیان ہے جو مؤخر الذکر سے وقتاً فوقتاً رونما ہوئیں۔ سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہ کشمیری بابا داؤد خاکی وفات سے بائیس دن کم دس برس پہلے ۲۴ صفر ۹۸۴ھ (۲۳ مئی بدھ ۱۵۷۶ء) کو فوت ہو گئے۔

مضمون تصوف، زبان نظم و نثر فارسی، مصنف و شارح شیخ بابا داؤد خاکی گنائی، زمانۂ تالیف سولھویں صدی عیسوی کا نصف آخر، ناقل و کاتب ابو الفتح بن شیخ طاہر، تاریخ نقل جمعہ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ (جون ۱۷۰۸ء) خطِ نسخ معمولی، کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۴۵۷، سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع ۱۳ × ۲۴ سنٹی میٹر۔

ابتداء : افتتاح قصیدۂ نو باشارت ببعضی اوصاف مرشدانہ آنحضرت با رعایت حسن افتتاح بذکرہ شکر ہادی فتاح۔

اختتام : مذہب بو حنیفہ است مذہب بندہ خاکیا،
حضرت شیخ حمزہ ہست، پیر من فقیر را

کاتب کا اختتامیہ : قد وقع الفراغ من تحریر ھذہ النسخۃ الشریفۃ

وقت الضحیٰ من یوم الجمعۃ من شہر ربیع الثانی وقد مرت من الہجرۃ النبوۃ الف وعشرون سنۃ من ید الضعیف الحقیر المقطوع الراجی الی اللہ تعالیٰ من کرمہ ان ینجیہ من القوم الظالمین ابوالفتح بن شیخ طاہر غفر اللہ تعالیٰ ولوالدیہ ولاخوانہ ولاحبابہ بحرمتہ النبی وآلہ تمت سنہ ۱۱۲۰۔

67- دستور السالکین شرح ورد المریدین

سلطان العارفین حضرت شیخ مخدوم حمزہؒ کشمیری علیہ الرحمۃ کی شان میں منظوم قصیدہ وِرد المریدین کی شرح ہے۔ اس کے ضمن میں تصوّف و معارف کے بہت سے نکات اور معلومات بھی آگئی ہیں۔ درحقیقت شرح کے رنگ میں یہ کتاب علوم و معرفت کا خزانہ ہے جس سے شارح کی وسعت علمی اور بالغ النظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ قرآنی، فقہی اور احادیث کے رموز بھی آشکارا ہوگئے ہیں۔ دستور السالکین یوں تو قصیدۂ مذکور کی شرح و تفصیل ہے، لیکن درحقیقت یہ علاوہ شیخ مخدوم حمزہؒ کشمیری کے، کشمیر کے مقامی صوفیائے کرام اور ریشیانِ عظام کے حالات و کوائف اور اُن کے اعتقادات وکرامات وخوارق عادات پر بھی آگاہی ہے۔ دستور السالکین جناب شیخ کے مریدوں اور کرامات وخوارق عادات پر ایک مفصل اور جامع کتاب ہے۔

مضمون تصوّف، پیرایۂ بیان نظم ونثر (متن نظم میں اور شرح نثر میں ہے) زبان فارسی، دونوں کے مصنف بابا داؤد خاکی مرید بلا واسطہ جناب حضرت سلطان متوفی ۲ صفر ۹۹۴ھ = جمعرات ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء، زمانہ تصنیف سولھویں صدی عیسوی کا نصف آخر، کاتب و ناقل غلام رسول خاکی ابن بابا امیر الدین خاکی ولد بابا عبدالغفور خاکی، تاریخ نقل

اتوار ، ۲۷ صفر ۱۳۱۶ھ (۱۷ جولائی ۱۸۹۸ء) خط نستعلیق متوسط ، کاغذ کشمیری ، تعداد صفحات ۶۶۷ ، سطور فی صفحہ ۲۲ ، تقطیع : ۱۴½ × ۲۴½ سنٹی میٹر

شروع : افتتاح قصیدۂ نو باشارت ببعضی اوصاف مرشدانہ آنحضرت۔

اختتام : استغفر اللہ من جمیع ماکرہ اللہ قولاً و فعلاً و خاطراً۔

کاتب کا اختتامیہ : تمام شد نیمۂ اخیرہ من کتاب المستطاب المسمی بشرح ورد المریدین مصنفہ مرشد برّی و بحری ، قلعۂ امن و بے باکی حضرت بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ بید اضعف العباد غلام رسول خاکی ابن مغفرت قرین بابا امیر الدین ولد بابا عبد الغفور خاکی فی التاریخ بیست و ہفتم شہر شریف صفر المظفر ۱۳۱۶ھ یک ہزار و سیصد و شانزدہ من ہجرۃ النبویہ علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیہ بروز یک شنبہ بوقت چاشت۔ رجاء واثق از خوانندگان دقیقہ شناس آنکہ اگر جائے غلطی از من ہیچمدان واقع شدہ باشد ، قلمِ اصلاح بران جاری فرمانید الاخر عند اللہ رباعی :

قاریا بر من مکن قہر و عتاب	گر خطائے رفتہ باشد در کتاب
آں خطای رفتہ را تصحیح کن	ختم شد واللہ اعلم بالصواب

دستور السالکین شرح ورد المریدین بیسویں صدی عیسوی کے چوتھے عشرہ میں نور محمد تاجران کتب مہاراجگنج سرینگر کشمیر کے اہتمام سے شایع ہو چکی ہے۔ اسے بعد میں اوقاف سلطانیہ کی طرف سے بھی شائع کیا گیا ہے۔

68 - ذکر الصادقین منظوم

کشمیر اور غیر کشمیر کے علماء و صلحاء کا ذکر خیر ہے۔ ترتیب مضامین حمد خدا و نعت رسول اور مناقب چہار یار باصفا کے بعد حسب ذیل ہے :

وفات غوث الاعظم شیخ سید عبد القادر گیلانی، حکایت یک بیدل، مناقب عارف باللہ شیخ عنایت اللہ (مرشدِ مصنّف)، منقبت قطب العالم شیخ بہاؤالدین گنج بخش و بابا عثمان المشتہر بہ اوچپ گنائی، خطاب بمرشد آگاہ، احوالات میاں عبدالہادی، در بیانِ تجلیات اتحاد وصفات، در بیان آمدن جناب امیر کبیر بطرف کشمیر، بیان بابا ولی اللہ، در بیان آنکہ سالک را باید کہ بعض اوقات بسماع مشغول شود، در بیان آنکہ سالک را فنائے اتم باید، حکایت آہنگر ذاکر، بیان مناقب شیخ نورالدین، مناقب سلطان شیخ حمزہ مخدوم قدس سرہٗ، آمدن للہ دیوانہ در خدمت شیخ حمزہ مخدوم و شرح احوالات، حکایت سلطان ابراہیم ادہم، قطب الدین بختیار کاکی، حکایت دختر بادشاہ، آمدن قطب الاقطاب شیخ ابوالحسن خرقانی، التجا بجانب جامع کمالات شیخ یعقوب صرفی، ذکر خواجہ عبدالغنی، حکایت مرشدی و مخدومی در بیان مراقبہ، مناقب پیر دستگیر، مناجات بجناب حضرت باری، در بیان آنکہ تا سالک را طلب صادق نباشد رہ بمقصد نبرد، مناقب حضرت محمد مہدی، ابتدائے احوال ریشیانِ کرام۔

مضمون تصوّف و عرفان، مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار مُلّا بہاؤالدین متو متوفی ۱۲۴۸ھ ہجری (۱۸۳۲ء بعہد سکھان) سال تصنیف ۱۲۰۷ ہجری (۱۷۹۲/۱۷۹۱ء)، کتاب کا نام "ذکر الصادقین" تاریخی ہے، ناقل نامعلوم، تاہم مطابق نسخۂ محکمۂ تحقیق و اشاعت حکومتِ جموں وکشمیر سرینگر، بوجہ ناقص الاخیر تاریخ کتابت نامعلوم، خطِ نستعلیق، کاغذ دیسی (کشمیری) صفحات ۱۱۰، کُل تعداد ابیات مطابق نسخۂ ریسرچ ۲۶۴۵، تقطیع ۱۲٫۳ × ۲۰٫۳ سنٹی میٹر۔

آغاز: برکشا ای بلبل بستانِ عشق   صد ہزاران نالہ از دستانِ عشق

اختتام: گردد ذبح بر سر او   وآں زین کمال جا کرد

مخطوطہ کے شروع میں دو ورق ملحق ہیں۔ ان کا تعلق منظوم رسول مقبولؐ سے ہے۔

مخطوطہ کی لوح قدرے منقش ہے۔ شروع سے اخیر تک ہر بیرہ سے مرمت کئے جانے کے باعث اکثر مقامات پر عنوانات و اشعار ناقابل مطالعہ ہو چکے ہیں۔

ACC - 255

69 - رسالۂ قدسیہ

بہاؤ الحق والدین حضرت شیخ محمد بن محمد بخاری المعروف بہ نقشبند متوفی ۷۹۰ یا ۷۹۱ھ (۸۹/۱۳۸۸ء) کے ملفوظات و انفاس کے بیان میں ہے۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) کے اکابر عرفاء و صوفیاء سے سلسلۂ نقشبندیہ کی بنیاد آپ ہی سے پڑی ہے۔ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بہت سے مرید رکھتے تھے جن میں سے دو مشہور ہیں ایک خواجہ علاؤ الدین عطّار اور دوسرے خواجہ محمد پارسا۔

زیر بحث رسالۂ قدسیہ خواجہ محمد پارسا (متوفی ۸۲۲ھ = ۱۴۱۹ء) ناقل و کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، کاغذ کشمیری، خط نستعلیق معمولی، فولیو ۳۸، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۱ × ۱۹ سنٹی میٹر۔
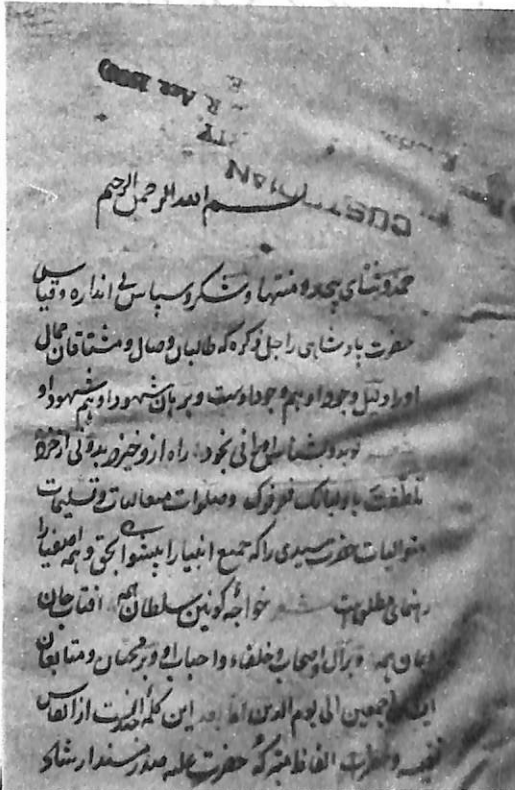
آغاز: حمد وثنای بے حد و منتہا و شکر و سپاس بے اندازہ و قیاس۔

اختتام: حالا این مقدار کہ نوشتہ شد کفایت است واللہ اعلم۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

خواجہ پارسا کا رسالۂ قدسیّہ نایاب ہے۔

ACC-461

۷۵۔ رسالۂ واردات

سلوک و معرفت کا یہ مختصر رسالہ انسانوں کی دو قسمیں قرار دیتا ہے، ایک وہ جو ہوا و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہیں، اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے رضا اور حکمت و سنت کو شعار بنالیا ہے۔ اہل ہوا بدعت و غفلت کے مرتکب ہیں جو انہیں جہنم میں پہنچاتی ہے جبکہ صاحب حکمت و رضا مسندِ قرب حاصل کرتے ہیں۔ سلوک کی بنیاد دو چیزیں ہیں، صدق اقوال اور حسنِ افعال۔ صدق اقوال نتیجہ قطع علایق کا اور حسنِ افعال نتیجہ تزکیۂ اخلاق کا ہے۔

علاوہ ازیں رسالے کے دیگر مطالب صبر بر بلا، محاسبہ، مراقبہ، حلم و حیا و تسلیم رضا ہیں۔ اخیر میں صحبت عارف کی ترغیب اور مصاحبتِ احمق سے اجتناب سکھایا گیا ہے۔

مضمون سلوک و معرفت، زبان فارسی نثر، مصنّف عارف ربّانی میر سیّد علی ہمدانی علیہ الرحمۃ متوفی ۶؍ ذی الحجہ ۷۸۶ھ (جمعرات ۱۹؍ جنوری ۱۳۸۵ء)، زمانۂ تصنیف: ۱۴ ویں صدی عیسوی (آٹھویں صدی ہجری)، کاتب محی الدین، تاریخ نقل ۲۴؍ شوال ۱۲۸۰ھ (۶؍ جنوری روز سنیچر ۱۸۶۲ء) خط نستعلیق معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۱۴، سطور فی صفحہ ۱۴، مخطوط کتاب خانۂ مہجور سے متعلق رہ چکا ہے، تقطیع ۲ x ۱۶ x ۲۶، ۳ سنٹی میٹر۔

رسالہ کا نام واردات عنوان کے صفحہ پر درج ہے، لیکن اندرونی شہادت کہیں نہیں ہے۔

آغاز : رب اشرح لی صدری و یسر لی امری واحلل عقدۃً من لسانی یفقھوا قولی۔

اختتام : در روز تسوّد روی امید ما بشومئ قبائح افعال ما سیاه مگردان یا اکرم المسئولین یا رجاء المومنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کاتب کا اختتامیہ : قد تمت ہذہ الرسالۃ الشریفہ بید احقر العباد محی الدین فی شہر شوال المکرم بتاریخ ۲۴ ۱۲۸۵ھ۔

رسالہ کے اخیر میں کسی دوسرے شخص کے قلم سے اس کا میر سید علی ہمدانی کی تصنیف ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عبارت ہے : نسخہ ہذا از تصانیف امام حقانی بحر المعانی معشوق یزدانی الملقب بالعلی ثانی رضی اللہ عنہ و ارضا عنّا فی کل حال بحرمت افضل المقال۔

ACC – 2

۷۱/۱ - زاد المسافرین

فارسی میں تصوّف کا منظوم رسالہ ہے جو مثنوی کے انداز میں ہے۔ کتاب کے مصنّف رکن الدین حسین بن عالم بن ابی الحسن الحسینی المعروف میر فخر السادات یا امیر حسینی متوفی بعد از ۷۲۹ھ (۱۳۲۹ء) ہیں۔ یہ شعری کارنامہ ۷۲۰ھ (۱۳۲۰ء) میں تکمیل کو پہنچا۔ تاریخ کتاب کے اختتام پر درج ہے۔ امیر حسینی کی دیگر تصانیف کنز الرموز، نزھتہ الارواح (نمبر۳) روح الارواح، صراط المستقیم، طرب المجالس اور سی نامہ (تیس خطوط) یا عشق نامہ ھیں۔ میر حسینی افغانستان کے شہر غور کے باشندے تھے اور شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے ابو الفتح رکن الدین سے ہرات (افغانستان) میں بیعت کی تھی۔ کتاب کے اخیر پر کسی شخص قاسم شاہ خادم آستانہ شاہ نعمت اللہ قادری واقع محلہ اسلامپورہ چھپہ بل سرینگر کشمیر نے زاد المسافرین

کو شیخ شہاب الدین سہروردی متوفی ۶۳۲ھ ہجری (۱۲۳۴ء) کی تصنیف قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

مثنوی زاد المسافرین حسب ذیل آٹھ مقالوں پر منقسم ہے۔

۱۔ مقالت اوّل در ریاضت و مجاہدہ نمودن راہ سالک (فولیو ۳-۹)

۲۔ مقالتِ دوم در فضیلت شکل آدمی (فولیو ۹ - ۱۵)

۳۔ مقالت سیم در بیانِ طریقت و کیفیت سلوک (فولیو ۱۵ - ۲۱)

۴۔ مقالاتِ چہارم در صفتِ سالک طریقت (فولیو ۲۱ - ۲۷)

۵۔ مقالاتِ پنجم در بیانِ عشق و مراتب (فولیو ۲۷ - ۳۵)

۶۔ مقالات ششم در معرفتِ نفس و اوصاف آن (فولیو ۳۵ - ۴۲)

۷۔ مقالتِ ہفتم در معرفت بیان تحقیق (فولیو ۴۲ - ۵۲)

۸۔ مقالتِ ہشتم در بیان حال پیر و مرشد و شرف صحبت (فولیو ۵۲ - ۶۱)

تاریخ کتابت ۱۷ ذی القعدہ ۹۹۵ھ (منگل ۹ اکتوبر ۱۵۸۷ء) ہے۔

مقام کتابت (نقل) دار السلطنتہ لاہور۔

کاتب محبّ اللہ ہے۔

کاغذ غیر کشمیری، کہیں کہیں کیڑوں کے سوراخ، خط نہایت ہی عمدہ نستعلیق۔ مخطوطہ اگرچہ مکمل ہے، تاہم انتہائی شکستہ ہے۔ متعدد مقامات پر مختلف اوقات میں مرمت شدہ ہے۔ اول سے آخر تک سرخ و سبز و نیلی جدولوں کے مابین تحریر ہے۔ صفحہ اول اوپر کی طرف جزوی طور پر تذہیب کاری کی گئی ہے۔ کہیں کہیں حواشی پر تحریر الفاظ و عبارات کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ نسخہ کا دیگر مخطوطات سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مخطوطہ پر محمد طاہر نامی ایک شخص کی تین مہریں ہیں۔ ایک شروع کے پہلے ملحقہ صفحہ پر اور دو کتاب کے اختتام پر۔ یہ انتہائی قدیم مہر ہے۔

اور اس کا سنہ ہجری ۱۰۱۲ (۱۶۰۳ء) ہے، گویا کہ مخطوطہ کا مالک اوّل۔ ان کے علاوہ نو مُہریں اور ہیں، مگر یہ دانستہ مٹادی گئی ہیں۔ مخطوطے کا آغاز ان ابیات سے ہے:

ای برتر ازان ہمہ کہ گفتند — آنان کہ پدید یا نہفتند
آنجا کہ توئے چو من نیامد — کس محرم این سخن نیامد
ای تو ز گمانِ خلق بس دور — حلوای تو از پرِ مگس دور

اور اختتام ان ابیات پر ہوتا ہے:

این گنج کہ رایگاں کشادم — دارد بدعای خیر یادم
در ہفصد و بیست ز ہجرت — گشت آخر این کتاب تمت

اس کے ساتھ دیوان عربی بھی ملحق ہے۔ جس کا تذکرہ ساتھ ہی دیا گیا ہے۔

ACC – 2

71/2 - دیوان عربی

دیوان عربی در اصل اخوند مُلّا شاہ (۱۰۷۳ھ = ۱۶۶۳ء) کا منظوم عربی سی غزلہ ہے جس میں تصوّف اور فقر و فنا کے اشعار بطور غزل بیان کئے گئے ہیں۔ غزلیات کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ ہر حرف پر ۱۳ اشعار کی ایک عربی غزل ہے۔ ہر غزل کے اخیر میں بطور مقطع لفظ "شاہ" لایا گیا ہے، جو عربی شعراء کی روایت سے قطعاً مختلف ہے۔ دیوان کے شروع میں مؤلف کا عربی نثر میں مقدمہ ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عربی شعر کے ذریعہ شاعر کو شاہ ملکِ کشمیر کہا گیا ہے:

یا شاہِ مُلکِ کشمیر قد دام نورہا وجہک
اذا انت موصل الحق للشیخ والشّباب

یعنی اے ملک کشمیر کے بادشاہ تیرے چہرہ کا نور اس لئے دائمی ہے کہ تو بوڑھے اور جوان کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے والا ہے۔

اس شعر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوانِ مذکور کشمیر میں تالیف ہوا اور یہ کہ مؤلف کوئی کشمیری ہے جس کا نام درج نہیں ہے مخطوطہ غالباً شاعر کی زندگی ہی میں تالیف ہوا ہے، کیوں کہ حواشی پر کہیں کہیں جو عربی نوٹ ملتے ہیں انہیں "سلمہ اللہ" سے دعا دی گئی ہے جو یقیناً کسی زندہ شخص ہی کے مناسب ہے۔

مخطوطہ غالباً نایاب ہے اور نوادر اکادمی کے سوا اس قدر صحیح و درست حالت میں کہیں اور موجود نہیں ہے۔ محکمہ تحقیق و اشاعت کا مخطوطہ ناقص اور ناقابل مطالعہ ہے کیونکہ خط انتہائی شکستہ ہے۔

کاغذ کشمیری، مکمل، تقطیع متوسط، فولیو ۲۰ (الف)، سطور فی صفحہ ۱۰، زبان عربی، مضمون تصوف۔ دیوان تاحال غیر مطبوعہ ہے۔

مخطوطہ کا آغاز ان الفاظ سے:

هذه الاشعار اللطيفة لقصايد و

الغزليات والرباعيات من ديوان العربي لامام العارفين وهمام الواصلين

سلطانُ الموحدين وبرهان المفردين .....

اور اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

انا المعرّفُ للشاه رغبةً بالله

وفي الوصول لك لاخلاف وهو وفيّ

ونال شعر لنا في رديف يا يا شاه

وحمد للّٰہ تحت قصائد العربی

دیوان کے مُصنّف اخوند مُلّا شاہ کا اصلی نام محمد شاہ اور وطن بدخشاں تھا۔ جوانی میں

لاہور پہنچے اور وہاں سے گھوم پھر کر کشمیر میں توطّن اختیار کیا۔ دارا شکوہ فرزند شاہ جہاں نے ازروئے ارادت کوہ ماراں (ہری پربت) کے جنوبی دامن میں خانقاہ اور مسجد تعمیر کردی۔ بالآخر اورنگ زیب کے عتاب سے کشمیر کو چھوڑ کر دوبارہ لاہور جانا پڑا اور وہیں پر ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۲ء) جان جان آفرین کے سپرد کردی ــــ
"داد در توحید مُلّا شاہ جان"
تاریخ وفات ہے۔ جس نے ملّا شاہ کے اشعار کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے اور غالباً عربی کے یہ اشعار بھی اُنہیں ایک لاکھ کا حصّہ ہیں۔

72- سُبحتہ الابرار

ہفت اورنگ المعروف بہ سبعۂ جامی کی چوتھی مثنوی ہے۔ علاوہ حمد باری تعالیٰ اور نعوتِ رسول مقبول صلعم کے ہفت اورنگ جامی کا یہ حصّہ چالیس عقود، سبب نظم سبحتہ الابرار، مناجات بجناب باری تعالیٰ، خاتمۂ کتاب و مذمت غلط نویساں وغیرہ مضامین و مطالب پر

مشتمل ہے۔ مخطوطہ مذکور کسی شخص صداقت نشان، صادق البیان محمد صدیق خان سلمہ الرحمان کی فرمائش پر لکھا گیا ہے۔

مضمون تصوّف و عرفان بشکل مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم ۸۹۸ھ ہجری (جمعرات ۸ نومبر ۱۴۹۲ء) ناقل ولی الدین، تاریخ نقل غرّہ (یکم) شہر ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری (پیر جولائی ۱۶، ۱۸۵۵ء)، خطِ نستعلیق خفی، خطاطی و نقاشی کا اعلیٰ ترین نمونہ، فولیو اوّل انتہائی درجہ کا منقش، عنوانات کاغذ کی سنہری زمین میں تحریر، اول سے اخیر تک خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۱۰۹ ابیات فی صفحہ ۱۱، عمدہ طریقہ پر محفوظ، تقطیع: ۱۰،۵ × ۱۷،۷ سنٹی میٹر۔

آغاز: ابتدا بسم اللہ الرحمن   الرحیم المتوال الاحسان

خاتمہ: ختم اللہ لنا بالحسنیٰ   وھو مولانا نعم المولیٰ

کاتب کا اختتامیہ:

"تمت السبحۃ الشریفۃ من تصنیفات شیخ نامی مولانا جامی الموسوم بسبحۃ الابرار بنا بر فرمائش صداقت نشاں صادق البیان محمد صدیق خان سلمہ الرحمان بتاریخ غرّہ شہر ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ ہجری از دست راجی دعائے صدیقین ولی الدین غفر اللہ لہ و لوالدیہ آمین یارب العالمین ۵

زیں کتابت طمع ہست کہ چوں برخوانی   بدعا یاد کنی مستخقم میدانی

بندہ اُمید دُعا دارد و دستی بردار   چہ شود گر من دلخستہ دعائے خوانی

گر در آید بنظر سہو و خطائے جائے   نبود شرطِ مروّت کہ ازاں و امانی

ہفت اورنگ جامی اپنی ساتوں مثنویوں کے ساتھ متعدد بار ہند و ایران میں چھپ چکا ہے۔

73- سبحۃ الابرار

مجموعۂ ہفت اورنگ کی مثنویات میں سے ایک مثنوی ہے۔ مطالب کتاب حسب ذیل ہیں:

مقدمہ در نثر، آغاز کتاب، در ارادف تسمیہ، مناجات اوّل و دوم و سیوم و چہارم لغت اول، لغت دوم در صفتِ معراج، لغتِ سوم در بعض معجزات، لغت چہارم در اقتباس نور آنحضرتؐ، لغت پنجم در آداب ضراعتِ امیدواران، منقبت قطب الطرایق خواجہ بہاؤ الملتہ والدین محمد البخاری المعروف بہ نقشبند، در دعائے ارشاد پناہی عبید اللّٰہی در فضیلتِ مطلق سخن، در فضیلتِ کلام موزون، در بیان حقیقتِ دل، صحبتِ اوّل با پیر روشن ضمیر، مقالۂ اول در آفرینشِ عالم، مقالۂ دویم در بیانِ آفرینش آدم، مقالۂ سیوم در بیان آدمیت آدمی، حکایت مسافر کنعانی، حکایت حسن بصری، مقالۂ چہارم در اقامتِ نماز پنجگانہ، حکایت کشیدن پیکان، مقالۂ پنجم در بیان روزۂ رمضان، حکایت زشت رومی کہ خریدار کور یافتہ بود، مقالۂ ششم در زکوۃ، حکایت صاحب کرم، مقالۂ ہفتم در زیارت بیت اللّٰہ الحرام، حکایت علی بن موقف و مناجات وی، مقالۂ در عزلت مقالۂ نہم در صحت، حکایت کشتی کہ بال بطان پر یدن آغاز نہاد، مقالۂ دہم در تشہد۔ ان کے علاوہ دس مقالات اور ہیں۔ اخیر پر خاتمہ اور خطاب کتاب ہے۔

مضمون تصوّف (مثنوی)، زبان فارسی، مصنّف نور الدین عبد الرحمان جامی متوفی ۱۷ المحرم الحرام ۸۹۸ھ (نومبر ۹، ۱۴۹۲ء، روز جمعرات)، ناقل غیر مذکور، تاریخ نقل ۱۳ جمادی الاولیٰ روز جمعہ ۱۱۰۶ ہجری (۲۱ دسمبر ۱۶۹۴ء)، شکستہ نستعلیق، کاغذ کشیری،

صفحات ۱۳۱، ابیات فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۹ × ۱۰، ۱۷ سنٹی میٹر۔

شروع : قبلۂ ہمّتِ خدائے شناس ہست بر نعمتِ خدائے سپاس

اخیر : مُہرِ نہ خاتمۂ این خطاب شد رقم خاتم تم الکتاب

کاتب کا اختتامیہ : تمت الکتاب بعون الملک الوہاب در بلدۂ دار الجہاد حیدرآباد

فی التاریخ سیزدہم شہر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱۰۶ ہجری یوم جمعہ۔

فولیو ۴۴ پر یا علی اور یا اللہ نام کی دو مہریں۔

۷۸۔ سِرِّ اکبر

سنسکرت کے اُپنشد یا اپکھت کا ترجمہ ہے۔ مقصود مترجم کا اس ترجمہ سے قرآنی تعلیم اور اُپنشدوں کے مابین مطابقت پیدا کرنا ہے۔ مترجم کے مطابق اکثر فرمانِ قرآنِ کریم رمزیہ ہیں اور ان کے شناسا بہت کم لوگ ہیں۔ یہی کیفیت دیگر کتب سماویہ یعنی توراۃ، انجیل اور زبور کی ہے۔ اپنشدوں سے ترجمہ میں بنارس کے پنڈتوں اور سنیاسیوں سے بھی امداد طلب کی گئی ہے جو ان کے ماہر ہیں۔ ترجمہ تعصب سے بالا رہ کر خالصتہً لوجہ اللہ کیا گیا ہے اور اُپنشدوں کے ہم معنی لفظ "سِرِّ اکبر" سے موسوم کیا گیا ہے۔ اُپنکھت سنسکرت میں پوشیدہ راز کو کہتے ہیں۔

مضمون توحید و عرفان، زبان فارسی نثر، مترجم دارا شکوہ فرزند شاہ جہاں بادشاہِ ہند، مقتول در ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸/۱۶۵۷ء)، سال ترجمہ ۱۰۶۷ھ = ۱۶۵۷-۱۶۵۶ء، مقامِ ترجمہ بنارس، کتاب کا نام "سِرِّ اکبر" فولیو ۳ (الف) پر ہے مندرج، ناقل ست رام پنڈت صفایا، تاریخ نقل ۲۵ ماہ بیساکھ ۱۹۵۱ بکرمی = ۷ مئی ۱۸۹۴ء، خط نستعلیق صاف و خوانا، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۴۷۳ (صفحات ۹۴۶)، سطور فی صفحہ ۱۲،

تقطیع: ۱۵،۲ × ۲۷ سنٹی میٹر۔

شروع: حمد ذاتیکہ نُقطۂ پابند در جمع کتب سماوی از اسرار قدیم اوست اُں ہم اُمّ الکتاب در قرآنِ مجید اِشارہ باسم اعظم اوست۔

اخیر: ہرگاہ یازدہ رود در بگذرد یک ساعت از عمر پرمہ شیواست۔ بایں قدر عمر صد سال پرمہ شیواست۔ ہرگاہ ہزار پرمہ شیو میگذرد یک لحظہ باری مایا است یعنی قدرتِ الٰہی را نمسکار نمسکار، نمسکار۔ (سنسکرت میں تحریر اُوم، اُوم، اُوم)۔

کاتب کا اختتامیہ: این کتاب اوپنکہت از دست بندہ ست رام پنڈت صفایا بتاریخ بیست و پنجم ماہ بیساکھ سال ۱۹۵۱ء (بکرمی) تحریر یافت، تمام شد۔

"سِرّ اکبر" آقائے علی اصغر حکمت سفیر ایران در ہند (۱۹۵۴ - ۱۹۵۷ء) کے اہتمام سے ایران میں چھپ چکی ہے۔ اس کے متعدد نسخے محکمۂ ریسرچ میں محفوظ ہیں۔

ACC - 400

۷۵- سلسلۃ الذہب

مثنوی سلسلۃ الذھب کا دفتر دوم و سوّم ہے۔ سلسلۃ الذھب اُن سات مثنویوں کی پہلی مثنوی ہے جو ہفت اورنگ (سات تخت) یا سبعۂ جامی (جامی کی سات) کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ ہفت اورنگ ایک مثنوی کا نام بھی ہے، اور باقی مثنویاں اسی ایک کے نام پر مشہور ہو گئی ہیں۔ اس میں قصص و حکایات و تمثیلات کے روپ میں معرفت و عشق کے مضامین کامیابی سے بیان کئے گئے ہیں۔ سلسلۃ الذھب مصنّف کا شاہکار سمجھی جاتی ہے باقی دیگر مثنویاں سلامان و ابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، خرد نامۂ سکندری، مجنون و لیلیٰ اور یوسف و زلیخا ہیں۔ سلسلۃ الذھب کی اس مثنوی کا تعلق مہجور کتب خانہ سے

رہا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے سلسلۃ الذہب بلا ترتیب ہے، جو واقعہ یاد آ گیا ہے، موقع اور مقام کی مناسبت سے بیان کر دیا گیا ہے۔

مضمون توحید و معرفت، پیرایۂ بیان نظم (مثنوی)، وزن: فاعلن، فاعلن، فاعلن دو بار، زبان فارسی، ناظم و شاعر نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷، محرم الحرام ۸۹۸ھ ہجری جمعرات ۸ نومبر ۱۴۹۲ء، مدفون بہ ہرات (افغانستان)، سال تصنیف ۸۹۰ھ = ۱۴۸۵ء حرف ص و ض کے اعداد کتاب کی تاریخ نظم ہے۔ کاتب کا نام مرمت کے کاغذ کے نیچے چلا گیا ہے تاریخ کتابت ۱۷، ربیع الاول ۱۰۹۴ھ روز منگل (۶، مارچ ۱۶۸۳ء)، دفتر دوم فولیو ایک سے فولیو ۱۵ تک اور دفتر سوم اسی فولیو سے فولیو ۸۵ تک، فولیو ۵، ۷، تا بلع شرع شریف شیخ محمد طاہر ۱۲۲۴ھ، (۱۸۰۹ء) کے عنوان کی دو بڑی اور خوانان (پڑھی جانے والی) مہریں، خط نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۸۵، شمارۂ ابیات فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۰۱ × ۳ × ۲۲، ۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: بشنوای گوش ایں فسانۂ عشق　　از صریر قلم ترانۂ عشق

اختتام: بر ہمیں نکتہ ختم شد مقصود　　للّٰہ الحمد والعلی الجود

کاتب کا اختتامیہ: ۔۔۔۔۔۔ بتاریخ ہفدہم شہر ربیع الاول روز سہ شنبہ سنہ ۱۰۹۴ھ تمام شد۔

نوٹ: قدیم زمانہ میں داخل نصاب فارسی ہونے کے باعث اس کے نسخے کم و بیش دُنیا کے ہر قلمی کتب خانہ میں دستیاب ہیں۔

ACC – 510

سوال و جواب منظوم -76

شیخ العالم شیخ نورالدین ولیؒ (۷۷۹ھ - ۲۶ رمضان ۸۴۲ھ = ۱۳۷۷ - مارچ ۱۲'

روز جمعرات، ۱۴۳۹ء) اور معاصر برہمن کے مابین منظوم مکالمہ ہے۔ یہ مکالمہ بُت پرستی کی خوبیوں اور خامیوں کی نسبت ہے۔ شیخ بُت پرستی کی خامیاں بیان کرتے ہیں اور برہمن خوبیاں۔ صفحۂ تین پر غار کیموہ میں مکاشفہ کے ذریعہ حضرت شیخ کا لوح محفوظ پر چار یاروں کے نام کا مطالعہ ہے۔

مضمون توحید و تصوّف، نظم و نثر، زبان کشمیری و فارسی، شاعر و ناظم شیخ نورالدین ولی اور برہمن، زمانۂ تالیف چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی، ناقل و تاریخ نقل غیر مذکور، خطِ نستعلیق، زشت خط، مایل بہ شکستہ، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۶، (صفحات ۱۲)، اوسط ابیات فی صفحہ ۹، تقطیع ۶، ۱۱ × ۹، ۱۶ سنٹی میٹر۔

اخیر کے چار اوراق (صفحات ۸) بزبان کشمیری ایک نعت اور ایک التجا بدرگاہِ رسولِ خداؐ پر مشتمل ہیں۔ نعت کا مصنّف کوئی شخص عبداللہ ہے، اور التجا کسی گمنام شاعر کی ہے۔ خط، کاغذ اور تقطیع متذکرہ صدر۔

شروع: جواب برہمن:

رنن اہارہ ژارہ لیچ لاجم — سپنت واجم ہل آسواسات

ستمھ پتہ تلین سوی کند باجم — چھجم لیچ تہ دمی کیبات

اخیر: منتہا ھاوم مہ دم اک درشنٗ — یا رسول اللہ خدا بخشم گنٗ

کاتب کا اختتامیہ: تم تم تم تمام شد۔

۷۷- شرح قصیدۂ لامیہ

بابا ہردی ریشی متوفی ۹۷۴ھ (۱۵۶۸ء) کی شان میں منظوم قصیدہ اور نثر میں

اُس کی فارسی شرح ہے۔ اس قصیدہ میں بقول مصنف چونکہ آداب طریقت اور احوال و مقامات کا بیان تھا۔ ساتھ ہی اہل سلوک اور تصوّف کی اصطلاحات تھیں اور بعض عربی کے الفاظ مصطلحہ بھی۔ اس لئے اپنے ہی اس قصیدہ کی تفسیر و شرح کرنا مناسب معلوم ہوئی۔

فارسی قصیدۂ لامیہ اور اُس کی شرح کے مصنف بابا داؤد خاکی شیخ حسن گنائی کے فرزند تھے۔ محلہ ناوہ پور سرینگر میں سکونت تھی۔ سالِ ولادت دستیاب نہ ہوسکا، البتہ تاریخ وفات ۲ صفر ۹۹۴ھ (جمعرات ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء) ہے۔ مقامِ انتقال: اسلام آباد میں آسودہ کئے گئے[۱]

مخطوط میں ہر شعر جس کی فارسی شرح کی گئی ہے، متن کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ لفظ متن سُرخ روشنائی سے تحریر ہے۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی نظم و نثر، مصنف بابا داؤد خاکی، زمانۂ تصنیف شہزادہ یوسف شاہ چک کا زمانہ۔

ناقل: نامعلوم، تعداد صفحات ۲۴۴، تعداد سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۰×۱۶ سنٹی میٹر، خط متوسط نستعلیق، صفحات ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۵۴، ۱۵۵ تا ۱۶۵ و از ۲۴۴ تا آخر مرمت شدہ۔ اخیر کے چند صفحات سے نامکمل۔

آغاز: الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد ایں کلمۂ چند است موضح معانی بعضی ابیات قصیدۂ ریشی نامہ۔

آخری صفحہ کی عبارت کی آخری ڈیڑھ سطر: بسبب آنکہ جُنید را دیدند و من ندیدم و در خبر است از مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

---

[۱] بعد میں آپ کے جسد خاکی کو اسلام آباد سے لاکر حضرت مخدوم حمزہؒ کے آستانۂ مبارک میں اپنے مُرشد کے پہلو میں آسودہ کردیا گیا تھا۔ (م۔ی۔س)

78- شرح مخزنِ اسرار نظامی

حکیم نظامی گنجوی کی مشہور و معروف مثنوی مخزن اسرار کی شرح ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ شارح شرح کا آغاز کرے، ایک نثری مقدمہ ہے جس میں مختلف شعراء کے کلام کے ذریعہ خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی اہمیت کی توضیح کی گئی ہے۔ بعد ازاں سبب تالیف شرح کا بیان ہے۔ اپنی شرح کے سلسلہ میں شارح نے مولانا مغیث ہانسوی جو شارح کے معاصرین میں سے تھے اور ایک اور فاضل کی جس نے مثنوی مخزن الاسرار کی شرح کی ہے، نکتہ چینی کرتے ہوئے اپنی شرح کا احساس دلایا ہے۔ مولانا مغیث ہانسوی بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کے آخری دور کے بزرگ تھے اور یہی زمانہ شارح مخزن الاسرار کا ہے۔

مضمون تصوف، زبان فارسی، نثر، شارح نامعلوم، زمانۂ شرح تیرھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی کا اختتام) کا آغاز، کاتب (غالباً خود شارح) غیر مذکور، تاریخ کتابت ۲۵ شہر ربیع الاولی سنہ ۱۲۱۰ھ ہجری (۹ اکتوبر، جمعہ ۱۷۹۵ء)، خط نستعلیق مایل بہ شکستہ، باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۲۲۴ (صفحات ۴۴۸)، سطر فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۷ء۱۰ x ۲ء۱۹ سنٹی میٹر۔

شروع: حضرت خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً اعجوبۂ جہان و نادرۂ کیہان بود چنانکہ صاحب ترک کلاہ امیر خسرو ترک اللہ کہ یکی از عجایبِ خلقت خدای عزوجل بود در خمسۂ خود بمدحِ او فرمود۔

اخیر: شکر کہ این نامہ بعنوان رسید پیشتر از عمر بپایان رسید۔
الحمد للہ و المنۃ کہ این کتاب تمام شد یا نامہ از انکہ پیش پادشاہ خود ارسال

داشتہ یا برائے مردم بینندہ نامہ نوشتہ گذاشت از نصائح و مواعظ بعنوان رسید یعنی مقبول نظر بادشاہ و پسندیدہ علماء شد و پیش از سیری شدن عمر کہ فانیست بپایان رسیدای باتمام رسید و مرتب گردید۔

کاتب کا اختتامیہ : تمت فی تاریخ ۲۵ شہر ربیع الاولی ۱۲۱۰ھ

از ہر قلمی برون نیاید　　خطی کہ ازو دلی کشاید

کتاب کے آخری صفحہ پر تحریر کے مطابق شرح مخزن الاسرار کا مخطوط ۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کو کسی شخص غلام محی الدین زہگیر کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔ اسی زہگیر کی مُلّا محی کے عنوان سے مخطوط کے آغاز میں قاآنی کے اس قصیدہ کے تتبع میں ۲۴ اشعار کا ایک قصیدہ ہے۔ قاآنی کا قصیدہ ہے :　　ہوائے خلد می وزد مگر ز جوئبارہا

ACC -243

۷۹- شرح مثنوی

مولانا جلال الدین محمد بن بہاؤ الدین محمد بلخی المعروف بہ مولانائے روم متوفی ۶۷۰ھ = ۱۲۷۲ / ۱۲۷۱ کی مثنوی مولوی معنوی کے پچھلے تین دفتروں یعنی دفتر چہارم، دفتر پنجم اور دفتر ششم کی شرح ہے۔ شارح کی جانب سے کوشش کی گئی ہے کہ مثنوی کی ہر حکایت کا تعلق بطور اختصار پچھلی حکایت سے ثابت کرے۔ اس کے ساتھ ہی شرح میں محض مشکل الفاظ کے معانی اور ان کی تشریح پر بطور اختصار اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض وقت ہر حکایت کا پہلا شعر لے کر باقی حکایت کی جانب اجمالی طور پر اشارہ کر دیا گیا ہے۔ شارح نے ہر دفتر کے شروع میں مولانا رومی کے عربی مقدمہ کی بھی توضیح و تشریح کر دی ہے۔

۱۔ شرح دفتر چہارم از فولیو ایک تا فولیو ۳۸ (الف)

۲۔ شرح دفتر پنجم از فولیو ۳۸ (ب) تا فولیو ۷۰ (الف)

۳۔ شرح دفتر ششم از فولیو ۷۰ (ب) تا فولیو ۹۰ (الف)۔ اس میں فولیو ۷۸ (الف) کے بعد "روی" کی رکاب ٹوٹتی ہے، اس لئے یہ شرح یہاں سے غیر معین اوراق سے نامکمل ہے۔

مضمون تصوف، زبان فارسی نثر، اصل کا مصنف مولانا جلال الدین بلخی المعروف بہ مولانائے روم، ابتدائی تین دفاتر کی شرح نہ ہونے کے باعث شارح نامعلوم، کاتب و ناقل و تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق، لیکن اخیر کے پچھلے تین صفحات کا شکستہ، کاغذ کشمیری، تعداد فولیو ۹۰، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۴ × ۲۴ سنٹی میٹر۔

ابتداء: الحمد للہ حق حمدہ ہمہ سپاس و ستایش مر جناب مقدس از شوایب نقص و مطہر الصفات کمال سزاوار حمد۔

انتہا: گر تو خواہی باقی این گفت گوش یعنی حکایت آں عاشق مہجور م ای اخی در دفتر چہارم بجو کہ اتمام این آنجاست۔

کاتب کا اختتامیہ: تم تم تمام شد۔

ACC-421

80- شرح نزھۃ الارواح

میر حسین بن میر عالم بن حسن معروف بہ حسینی سادات متوفی ۷۲۳ھ ہجری (۱۳۲۳ء) کی مشہور کتاب نزھۃ الارواح کی شرح ہے۔ نزھۃ الارواح ۷۱۱ھ (۱۳۱۲ / ۱۳۱۱ء) کے مہینوں میں لکھی گئی۔ یہ اُس وقت تحریر ہوئی جب نزھۃ الارواح کا مصنف میر حسین مذکور عمر کے چالیسویں برس میں داخل ہو چکا تھا۔ میر حسین بن عالم معروف بہ حسینی سادات اصلاً اگرچہ غور سے تعلق رکھتا تھا، تاہم بعد از وفات ہرات میں عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب

کے مقبرہ کے متصل مدفون ہوا۔ نزھتہ الارواح ۲۸ فصول اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کا نام نزھتہ الارواح کتاب کے اخیر پر اس شعر میں:

دراں ساعت کہ میکردم تمامش نہادم "نزھتہ الارواح" نامش

مصنف کا رکھا ہوا ہے۔

مضمون تصوف و معرفت، زبان فارسی نثر و نظم، مصنف حسین بن عالم بن حسن الحسینی شارح عبد الواحد ابراہیم الحسینی البلگرامی، سال و تاریخ شرح ۹۸۵ھ ہجری (۱۵۷۷ء) چنانچہ:

اے دل از بیہودہ سنجی رخ بتاب
یار میگو سال تاریخ و کتاب
ہست تاریخ کتاب من تمام
نہصد و ہشتاد و پنج والسلام

کاتب و ناقل سید کمال حسینی
تاریخ کتابت ۲۷ جمید الثانی ۱۰۰۶ھ
(بدھ، ۲۵ جنوری ۱۵۹۸ء)۔

(نوٹ۔ شرح نزھتہ الارواح کا نسخہ شارح کی تاریخ شرح کے ۲۱ برس بعد منقول ہوا ہے اور شاید شارح اُس وقت بقید حیات بھی ہوگا، اور اس اعتبار سے انتہائی نادر و نایاب ہے؛ خط نستعلیق شکستہ، کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۱۵۶،

سطور فی صفحہ ۲۱، تقطیع ۱۳،۵ × ۲۳،۴ سنٹی میٹر، تعداد ابیات ۱۶ ہزار۔

آغاز: رب اشرح لی صدری ویسّر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی وصلی اللّٰہ علیٰ خیر خلقه محمد وآله وعترته اجمعین۔ میگوید از ذل عباد اللّٰہ الکریم مفلس بے مایہ عبدالواحد ابراہیم۔

اختتام: ہست تاریخ کتاب من تمام نہصد و ہشتاد و پنج والسّلام

کاتب کا اختتامیہ: تمت بالخیر هذه النسخة بید الضعیف میّد کمال حسینی فی التاریخ ۲۷ (۲۷) شہر جمید الثانی ۱۰۰۰ ہجری۔

ACC-77

81- شرف نامہ اسکندری یا اسکندر نامہ

ابومحمد جمال الدین یا نظام الدین المعروف بہ حکیم نظامی گنجوی متوفی ۶۰۷ ہجری یا ۶۱۱ ہجری (بالترتیب ۱۲۱۰ یا ۱۲۱۴ء) کی منظوم تصنیف ہے۔ بقول مصنف ۵۹۹ھ (۱۲۰۲ - ۰۳ء) منظوم ہوا۔ لکھتا ہے:

چنان بر دہد دور بین روزگار نود نہ گذشتہ ز پانصد شمار

اسکندر نامہ نظامی گنجوی کی آخری تصنیف ہے، اور خمسہ (پانچ منظوم تصانیف) کا آخری جزو ہے۔ اس کا دوسرا نام خرد نامہ بھی ہے۔ اسکندر نامہ کا پہلا حصہ اقبال نامہ کے نام سے موسوم ہے۔ نظامی گنجوی فارسی کے مشہور و معروف شاعر تھے۔ انہوں نے پانچ مثنویاں لکھی ہیں، جو پنج گنج یا خمسۂ نظامی کے عنوان سے مشہور ہیں اور شرف نامۂ اسکندری اس کا پانچواں جزو ہے۔ شرف نامۂ اسکندری اسکندر ذوالقرنین کی منظوم داستان ہے۔ جس میں اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا بیان ہے۔ ترتیب مضامین حسب ذیل ہے:

حمد و مناجات، نعت سرور کائنات، سبب نظم داستان، اندازہ نگہداشتن، در ستایش پادشاہ خود ملک نصرت الدین، آغاز داستان شرف نامۂ اسکندری، گفتار در قولہائے مختلف کہ سکندر را ذوالقرنین چرا گویند، قصۂ سکندر با آں شُبان، قصۂ ارشمندش، قصۂ ماریۂ قبطیہ قصۂ خراسانی، قصۂ بینوا، انکار کردن ہفتاد حکیم، داستان درست ساختن افلاطون ساز ارغنون، دریافتن شبان انگشتریٔ طلسم، احوال سکندر با سقراط حکیم، مناظرۂ حکیم ہند با سکندر، مقالات ارسطاطلیس حکیم با سلطان سکندر، مقالات والس، بلنیاس، سقراط، فرفوریوس، ہرمس، افلاطون با سکندر و مقالات سکندر ذوالقرنین با حکیمان، مقالات حضرت نظامی، داستان وحی آمدن سکندر را بہ پیغمبری، خرد نامہ از ارسطاطالیس حکیم، خرد نامۂ افلاطون حکیم، خرد نامۂ سقراط حکیم، قسم سوم از شرفنامۂ اسکندری و سفر کردن او بار دوم، رسیدن اسکندر از حدِ مغرب بحدِّ جنوب و دیدن عجائب، رفتن سکندر از حدِ جنوب بحد مشرق و دیدنِ عجائبات رسیدن اسکندر از حدِ مشرق بحدِّ شمال و بستن سدّ، وصیت کردن سکندر با رفیقان، دل دادن ارسطو سکندر را بر امید بہی، سوگند نامۂ سکندر بمادرِ خود در باب عدم جزع و فزع، داستانِ وفات یافتن سکندر و آگاہ شدن از وفات سکندر، نالیدن اسکندروس پسر اسکندر از وفاتِ پدر، انجامش روزگار ارسطاطالیس، انجامش روزگار ہرمس حکیم، والسیس حکیم، سقراط حکیم، بلیناس دانا، فرفوریوس، حضرت نظامی، در مدح پادشاہ خود ملک نصرت الدین، در نصیحت فرزند خود گوید، در ختم کتاب مستطاب گوید۔

خطِ نستعلیق متوسط، کاغذ کشمیری، صفحہ ۲۴، ۴۵، ۸۵ اور ۱۱۸ غالباً تصاویر کیلئے خالی چھوڑ دئے گئے ہیں۔ فی صفحہ ۱۳ اشعار، صفحات ۲۹۳، پہلا صفحہ پیپر ماشی کے انداز پر منقش، اول سے اخیر تک جدولوں کے مابین تحریر، تقطیع ۱۹ × ۳۰ سنٹی میٹر

سال تصنیف ۱۱۹۹ھ = ۱۷۸۴ء، سال کتابت سمت ۱۹۰۸ بکرمی = ۱۸۵۱ء بعہد مہاراجہ گلاب سنگھ، کاتب پنڈت طوطہ رام برہمن کشمیری، اخیر پر کاتب کا یہ فارسی اختتامیہ ہے : " حسب الفرمایش شہزادہ فیض رسان، اقبال مند سعادت نشان، فلنگ خنگ میان رندھیر سنگھ[1] دام دولتہ مذکیاتہ در سموت ۱۹۰۸ ایک ہزار نہصد وہشت۔ راقمہ عبودیت ارتسام، دعا گوئے صبح و شام پنڈت طوطہ رام، برہمن کشمیری"۔

جلد قدیم پیپر ماشی کی۔

ACC – 229

82- طریقۂ نقشبندیہ

مختلف کتابوں سے ماخوذ سلسلۂ نقشبندیہ (جس کے بانی خواجۂ بزرگ سید بہاؤالدین نقشبند بخاری ہیں) کے فضایل کا بیان ہے جضمن میں نظم و نثر دونوں میں شاہ نقشبند مشکل کشا کے اوصاف و فضایل بھی آگئے ہیں۔ بقول جامع اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی نثر مُدّون و جامع نامعلوم، لیکن کشمیر کے خاندان نقشبندی کا کوئی شخص، کاتب و ناقل بوجہ عدم تکمیل آخر نامعلوم، تاریخ کتابت نامعلوم لیکن چالیس سالہ قدیم نسخہ، عام تحریر کا خط نستعلیق مایل بشکستہ، کاغذ مشینی (مل کا) صفحات ۱۷، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۶½ x ۲ ، ۲۲ سنٹی میٹر۔

ابتداء: درغم این دائرۂ نقشبند چند شوی بند بہر نقش چند

اختتام: حضرت خواجۂ بزرگ این نازنین طریقۂ خود را بقوّت تصرف در زمانۂ پسیں

---

[1] رنبیر سنگھ جو گلاب سنگھ کے ولی عہد تھے۔ (م ی ط)

(یہاں سے اچانک سلسلۂ کلام ٹوٹ جاتا ہے)۔ کتاب کے مختصر حجم کے پیش نظر بجائے کتاب کے لئے
مجموعۂ اقتباسات کا نام زیادہ موزوں ہوگا یا کتابچہ کا۔

83- عجیب منظر منظوم

مختلف النوع مضامین پر جن میں تصوّف کا غلبہ ہے، فارسی کی طویل مثنوی ہے فارسی
کی طویل مثنوی ہے عشق حقیقی کے اسرار و رموز عشق مجازی کے قصص و حکایات کے رنگ میں
سمجھائے گئے ہیں۔ ان حکایات میں سے بعض کا تعلق کشمیر سے ہے۔ تفصیل مطالب حسب ذیل ہے:
درابیات خصوصیت بینائی، فی المناجات، نسایم بہار محبت و خلوص، نیایش
والتجا، کمیت قلم در ساحتِ خیال دویدن، سفینۂ مسافرانِ بحرِ محیط بتلاطم امواج غرق گشتن،
گلبن درد بہ نسیم سوز و گداز شگفتن و حقیقت عشق مجاز، مشعل عشق مجازی از آتش کدۂ
عنصر ناری افروختن، شیون عاشق بیقرار در فراقِ یارِ دلدار، منقل اشتیاق و محبت افروختن،
عاشق مفتون محاذی دوکان دلدار نشستن، غزل خوانی و خوش الحانی عاشق مفتون، مشعل
وجودِ دلدار باحتراق آتش جدائی افروختن، فی المرثیہ، گلدستۂ وجودِ دلدار در آتشکدۂ شمشان سوختن
طوفان جذبۂ عشق مجازی، گلزار جذبۂ عشق مجازی در عنصر خاکی شگفتن، للہ عارفہ بر حسن تجلیات
بیچون والہ و مفتون گشتن، تشریف آوردن جناب سیّد جلال الدین جہانیان جہانگرد بہ گل گشت
کشمیر، غنچہ خاطر للہ عارفہ بہ نسیم تربیت سید حسین سمنانی شگفتن، خورشید وجود شیخ نورالدین
نورانی رخشیدن و از پستان للہ عارفہ شیر عرفان نوشیدن، گلزار ہمیشہ بہار کشمیر بقدوم جناب
امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی شگفتن، پنہاں گشتن للّہ عارفہ در تنور، حقیقت نفی و اثبات للہ عارفہ
نفی و اثبات شیخ عباد اللہ نیخ، سلطان شہاب الدین در حالت تشنگی از دست عارفہ شیر نوشیدن،

للہ عارفہ ندائے ارجعی شنیدن، فی المناجات، نیایش و التجا بجناب شاہ مشکل کشا، خاتمۂ کتاب۔
مضمون تصوّف و عرفان، مثنوی، فارسی، مثنوی نگار عبدالرسول (یا غلام رسول)
شیوا، متوفی ۱۲۸۸ھ ہجری (۱۸۷۱ء) سالِ نظم ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹/۱۸۵۸ء) کتاب کا
نام "عجیب منظر" تاریخی ہے، کاتب غلام حسن کھویہامی فرزند شاعر، تاریخ کتابت ۲۷ رجب
المرجب ۱۳۰۷ھ ہجری (بدھ، ۱۹ مارچ ۱۸۹۰ء) خط نستعلیق مایل بہ شکستہ، کاغذ کشمیری
فولیو ۹۵، ابیات فی صفحہ ۱۱، تقطیع: ۹،۹ × ۲،۱۶ سنٹی میٹر۔ کتاب میں بے ترتیبی
ہے۔ ابتدائی صفحات ۱۳ اوراق کے بعد مجلّد کئے گئے ہیں۔

آغاز: بسم اللہ افتتاح تاج عرفان گنجور کنوز باغ رضوان

اختتام: پرداز حریم خاطر از غیر در یاد خودم فتح بالخیر

کاتب کا اختتامیہ: بتاریخ ۲۷ ماہ رجب المرجب ۱۳۰۷ھ بدستخط نادرست
غلام حسن عفی عنہ و ہو مالکہ۔

ACC - 102/1

فصوص الحکم - 84/1

غالباً شیخ اکبر محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ (۱۲۴۰ء) کی مشہور تصنیف
فصوص الحکم کے جو تصوّف میں ہے، چند اوراق ہیں۔ یہ بات کہ مخطوطہ فصوص الحکم ہے۔ مقدمہ
میں لفظ "فص" کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے۔ مخطوطہ اوّل و آخر سے نامکمل ہے، زبان عربی نثر،
فی صفحہ، سطور، کاغذ کشمیری، تاریخ کتابت و تصنیف دونوں نامعلوم، تعداد صفحات و اوراق
۱۷، ۳۴، مضمون تصوّف۔ تقطیع ۱۱ × ۱۸ سنٹی میٹر۔

فصوص الحکم محی الدین ابن العربی کی مشکل ترین تصانیف سے ہے اور متعدد

اوقات پر متعدد اشخاص اس کی شرح و توضیح میں مصروف رہے ہیں۔ ان میں ایک میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمتہ متوفی ۷۸۶ھ (۱۳۸۵ء) بھی ہیں۔ فصوص الحکم متعدد بار ترکی اور قاہرہ میں چھپ چکی ہے۔

ACC -102/2

دیوان مسعود بیگ - 84/2

انتیس حروف تہجی پر مبنی مسعود بیگ کا منظوم فارسی دیوان ہے۔ مسعود بیگ کے متعلق علم نہ ہو سکا کہ کون شخص تھا۔ البتہ اس کا تعلق کم از کم دسویں صدی ہجری سے تھا۔ دیوان مسعود بیگ نعتیہ اور عاشقانہ غزلیات کا مجموعہ ہے۔ ہر حروف تہجی پر ایک یا ایک سے زیادہ غزلیات قلمبند کی گئی ہیں۔ دیوان کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ شاعر نے غزلیات کے عنوانات حروف تہجی قرار دئے ہیں اور ہر حرف تہجی کی غزلیات کے سلسلے میں سرخ روشنائی سے اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

مضمون، شعر و ادب، زبان فارسی، شاعر مسعود بیگ، تاریخ نظم نامعلوم، تاریخ کتابت اخیر پر دیمک خوردہ، البتہ بوقت زوال روز یک شنبہ معرض تحریر میں آیا ہے۔ مخطوط کا نام اخیر کاتب کے الفاظ میں جو نامعلوم ہے۔ اس طرح درج ہے:

" تمت ہذا الکتاب دیوان ملک زادہ خواجہ مسعود بیگ "

مخطوط شہر بہار میں روضۂ سلطان العاشقین، برہان عارفین میرزا سید قطب الدین تحریر ہوا ہے۔ مسعود بیگ کا اصلی نام احمد محمود نخشبی تھا۔ دیوان کے خاتمہ پر اس سلسلے میں یہ شعر درج ہے:

مخصوص بہر خاص و عام است ایں کتاب
مسعود بک کہ احمد محمود نخشبی

خط ثلث قدیم، تعداد اشعار فی صفحہ ۱۰ اشعار، متعدد مقامات بالخصوص اخیر پر مخطوطہ کرم خوردہ ہے، لیکن حریرہ سے مرمت کرلیا گیا ہے۔ تعداد اوراق ۸۹، صفحات ۱۷۸۔
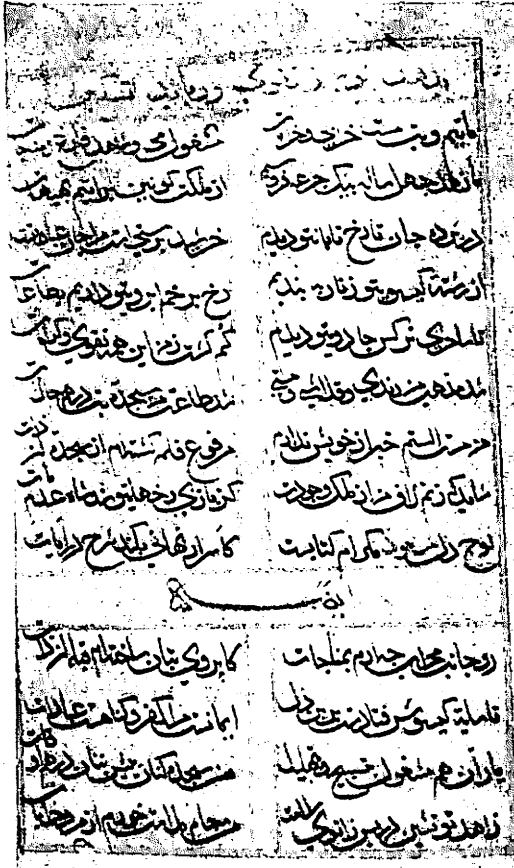
تقطیع : ۱۱ x ۱۸ سنٹی میٹر

یہ اور پہلا مخطوطہ دونوں ایک جلد میں مجلد ہیں۔

کاغذ غیر کشمیری

مسعود بیگ خود کو خسرو، سعدی نظامی اور امامی کا مجموعہ یا پیرو سمجھتا تھا۔ مثلاً :

در ملکِ صناعت شدہ ام غیرت خسرو
در حسنِ غزل سعدی و در نظم نظامی
اصلند میان شعر میان و دگر فرع
ہم مقتدریانند تو مسعود امامی

مخطوطہ نایاب ہے اور کسی بھی مورخ یا تذکرہ نگار نے مسعود بیگ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ مخطوطہ ماسوائے کلچرل اکادمی، لال منڈی، سرینگر کے کہیں اور دستیاب نہیں ہے۔

ACC-268

85- کشف الغطا

کتب صوفیہ اور اُن کے اقوال پر مبنی تصوف و عرفان کا مجموعہ ہے۔ اول و آخر سے

ناقص ہونے کے باعث کتاب کے ابواب و فصول کی ترتیب معلوم نہ ہوسکی، تاہم جو مسایل زیر بحث آئے ہیں وہ ہیں صحو و سکر، شطحیات صوفیہ، معنیٔ تصوّف، محبت اولیاء، صوفیائے کرام کے مخالف شریعت اقوال کی تاویل، علامہ ابن الجوزی کی تصنیف تلبیس الابلیس کی تردید وغیرہ وغیرہ۔ کشف الغطاء کی تحریر کا مقصد غالباً ان شکوک و اوہام کا ارتفاع ہے جو علمائے ظاہر یا بالفاظ دیگر علمائے شریعت میں تصوّف اور اُس کے اصول اور صوفیائے کرام کے مخالف شرع اقوال کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ کشف الغطا کا معتدبہ حصہ شیخ محی الدین ابن العربی کے خیالات کی تائید یا ان کے اقوال کی توضیح و تشریح کے بیان میں ہے۔

مضمون : تصوّف و عرفان، زبان فارسی مخلوط بہ عربی، مصنّف، تاریخ کتابت ناقص الاول و آخر ہونے کے باعث نامعلوم، خط نستعلیق بھدّا، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۴۱، سطور فی صفحہ ۱۶، تقطیع : ۱۱ × ۲۳ ۱/۲ سنٹی میٹر۔

کشف الغطا جس کا صحیح نام تحقیق نہ ہوسکا ہے بحیثیت مجموعی سلسلہ ہائے تصوّف میں طریقۂ نقشبندیہ سے متعلق ہے۔

آغاز : کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان أُعرف

فولیو ۱۴۱ کے صفحۂ الف کی پہلی سطر کا آغاز : چوں شیخ الشیوخ نورالله سبحٰنہ مضجعہ فرمودہ است۔ کشف الغطا کا موجودہ نسخہ خواجہ امیرالدین پکھلیوال متوفی ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) کے کتب خانے سے متعلق رہ چکا ہے۔

۸۶/۱ - کلمات خواجۂ بزرگ

خواجۂ بزرگ علاؤالحق والدین خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبندی کے صوفیانہ کلمات

کا مجموعہ ہے۔ مصنّف نے یہ مجموعہ محمد بن محمد البخاری المشتہر بہ عطار کے ایماء و اشارہ سے قلمبند کیا ہے۔ اس سے خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے اُن مراتب و کمالات کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو انہیں معرفت و روحانیت میں حاصل تھے۔ کتاب کے ضمن میں خواجہ عطار نقشبندی بخاری کے فرمودات و ارشادات بھی مندرج ہیں۔ خواجۂ عطار خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے مُرید بلاواسطہ تھے۔

مضمون تصوّف و معرفت، زبان فارسی، نثر، مؤلّف نامعلوم، تاہم اندازہ اور قیاس سے خواجہ محمد پارسا متوفی ۸۲۲ھ (۱۴۱۹ء) زمانۂ تالیف پندرھویں صدی کا آغاز، کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت نامعلوم، تاہم گیارھویں صدی ہجری کا اختتام (سترھویں صدی عیسوی کا ربع آخر) خطِ نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۵، سطور فی صفحہ ۱۵، نسخہ کے اختتام پر "سعد اللہ" نام کی مہر ہے جس کا سنہ ہجری ۱۱۱۰ (۱۶۹۸ء) ہے مخطوطہ مع دیگر مخطوطات کے خواجہ احمد شاہ نقشبندی کو یارقند میں طاہر اخون سے ۱۵ شعبان المعظم ۱۲۶۹ھ (۲۴ مئی روز سہ شنبہ، ۱۸۵۳ء) کو بطور نیاز ملا تھا اور اس طرح یارقند سے کشمیر پہنچا، ہے، تقطیع ۱۱ × ۲۱ سنٹی میٹر۔

ابتداء: حمد و ثنائے بے حد و منتہا و شکر و سپاس بی اندازہ و قیاس حضرتِ پادشاہی را جل ذکرہ۔

اختتام: سبحان اللہ وما انا من المشرکین واللہ سبحانہ الہادی۔

مخطوطہ ابتداء کے پہلے صفحہ کے بعد کچھ اوراق سے نامکمل ہے، کیونکہ لفظ حضرات علیہ کے بعد ربط کتاب ٹوٹتا ہے۔

ACC-219/2

86/2- انیس الطالبین وعُدّۃُ السالکین

خواجہ محمد بہاؤالدین المعروف بہ خواجۂ نقشبند مشکل کشا کے احوال و مقامات میں ایک

جامع اور مفصل کوشش ہے۔ مؤلف کے مطابق اُس نے کوشش کی تھی کہ خواجۂ بزرگ کے احوال وکوائف اُن کی زندگی میں مرتب کرے، مگر خواجۂ بزرگ اس امر سے مانع ہوئے، البتہ بعد از وفات جو پیر کی رات، ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ (۲ مارچ ۱۳۸۹ء) کو واقع ہوئی اختیار دیا کہ سوانح لکھی جا سکتی ہیں۔ یہ کتاب اُسی خواہش کا عملی نمونہ ہے۔ بلحاظ ترتیب کتاب چار اقسام پر منقسم ہے:

قسم اوّل در تعریفِ ولایت و ولی۔

قسم دوم در شرح ابتداء احوال حضرت خواجۂ ما۔

قسم سیوم در بیان صفت واحوال و اقوال و اخلاق خواجۂ ما و شرح طریقہ وروش۔

قسم چہارم در ذکر سایر کرامات وظہورات و احوال و آثار کہ از حضرت خواجۂ ما در محل طلاطم امواج بحار ولایت بظہور آمدہ است۔

مضمون، سوانح حیات، زبان فارسی نثر، مؤلف صلاح بن مبارک بخاری، زمانۂ تالیف ۷۹۱ھ (۱۳۸۹ء) کے قدرے بعد، کاتب و ناقل رفیع اللہ، تاریخ کتابت ۲۰ شہر شوال ۱۱۰۱ھ (۱۷ جولائی بروز جمعرات ۱۶۹۰ء)۔ نسخہ کے اختتام سے سعد اللہ نامی کسی شخص کی مہر ہے جس کا سنہ ۱۱۰۰ھ ہے۔ غالباً سعد اللہ رفیع اللہ کا بھائی یا بیٹا تھا۔

مخطوطہ یارقند سے نقشبندیوں کے توسط سے کشمیر پہنچا ہے۔ سنہ ۱۲۶۹ھ کے بعد۔ خطِ نستعلیق سادہ مایل بہ شکستہ، فولیوز ۱۹۵، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۱ x ۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز: حمد و ثنا بی منتہا حضرتِ خدا را جلّ سلطانہ وعمّ احسانہ۔

اختتام: وافاض علینا یمن برکاتہ، آمین یا رب العالمین۔

کاتب و ناقل کا اختتامیہ: فقد تم الکتاب مقامات قطب العارفین و مرشد السالکین حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین المشتہر بہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ روحہ و نوّر ضریحہ فی التاریخ

بیستم شہر شوال ۱۱۱۱ھ (غالباً ۱۱۰۱ھ) راقمہ العبد المذنب الراجی من اللہ، رفیع اللہ۔
اسی نام کا دوسرا نسخہ خطِ نسخ (عربی میں) اس کے ساتھ ملحق ہے۔ تعداد فولیوز ۱۹۷ سے ۲۸۱ تک۔ سطور فی صفحہ ۱۵، کاتب نامعلوم، تاریخ نقل منگل محرم الحرام ...... تقطیع مذکورہ، کاتب کا اختتامیہ : قد وقع الفراغ من تسوید ھذہ النسخہ فی یوم الثالث من شہر محرم المکرم (اس کے بعد سنہ کی عبارت مرمت کے نیچے چھپ گئی ہے)

ACC-301

87- کنز الفواید

اہلِ حقائق و معانی کے شمایل و فضایل اور سلسلۂ نقشبندیہ کے اصول و قواعد میں ایک مختصر مگر مبسوط رسالہ ہے۔ مصنّف نے یہ رسالہ چند اہلِ عقیدت و محبت کے اصرار و طلب پر تحریر کیا ہے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ ایک مفید تذکرہ معرضِ تحریر میں آئے، اس لئے اُن کی طلب پیشِ نظر مختصر کی صورت میں عمل میں آکر "کنز الفواید" کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ رسالہ بقولِ مصنّف تین فصول پر مرتّب ہوا ہے۔ تفصیل یہ ہے :

۱۔ فصلِ اوّل در ذکر سلسلۂ علیۂ نقشبندیہ۔

۲۔ فصل دوم در بیانِ سلوک و نکتہ ہائے بلند حضرت مخدوم قدس اللہ سرّہ العزیز۔

۳۔ فصل سیوم در بیان طریقِ معرفت حق سبحانہ و احتیاج مرید بمراد و شرائط و آداب شیخ و مرید و ولایت علی و انواعِ خوارقِ عادات۔

مضمون حقیقت و معرفت، زبان فارسی، مؤلف محمد موسیٰ ابن خواجہ عیسیٰ دہبیدی تاریخ تصنیف ۱۱۶۲ھ (۱۷۴۹/۱۷۴۸ء) "کثیر الفوایدش" کتاب کا تاریخی نام ہے۔ تاریخ و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم ایک برس قدیم کی تحریر، خطِ نستعلیق باریک متوسط، کاغذ کشمیری

فولیو ۹۲ (صفحات ۱۸۳)، سطور فی صفحہ ۱۲۔

اس کے ساتھ ہی حسب ذیل رسایل بھی اس مجموعہ کے ساتھ اسی قلم اور اسی کاتب کے ہیں:

۱۔ الٰہی نامہ مصنفہ حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ (صفحہ ۱۸۳ سے صفحہ ۱۹۸ تک)

۲۔ شواہد التجدید صفحہ ۲۰۰ سے ۲۲۰ تک۔ زبان فارسی و عربی۔

تقطیع ان سب کی: ۸ و ۱۰ × ۱۷½ سنٹی میٹر۔

ابتداء: الحمد للّٰہ الذی نوّر قلوب العارفین بنور جمالہ وجلالہ وطہّر نفوس السالکین بتجلّیات اسمائہ وصفات کمالہ۔

اختتام: لا نبوۃ بعد ختمہا علیٰ خاتمہا الصلوۃ والسلام والحمد للّٰہ رب العالمین۔

کاتب کا اختتامیہ: تمت النسخۃ المسمّیٰ بشواہد التجدید۔

کنز الفواید سلسلۂ نقشبندیہ کے اصول وقواعد میں سند کی حیثیت رکھتا ہے، نایاب ہے اور اس کے نسخے دیگر قلمی کتب خانوں میں دستیاب نہیں ہیں۔

88- کیمیائے سعادت

حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی کی مشہور فارسی تصنیف ہے۔ اس کا تعلق اخلاق و مواعظ سے ہے۔ بارہا ہند و ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ امام غزالی جن کا اصلی نام محمد بن محمد بن احمد تھا اور عظیم فقہائے شافعیہ سے تھے ۴۵۰ھ یا ۴۵۱ھ (۱۰۵۸ء یا ۱۰۵۹ء) کو قریۂ طابران یا غزالہ میں پیدا ہوئے۔ قریۂ غزالہ طوس (موجودہ مشہد مقدس) کا ایک گاؤں ہے اور ایران کے مشرقی حصہ خراسان کا حصہ ہے۔ فقہ احمد بن محمد رازی سے پڑھا بعد ازاں نیشاپور میں امام الحرمین امام جوینی سے مستفید ہوئے۔ ۴۸۴ھ (۱۰۹۱ء) میں بغداد کے مدرسۂ نظامیہ کی مدرسی پر متعین ہوئے۔ تین سو اشخاص آپ سے اس مدرسہ میں متعین ہوتے تھے۔ بالآخر تصوف کا غلبہ ہو کر روحانیت کی طرف آگئے۔ کیمیائے سعادت اسی روحانی غلبہ کا نتیجہ ہے۔ امام غزالی ۵۰۵ھ یا بقول بعض ۵۰۷ھ (بالترتیب ۱۱۱۱ء یا ۱۱۱۳ء) میں اپنے گاؤں طابران میں فوت ہو گئے۔

کیمیائے سعادت تصوف اور اخلاق کی کتاب ہے۔ مضامین کی تفصیل یوں ہے۔ مقدمہ چار عنوان پر: ۱۔ عنوان اول در شناختن نفس خود ۲۔ عنوان دویم در شناختن حق تعالیٰ۔ ۳۔ عنوان سویم در معرفت دنیا ۴۔ عنوان چہارم در معرفت آخرت۔

بحیثیت مجموعی کتاب کے چار ارکان ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ رکن اول در عبادات مشتمل بر دہ اصل۔ (فولیو ۴۳ سے فولیو ۸۸ تک)

۲۔ رکن دوم در عادات مشتمل بر دہ اصل (فولیو ۸۹ سے فولیو ۱۶۷ تک)

۳۔ رکن سوم در مہلکات مشتمل بر دہ اصل (فولیو ۱۶۷ سے فولیو ۲۶۵ تک)

۴۔ رکن چہارم در منجیات مشتمل بر دہ اصل فولیو ۲۶۵ سے فولیو ۳۶۹ تک)

کیمیائے سعادت کا یہ مخطوطہ ۲۰ شعبان المعظم ۴۳ سنہ جلوس مطابق ۱۱۰۱ھ کو عبداللہ خان اور ہزبیر خان بن مظفر خان سور ساکن قصبہ نکور، پرگنہ فیض آباد صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ کی آخری عبارت یہ ہے:

تمت تمام شد بکرم الٰہی و فضل لامتناہی نسخۂ متبرکہ کیمیائے سعادت بتاریخ بیستم شہر شعبان المعظم ۴۳ سنہ جلوس والا مطابق ۱۱۰۱ھ (۱۶۸۹ - ۱۶۹۰ء) روز شنبہ بوقت طلوع یک نیم پاس روز در عہد خلیفۃ الرحمان اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی۔ الٰہی عاقبت بخیر باد۔

مخطوطہ کا نام "کیمیائے سعادت" مخطوطہ کے فولیو ۳ (الف) پر درج ہے۔ ابتدائی دو صفحات کتاب کیمیائے سعادت کی فہرست مضامین شامل ہیں۔ فولیو اول (ب) پر عبدالرحمان خان جو عبداللہ خان کاتب کا فرزند تھا کی تاریخ ولادت تحریر ہے جو ۲۴ تاریخ اور ۲۵ ویں شب ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۱۰۱ ہجری (۲۶ جنوری سنہ ۱۶۸۹ء) شب جمعہ کو ہوئی۔

فولیوز ۳۷۰، کاغذ غیر کشمیری، خط نستعلیق سادہ معمولی، حواشی پر جا بجا وضاحتی نوٹ، سطور فی صفحہ ۲۱، کہیں کہیں معمولی دیمک خوردہ، غیر محسوس طریقہ پر مرمت شدہ۔ مخطوطہ عام دستیاب ہے، لیکن اس وجہ سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ بعہد اورنگ زیب لکھا گیا ہے، نیز یہ کہ فیض آباد ۱۷ ویں صدی عیسوی میں صوبۂ دارالخلافہ شاہجہان آباد کا ایک پرگنہ تھا۔

تقطیع ۱۶ × ۲۸ سنٹی میٹر۔ کاتب عبداللہ خان ولد ہزبر خان سور، ساکن قصبہ نکور محلہ پرگنہ فیض آباد۔ سنہ کتابت ۱۱۰۱ ہجری مطابق سنہ ۱۶۸۹ء۔

89- گلشن راز منظوم

ان سترہ سوالات کا منظوم جواب ہے جو میر حسینی ساداتِ ہروی نے اپنے پیر شیخ بہاؤالدین یعقوب تبریزی کے اشارے سے شیخ محمود بن امین الدین عبدالکریم بن یحییٰ شبستری سے پوچھے تھے۔ شیخ محمود نے ہر بیت کے مقابل میں ایک ایک جواب لکھا تھا۔ بعدازاں کچھ اشعار بعض کی خواہش سے اپنی طرف سے بھی اضافہ کر دئیے تھے اور گلشن راز نام رکھا تھا۔ گلشن راز کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں، لیکن سب سے مشہور شرح شیخ شمس الدین محمد لاہیجی شیرازی نوربخشی مدفون بہ شیراز کی ہے۔
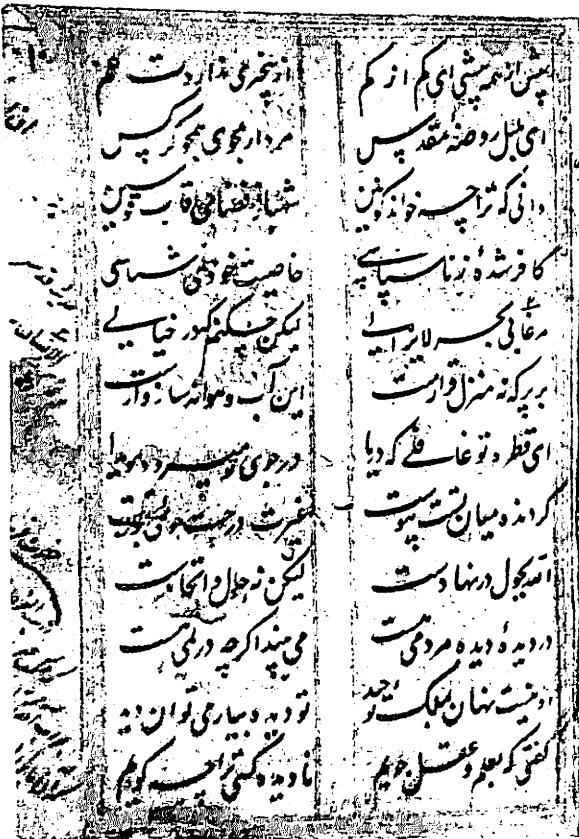
مضمون حکمت و عرفان و توحید پیرایۂ بیان مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار شیخ محمود بن امین الدین عبدالکریم بن یحییٰ شبستری متوفی ۷۱۸ھ (۱۳۱۸ء) بعمر ۳۳ برس، ناقل و تاریخ کتابت غیر مندرج، تاہم طرز تحریر کی روشنی میں گیارھویں صدی ہجری (۱۷ویں صدی عیسوی) کی تحریر۔ فولیو اول منقش مذہب (سونے کا کام کیا ہوا)، خوش نویسی کی جداول کے

مابین تحریر، خطِ نستعلیق خفی استادانہ، کاغذ غیر کشمیری، تعداد فولیوز ۴۶، سطور فی صفحہ ۱۲، عنوانات لال روشنائی سے، خوش نویسی اور قدامت بالخصوص مغل دور کی طرز کتابت اور خطاطی و نقاشی کا نادر نمونہ، حالت انتہائی خستہ، تقطیع خورد ۱۰ × ۱۶½ سنٹی میٹر

آغاز: بنام آنکہ جان را فکرت آموخت چراغِ دل بنور جان بر افروخت

اختتام اپنے نام پر، چنانچہ:

بنام خویش کردم ختم پایان الٰہی عاقبت محمود گردان

دوسرے مصرعہ میں لفظ "محمود" ذومعنیین (دو معنوں والا) ہے، ایک اپنا نام اور دوسرے اپنے حق میں خدا سے دعائے خیر کی التجا۔

90/1 - لوائح اسرار

اس کا دوسرا نام صرف لوائح بھی ہے۔ جامی کی تصانیف میں اس کا نمبر ۲۶واں ہے لوائح سہ نثر ظہوری کی طرح انتہائی مقفّٰی و مسجّع فارسی میں ہے۔ مطالب و معانی کے اعتبار سے لوائح شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ اکبر شیخ محی الدین عربی کے متصوفانہ خیالات پر مبنی ہے۔ معرفت کا ہر خیال لائحے سے بیان ہو کر بشکل جمع لوائح ہو گیا ہے۔ ترتیب مضامین یہ ہے:

۱۔ حمد باری تعالیٰ و نعتِ رسول۔

۲۔ مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات۔

۳۔ عارفانہ لوائح (روشنیاں) کا بیان ہے۔ یہاں لوائح سے نکاتِ عرفانی مراد ہے۔

مضمون تصوّف و معرفت، زبان فارسی نثر، مؤلف نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد جامی متوفی ۱۷ محرم الحرام ۸۹۸ھ (جمعرات، ۸ نومبر ۱۴۹۲ء) ناقل فضل اللہ، تاریخ نقل

غیر مذکور، خط شکستہ اُستادانہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۴۴، سطور فی صفحہ ۱۷،

تقطیع ۱۴½ × ۲۱½ سنٹی میٹر۔

ابتداء : لا اُحصی ثناءً علیک، کیف وکل ثناءٍ بعود الیک۔

اختتام: لب نکشائی بنکت خاکت بدھن۔

کاتب کا اختتامیہ : کتبہ العاصی الراجی اکمل فضل اللہ سبحانہ وکرمیہ

ACC -253/2

90/2- رسالۂ کمیلیہ

املا کی شکل میں تصوّف کا تین ورقی (۶ صفحی) رسالہ ہے۔ املا کنندہ شیخ عبدالرزاق کاشی ہیں۔ تصوّف و عرفان کے متعلق اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور صحابی کمیل بن زیاد کے مابین مکالمہ کا بیان ہے اور اسی لئے اس مختصر گفتگو کا نام رسالۂ کمیلیہ پڑا ہے۔

مضمون تصوّف و عرفان، زبان عربی، نثر، اصل مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور کمیل بن زیاد کا، املا کنندہ شیخ عبدالرزاق کاشی، زمانۂ املا نامعلوم، ناقل وہی جو لوایح جامی (ملاحظہ ہو اسی شمارہ کا نمبر ۹۰/۱ ایک) کا یعنی فضل اللہ، تاریخ نقل غیر مذکور، خطِ شکستہ استادانہ، کاغذ کشمیری، صفحات ۶، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع : ۱۴½ × ۲۱½ سنٹی میٹر۔

آغاز : مما املاہ الشیخ العالم کاشف اسرار الحقیقہ، ہادی ارباب الطریقہ کامل الملتہ والدین عبدالرزاق کاشی۔

اختتام: وعندالانبلاج لایحتاج الی السراج۔

کاتب کا اختتامیہ : تمت الرسالتہ الکمیلیہ بعون الملک الوھاب۔

ACC - 284

۹۱- لوایح جامی

لوایح کا یہ دوسرا قلمی نسخہ ہے۔ اس سے قبل نمبر ۲۸۱ کے قلمی نسخہ میں اس کے مضامین کا مفصل تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ لوایح میں تصوّف کے مختلف النوع مضامین لایحہ (ضبط عمل) جمع لوایح کی شکل میں بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی کا عملی اعتبار سے کشمیر پر زیادہ اثر تھا، اس لئے اُن کی تصانیف کے متعدد نسخے بافراط دستیاب ہیں۔ یہ اثر سلسلۂ نقشبندیہ کے باعث اور بھی تقویت کا باعث ہوا کیونکہ سلسلہ ہائے تصوّف میں جامی کا تعلق طریقۂ نقشبندیہ سے تھا۔ لوایح پر شیخ محی الدین ابن العربی کی الفصوص کا اثر حاوی ہے۔

مضمون معارف و اسرار، زبان فارسی، نثر، مصنّف شیخ الامامی مولوی نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم الحرام ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء)، زمانۂ تصنیف نوی صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی)، کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت ۲۱ ماہ صفر ۱۲۱۲ھ (منگل ۱۵ اگست ۱۷۹۷ء)، خط شکستہ اُستادانہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۳ (صفحات ۶۵)، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع : ۹ × ۱۷ سنٹی میٹر۔

لوایح جامی کا یہ قلمی نسخہ نمبر ۲۸۱ کے قلمی نسخہ سے کتابت میں زیادہ قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ لوایح کی تعداد کا بھی حامل ہے، جبکہ ۲۸۱ والا نسخہ بلا تعداد ہے اور ہر لایحہ بجائے عدد شمار کے حرف لایحہ کے عنوان سے مذکور ہے۔ اس نسخہ کے مطابق جامی کے لوایح کی کل تعداد چالیس لایحہ ہے۔

ابتداء : لا احصی ثناء علیک، کیف و کل ثناء یعود الیک۔

اختتام: در ہر یک ازان آئینہ ہا بنمود

برقدر صفا است و صفا صورت خویش

لوایح جامی متعدد بار ہندوستان، ایران اور ترکستان میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ حکومت جموں و کشمیر، سرینگر کے محکمۂ تحقیق و اشاعت کے شعبۂ مخطوطات میں اس کے متعدد نسخے محفوظ ہیں۔

ACC - 281

92- لوایح مولانا جامی

تصوّف و معرفت کے مختلف مسایل پر ایک جامع مگر مختصر رسالہ ہے۔ ہر مسئلہ لایحہ کے عنوان سے مذکور ہے۔ ترتیب مضامین و لوایح یہ ہے:

۱۔ تحمید باری تعالیٰ و توصیف پیغمبرؐ۔

۲۔ تمہید در بیان نام رسالہ۔

۳۔ لایحہ اول در بیان تفرقہ۔

۴۔ لایحہ در بیان آنکہ حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ جا حاضر است۔

۵۔ لایحہ: ماسوائے حق ہر چیز معرضِ زوال میں ہے۔

۶۔ لایحہ حضرت ذوالجلال جمیل علی الاطلاق ہے۔

۷۔ لایحہ: جسمانیت کے اعتبار سے آدمی اگرچہ کثیف (گندہ) ہے۔ تاہم روحانیت کے باعث لطیف ہے۔

۸۔ لایحہ در بیان ورزش نسبت شریفہ۔

۹۔ لایحہ در بیان توحید

۱۰۔ لایحہ در بیان حقیقت سبحانہ تعالیٰ۔

۱۱۔ لایحہ در بیان آنکہ صفات غیر ذات اند۔

۱۲۔ لایحہ در بیان یقین و آن وحدتی است صرف۔

۱۳۔ لایحہ در بیان تشخصات و تعینات افراد۔

۱۴۔ لایحہ در بیان آنکہ مطلق بے مقید نباشد و مطلق مستلزم مقید است۔

ان کے علاوہ دیگر لوایح ہیں:

استغنائے مطلق از مقید، محب حق و ہم محبوب، ہر شے بحسب حقیقت و وجود یا وجود متعین است یا تعین عارض، حقیقت وجود، موجود حقیقی، تعین اول، حقیقت الحقائق عین وحدت از حیثیت تجرد، عالم عبارت است از اعراض مجتمعہ، حق سبحانہ در ہر نفسی متجلی است، اسمائے متقابلہ باری تعالیٰ، عالم مجموع مجتمعہ است در عین واحد، عظیم ترین حجاب وحدت حقیقی تقییدات است، ہر قدرت و فعل از حق ظاہر است، معنی کلام شیخ محی الدین ابن العربی در خصوص۔

مضمون: معارف و اسرار، زبان فارسی نثر، مؤلف مولانا نور الدین عبد الرحمان جامی متوفی ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ (۸ نومبر ۱۴۹۲ء) زمانۂ تالیف پندرھویں صدی عیسوی کاتب غلام محمد ابن خواجہ حسن شاہ نقشبندی، تاریخ کتابت چہار شنبہ ۲۵ جمید الثانی ۱۳۳۸ھ (۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء) کاغذ مشینی، خط نستعلیق شکستہ، اوراق ۱۶ (صفحات ۳۲)، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۶ × ۴ و ۲۰ سنٹی میٹر۔

آغاز: لا احصی ثناء علیک یعود الیک۔

اختتام: لب نگشا بنطق و خاکت بدھن۔

مثنوی سراپا -93

انسانی اعضاء اور اس کے متعلقات مثلاً عمر و مرگ، عشق، ملاحت و صباحت دانش و علم و فہم اور ہوش وغیرہ کے بیان و مناقب میں عارفانہ مثنوی ہے۔ بقول مصنّف مثنوی کیا ہے دکانِ وحدت ہے۔ صرف ایک ذاتِ خداوندی کے بغیر ہر چیز بُت ہے جس طرح آسمان و زمین بنظرِ غور دیکھنے کی ضرورت ہے، یہی کچھ کیفیت انسانی اعضاء وجوارح کی ہے۔ ناک، کان، آنکھ اور اسی طرح دیگر اعضاء کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ذات خداوندی کی جانب راہ لی جائے۔

مضمون تصوّف و معرفت، اندازِ بیان شاعری، صنفِ شعر مثنوی، زبان فارسی، ابتداء میں ۱۶ صفحات سے ناقص ہونے کے باعث شاعر و ناظم نامعلوم، کاتب و تاریخ نقل غیر مذکور، اندازاً دوسو برس قدیم نسخہ، خطِ نستعلیق، کاغذ کشمیری، فولیو ۹۲، سطور فی صفحہ ۱۱۔

تقطیع : ۱۱٫۳ × ۱۷٫۶ سنٹی میٹر

آغاز : بمُردیم و بکلّی کاستیم   بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم

اختتام : ہر کہ خواند مثنوی را صبح و شام

آتشِ دوزخ برو گردد حرام

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ACC -72

94- مثنویٔ معنوی مولوی روم

چھ دفتروں میں منظوم تصوّف کی مثنوی ہے۔ اس کے ناظم محمد بن بہاؤ الدین محمد المعروف بہ مولانا جلال الدین رومی ہیں۔ اصل میں بلخ کے رہنے والے تھے۔ لیکن بعض نامساعد حالات کے باعث ترکی کے شہر قونیہ کو وطن بنالیا تھا، اس لئے قونیوی کہلاتے ہیں۔ ماضی میں موجودہ ترکی عالم اسلام میں روم کے نام سے مشہور تھا۔ اس لئے رومی کی نسبت پائی ہے۔ مولانائے روم ۶۰۴ھ (۱۲۰۷ - ۱۲۰۸ء) میں شہر بلخ (موجودہ افغانستان) میں پیدا ہوئے اور اور ۵ جمادی الآخرہ ۶۷۲ھ (جمعہ ۸ جنوری ۱۲۷۲ء) کو قونیہ میں فوت ہوگئے۔

مثنوی مولانا روم عرفان وتصوّف کے مراحل کی حامل ہے، اور بہت سا ذخیرہ اخلاقیات پر بھی مشتمل ہے۔ مثنوی کی تعریف بوجہ شہرت ومقبولیت محتاج بیان نہیں ہے۔ بارہا ہندو ایران وغیرہ میں چھپ چکی ہے۔ گذشتہ صدی میں کشمیر اور غیر کشمیر میں فارسی زبان کے نصاب میں داخل تھی۔ مؤلف نے اس کتاب میں عرفانی تبحّر کا اظہار کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ مثنوی قوّتِ فکر اور وسعتِ معلومات کا ایک بے انتہا ذخیرہ ہے۔ اس کی تعریف میں خود فرماتے ہیں:

هر دکانے راست کالائے دگر — مثنوی دکانِ فقر است اے پسر

مثنویٔ ما دکانِ وحدتست — غیر واحد هر چہ بینی آن بت است

(ہر دکان کا سودا کچھ اور ہے، لیکن اے فرزند ہماری مثنوی فقیری کی دکان ہے۔ ہماری مثنوی وحدت کی دکان ہے۔ ہمارا محبوب ایک کے سوا کچھ نہیں ہے۔)

متذکرہ صدر اشعار مثنوی کے نام پر بھی اشارہ کرتے ہیں۔

مشہور روایت کے مطابق مثنوی چھ جلد میں ہے، لیکن شیخ اسماعیل انقروی متوفی

سنہ ۱۰۴۲ھ (۱۶۳۲-۱۶۳۳ء) نے ایک ساتویں جلد بھی مولوی روم کی جانب منسوب کی ہے، اور اسے دلایل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

مثنوی کا زیر بحث مخطوطہ عام مخطوطوں کی طرح چھ دفتروں میں ہے۔ بلحاظ فولیوز ہر چھ دفتر کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ پہلا دفتر فولیو ایک سے فولیو ۵۳ تک۔

۲۔ دوسرا دفتر فولیو ۵۴ سے فولیو ۱۰۳ تک۔

۳۔ تیسرا دفتر فولیو ۱۰۴ سے فولیو ۱۶۷ تک۔

۴۔ چوتھا دفتر فولیو ۱۶۸ سے فولیو ۲۱۸ تک۔

۵۔ پانچواں دفتر فولیو ۲۱۹ سے فولیو ۲۷۵ تک۔

۶۔ چھٹا دفتر فولیو ۲۷۶ سے فولیو ۳۳۴ (الف) تک۔

ہر دفتر کے اخیر میں نام کتاب، نام ناقل اور تاریخ کتابت درج ہے۔ دفتر اول کی آخری عبارت یہ ہے:

ایں دفتر اوّل مثنوی شریف من کلام حضرت جلال الدین رومی قدس سرہ از دست حقیر سراپا تقصیر عبدالصمد میر تحریر یافت۔ مرقوم بتاریخ ۲۵ ماہ شوال یوم چہار شنبہ ۱۲۷۱ہجری (۱۱ جولائی ۱۸۵۵ء)

دوسرے دفتر کی آخری عبارت یہ ہے:

ایں دفتر دوم مثنوی شریف من کلام حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ بید اضعف العباد فقیر الحقیر عبدالصمد میر مرقوم شدہ بتاریخ ۱۹ ماہ رجب المرجب باختتام رسید ۱۲۷۱ھ (۷ اپریل ۱۸۵۵ء)

تیسرے دفتر کی آخری عبارت :

این دفتر سیوم مثنوی شریف من کلام حضرت جلال الدین رومی قدس سرہ بید فقیر الحقیر عبد الصمد میر تحریر یافت بتاریخ ۲۹ ماہ شعبان المعظم یوم چہار شنبہ ۱۲۷۱ھ (۵ مئی ۱۸۵۵ء)۔

دفتر چہارم کی آخری عبارت :

این دفتر چہارم مثنوی شریف منکلام مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ بید فقیر الحقیر سراپا تقصیر عبد الصمد میر بتاریخ ۱۳ ماہ رجب المرجب یوم جمعہ اختتام یافت ۱۲۷۲ھ (۲۰ مارچ ۱۸۵۶ء)

دفتر پنجم کی عبارت :

تمت تمام، این دفتر پنجم مثنوی شریف من کلام مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ بید فقیر الحقیر سراپا تقصیر عبد الصمد میر بتاریخ ۲۵ شہر جمید الاول یوم یک شنبہ اختتام یافت ۱۲۷۲ھ (۲ فروری ۱۸۵۹ء) تمت تمام شد۔

دفتر ششم کی آخری عبارت :

تمت الکتاب بعون ملک الوہاب، تم تم تم تمام شد این دفتر ششم مثنوی شریف من کلام مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز بید فقیر الحقیر عبد الصمد میر بتاریخ ۲۸ ماہ ذیقعدہ یوم چہار شنبہ تحریر یافت ۱۲۷۲ھ (۳۱ جولائی ۱۸۵۶ء)

مخطوط نہایت عمدہ حالت میں ہے اور مجلد ہے۔ ہر صفحہ پر بائیس سطور اور ہر سطر میں جدولوں کے مابین چار مصرعے یا دو شعر ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔ ہر دفتر کا پہلا صفحہ پیپر ماشی کی نقاشی کا حامل ہے۔ مثنوی کے دیگر مخطوطات کے برعکس مثنوی کا یہ مخطوط ہر دفتر کے شروع میں مصنف کے ایک نثری خطبہ کا حامل ہے۔ جا بجا حاشیہ کی

جدول میں تشریحی نوٹ ہیں بعض جگہ پر مخطوط اوپر کے اور بائیں کناروں پر سفید کاغذ سے
مرمت شدہ ہے لیکن متن محفوظ ہے۔ ناقل عبدالصمد میر کشمیری، کاغذ کشمیری، خط نستعلیق باریک،
تقطیع: ۱۸ × ۱۳ سنٹی میٹر، فولیوز ۲۴۴۔ خود کتاب کا نام مثنوی ناظم کا رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ
خطبہ اول کی عبارت ہے: هذا کتاب مثنوی وهو وصول اصول الدین فی
کشف الاسرار الوصول والیقین ...... اسی خطبہ میں مؤلف کا نام یوں درج ہے:
یقول العبد الضعیف محتاج الی رحمة الله تعالی محمد بن محمد بن الحسین
البلخی الرومی۔

ACC - 395

95- مثنوی مولوی رومی

پہلی دوسری اور تیسری جلد کا مجموعہ ہے، مگر اس طرح کہ جلد سوم پہلے، جلد
اول بعد میں اور جلد دوم سب سے اخیر پر مجلّد ہے اور یہ بے ترتیبی جلد سازی کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ بہر کیف
زیر بحث مخطوط کی ترتیب بایں نوع ہے:

۱۔ دفتر سیوم فولیو ایک سے فولیو ۲، ب تک۔ شروع:

ای ضیاء الحق حسام الدین بیار   این سیوم دفتر کہ ملت شد سہ بار

۲۔ دفتر اوّل فولیو ۳، الف سے فولیو ۱۳۷، ب تک۔ اس دفتر کے ابتدائی اوراق غائب ہیں۔

۳۔ دفتر دوم فولیو ۱۳۸ الف سے فولیو ۲۰۹ ب تک۔ بقول مولانا مثنوی کا یہ دفتر کافی
تاخیر کے بعد لکھا گیا تھا، اور تحریر کے وقت سال ۶۶۲ھ (۱۲۶۴/۱۲۶۳ء) تھا چنانچہ:

مدتی این مثنوی تاخیر شد   مہلتی بایست تا خون شیر شد
مطلع تاریخ سوداؤ سود   سال اندر شش صد و شصت و دو بود (۶۶۲ھ)

مضمون تصوّف، عرفان و اخلاق بطرز مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار محمد بن بہاءُ الدین محمد ملقب بہ جلال الدین رومی بلخی الاصل و المولد و المنشاء، رومی المدفن، متوفی ۶۷۲ ہجری (۱۲۷۳/ ۱۲۷۲ء) در قونیہ (ملک روم، موجودہ ترکی)، زمانۂ تصنیف تیرھویں صدی عیسوی کا تیسرا چوتھائی، کاتب بابا محمد انور بیجبہاڑی، تاریخ کتابت دفتر دوم کی ماہ جمید الاول ۱۲۵۸ھ ہجری (جون ۱۸۴۲ء)، خط نستعلیق چار کالمی تحریر، کاغذ دیسی (کشمیری)، اشعار کی وضاحت جا بجا حواشی پر، فولیو ۱۹۴، اوسط ابیات فی صفحہ ۳۷، تقطیع: ۱۷،۷ x ۳۱،۳ سنٹی میٹر۔

شروع: ای ضیاءُ الحق حسام الدین بیار این سیوم دفتر کہ ملّت شد سہ بار

ختم: قوم دیگر نا پذیرا ترش و خام ناقصان سرمدی تم الکلام

دفتر اول اور دفتر دوم کا بالترتیب اختتامیہ:

ا۔ تمّت الکتاب بعون الملک الوھاب دفتر اوّل من مثنوی المعنوی بید فقیر الحقیر بابا محمد انور بیجبہاری مرقوم شد۔

ب۔ تمّت تمام شد دفتر دوم من المثنوی جلال الدین رومی در ماہ جمید الاول تحریر یافت ۱۲۵۸ھ ہجری بید فقیر حقیر بابا محمد انور بیجبہاری مرقوم شد غفر اللہ لہ و لوالدیہ و احسن الیہما و الیہ۔ یلوحُ الخط فی القرطاس دہراً و کاتبہ رمیمٌ فی التراب۔

خط بر ورق دہر بماند صد سال بیچارہ نویسندہ کہ در خاک رود

96- مثنوی مولوی معنوی

متذکرہ صدر تین نمبرات مثنوی مولوی معنوی کے حسب ذیل تین دفاتر پر مشتمل ھیں:

۱۔ مثنوی مولوی معنوی دفتر اوّل ۱۳۹ فولیو (صفحات ۲۷۸)۔ آغاز:

بشنو از نی چوں حکایت میکند از جدائی ها شکایت میکند

خاتمہ: صبر آرد آرزو را نے شتاب صبر کن واللہ اعلم بالصواب

کاتب کا اختتامیہ: الٰہی ہر آنکسکہ ایں خط نوشت

عفو کن گناہش عطا کن بہشت

بتاریخ بیست و ہفتم شہر جمادی الآخر سنہ ۱۲۶۴ ہجری بوقت نماز پیشین باتمام رسید۔

تم تم تمام شد کار من نظام شد۔

من نوشتم حرف کردم روزگار من نمانم ایں بماند یادگار

سرورق معمولی بیل بوٹے دار۔

۲۔ مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم، صفحات ۲۷۹، آغاز:

ای ضیاء الحق حسام الدین توئی کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی

خاتمہ: عرش چہ و چرخ چہ ای دولیاب

فہم کن واللہ اعلم بالصواب

کاتب کا اختتامیہ: تمام شد۔ الٰہی ہر آنکسکہ ایں خط نوشت

عفو کن گناہش عطا کن بہشت

تمام شد دفتر پنجم مثنوی مولوی معنوی حضرت مولوی رومی قدس سرہ، بدستخط فقیر الحقیر گنہگار و عاصی سرتاپا معاصی رزاق کہاندی ولد فاضل کہاندی کہاسی غفر اللہ بتاریخ سیوم شہر ربیع الثانی یوم دوشنبہ سنہ ۱۲۳۶ھ یکہزار و دو صد و سی و شش تحریر یافت نقل نویسی کردہ شد۔

مخطوطہ کا صفحہ اول سرخ و سنہرے گلاب کے پھولوں سے زیب نگار۔

۳ - مثنوی مولوی معنوی جلد ششم، ۱۰۵ فولیو (صفحات ۲۱۰)، آغاز :

ای حیات دل حسام الدین بسے میل می جوشد بقسم سادسے

خاتمہ : بام گردون را ازو آید نوا گردشش باشد ہمیشہ زان ہوا

کاتب کا اختتامیہ : قد تمت الکتاب بعون الملک الوھاب بتاریخ سلخ شہر شوال ۱۲۳۳ھ۔

مضمون عرفان و تصوّف (مثنوی)، زبان فارسی، مثنوی نگار محمد بن بہاؤالدین محمد الملقب بجلال الدین معروف بہ مُلائے رومی متوفی ۶۷۲ھ (۱۲۷۳ء)، پہلے اور تیسرے دفتر کا ناقل غیر مذکور، کاغذ کشمیری، تقطیع مختلف۔ دوسرے نمبر کا ناقل رزاق کھانڈے ولد فاضل کھانڈے گھاسی۔ لوح سنہری زیب نگار۔

---

97 - مثنوی مولوی معنوی

مثنوی مولوی معنوی کے پہلے تین جزء ہیں۔ بقیہ تین حصے ندارد۔ مثنوی مولوی معنوی محمد بن محمد بن الحسین البلخی المعروف بہ مولانا جلال الدین رومی متوفی ۶۷۲ھ (۱۲۷۳ء) کی تصنیف ہے۔ یہ مثنوی مولانا نے اپنے ایک عزیز شاگرد ضیاؤ الحق چلپی حسام الدین کی استدعا پر لکھی ہے۔ مثنوی کے ہر دفتر کے آغاز میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

مثنوی کا پیش نظر مجموعہ تین دفتروں پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں کے تینوں محشّٰی (باحاشیہ) ہیں۔ دفتر اول کی ترتیب یوں ہے :

۱ - فہرست مضامین چار ابتدائی صفحات پر۔

۲ - مقدمہ از ورق ۳ تا ورق ۹۔

۴۔ مثنوی از ورق ۱ تا ورق ۱۱۲۔

دفتر دوم کا تجزیہ یوں ہے :

۱۔ فہرست مضامین تین صفحات۔

۲۔ مقدمہ جلد دوم ورق ۱۱۳ (ب)

۳۔ مضمون مثنوی از ورق ۱۱۴ (ب) تا ورق ۲۰۹۔

دفتر سوم کے مضامین کی تقسیم:

۱۔ فہرست مضامین پانچ صفحات۔

۲۔ مقدمہ ورق ۲۱۰ (الف و ب)

۳۔ مضمون مثنوی دفتر سوم از ورق ۲۱۱ تا ورق ۳۳۲۔

مضمون: صوفیانہ قصص و حکایت، زبان فارسی، قسم ادب مثنوی، مصنف مولانا جلال الدین رومی، سال تصنیف تیرھویں صدی عیسوی، ناقل نامعلوم، سال کتابت و نقل ۱۹ صفر روز پنج شنبہ وقت نماز پیشین ۱۲۴۵ھ (۲۰ اگست ۱۸۲۹ء) عنوانات لال روشنائی سے جداول کے مابین تحریر، استادانہ خط نستعلیق خفی، ہر دفتر کا صفحۂ اول اعلیٰ درجہ کی سنہری نقاشی کا حامل، کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۶۶۴ سطور فی صفحہ ۲۲، تقطیع: ۱۵ × ۲۶ سنٹی میٹر۔

پہلے دفتر کا آغاز : بشنو از نے چون حکایت می کند

وز جدائیها شکایت می کند

اختتام: صبر آرد آرزو را نی شتاب صبر کن واللہ اعلم بالصواب

دوسرے دفتر کا آغاز و اختتام:

مدتی این مثنوی تاخیر شد مهلتی بایست تا خون شیر شد
قوم دیگر نا پذیرا ترش و خام ناقصان سرمدی تم الکلام

دفتر سوم کا آغاز:

ای ضیاء الحق حسام الدین بیار این سوم دفتر که سنت شد سه بار

خاتمہ: گر تو خواہی باقی این گفتگو ای اخی در دفتر چارم بجو

ACC-98

98- مثنوی مولوی معنوی

علیحدہ چھ دفاتر (مجلدات) میں منقسم ضخیم کتاب ہے جس میں بصورت حکایات قصص تصوف و روحانیت کے مسایل بطور وضاحت و تشریح بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ دفتر اوّل، صفحات بمع فہرست مضامین ۱۳۴۔

۲۔ دفتر دوم، صفحات مع فہرست مضامین ۱۱۶۔

۳۔ مجلد ، صفحات مع فہرست مضامین ۱۵۵۔

۴۔ دفتر چہارم، صفحات مع فہرست مضامین ۱۳۳۔

۵۔ دفتر پنجم، صفحات مع فہرست مضامین ۱۴۱۔

۶۔ مجلد ششم، صفحات مع فہرست مضامین ۱۵۰۔

مضمون تصوّف و عرفان بطرز مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار مولانا جلال الدین رومی، زمانہ تصنیف ساتویں صدی ہجری کا وسط (تیرھویں صدی عیسوی کا وسط)، ناقل و سال کتابت غیر مذکور تاہم انیسویں صدی عیسوی کی نقل، ہر دفتر کے شروع اور اخیر پر نواب شاہ نساء بیگم کی مُربّع مُہر، سال مہر ۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰/۱۸۵۹ء)، چار کالمی تحریر، خط نستعلیق

خفی و اُستادانہ، انتہائی دلکش، ہر دفتر کی فہرست اور آغاز کی لوح انتہائی دیدہ زیب منقش،
کاغذ باریک کشمیری، اوسط ابیات فی صفحہ ۳۸، تقطیع : ۲۰ × ۳۰ سنٹی میٹر۔

آغاز : حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک۔

اختتام : بام گردون را ازو آید نوا گردشش باشد .....

کاتب کا اختتامیہ : تمت الکتاب حضرت مثنوی مولوی معنوی بعون الملک الوہاب۔

اخیر پر نواب شاہ النساء بیگم کی مربع مہر جس پر یہ عبارت درج ہے :

"عنایت فریدون جاہ بشاہ النساء بیگم"

Acc - 437

۹۹ - مجموعتہ الفواید

قصیدۂ ضروریہ اور قصیدۂ وردا لمریدین کی شرح ہے۔ قصیدۂ ضروریہ مسایلِ دین اور قصیدۂ وردالمریدین مناقب و فضایل حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدوم رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۲۴ صفر ۹۸۴ھ کے بیان میں ہے۔ مجموعتہ الفواید کا مشہور و معروف نام دستورالسالکین شرح وردالمریدین ہے۔ زیر شرح قصیدہ کے ابتدائی حصہ کا نام رسالۂ ضروریہ اور دوسرے حصہ کا نام وردا لمریدین یا بحرالحکم ہے اور ان دونوں قصاید کا مجموعہ قصیدۂ وردالمریدین کہلاتا ہے دونوں قصیدوں کا وزن ایک ہی ہے۔ تعداد ابیات ۴۴۰ سے ۵۰۴ تک ہے۔ مصنّف نے یہ قصیدہ زندگی ہی میں اپنے مُرشد سلطان العارفین کے نام معنون کیا تھا اور یہ اشعار انہیں سنایا کرتے تھے، مگر اُس وقت اُن ابیات کی تعداد چالیس تھی جن میں زمانہ کے ساتھ ساتھ اضافہ کرتے رہے۔

مضمون فقہ، و دینیات و معرفت و تصوف؛ زبان فارسی، مصنّف قصیدہ و شارح

شیخ دولت عرف بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲ صفر ۹۹۴ھ (بدھ، ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء) بابا داؤد خاکی حسن گنائی کے فرزند تھے۔ دریائے جہلم کے دائیں کنارے خانقاہ معلی کے پاس رہائش پذیر تھے۔ سالِ تصنیف ۹۶۱ھ سے ۹۷۵ھ تک (۱۵۵۳ء سے ۱۵۶۷ء تک) کا عرصہ کاتب حبیب اللہ ولد عباد ابن حسن متو، سال کتابت ۱۲۶۳ھ = ۱۸۴۷ / ۱۸۴۶ء، خط نستعلیق عمدہ لوح (سرورق سنہری و نیلے رنگ کا منقش)، فولیو اوّل سنہری بین السطور کے مابین تحریر، تعداد فولیو ۴۴، سطور فی صفحہ ۱۹، مخطوطہ کتب خانہ غلام احمد مہجور مرحوم (متوفی ۹ اپریل ۱۹۵۲ء) سے متعلق رہ چکا ہے (کلچرل اکادمی کی ملکیت سے قبل)، تقطیع: ۱۸×۵، ۳۰ سنٹی میٹر۔

شروع: الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد میگوید العبد المفتقر الیٰ رحمۃ اللہ ذوالمنن داؤد بن حسن غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ۔

ختم: بعد این ورد مبارک فاتحہ ختمی کنید

ای عزیزان بہر این ناظم کہ بس مضطر شدہ است

کاتب کا اختتامیہ: مرقوم بتاریخ بیست و چہارم شہر صفر یوم پنجشنبہ ۱۲۶۳ ہجری

نوٹ: صفحہ ۸۸۵ اور صفحہ ۸۸۶ پر طریقۂ ختم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی اور طریقۂ ختم حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومؒ اور کاتب کا نام بحروف شکستہ مندرج ہے۔

ACC-18

100- مجموعہ چائے نامہ و رسالۂ الوفق

۱. چائے نامہ منشیانہ انداز میں چائے کی خوبی اور کشمیر میں اُس کی تاریخ کا بیان ہے۔

مصنّف نے شروع میں چائے کے پتے چُننے والوں اور پھر ایک محبوب کی طرح اُس کے سر و پا کا بیان بشکل مثنوی کیا ہے۔ اسی چائے نامہ کے ساتھ مختلط "عرض نیاز" کا ایک منظوم رسالہ ہے جو بشکل مثنوی حکایات اور مختلف النوع مضامین پر مشتمل ہے۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی، نظم و نثر، مصنّف خواجہ نیاز احمد نقشبندی کشمیری علیہ الرحمۃ، سال تصنیف ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء لبعہد افغاناں) فقرۂ "عرض نیاز" تاریخ ہے۔ کاتب غلام نبی، تاریخ نقل جمعہ بوقت دوپہر، ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ (۱۶ جولائی ۱۸۹۲ء) خط نستعلیق، عمدہ وصاف، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۴، سطور فی صفحہ ۱۷،

۲۔ رسالۂ الوفق شیخ عبداللہ ابن داؤد بن علی بن داعر الموھی کی تصنیف "الروض الائق الجامع لانوار التوفیق" مبنی ہے۔ رسالۂ الوفق ایک مقدمہ، دو مقالوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مضمون علم نجوم، زبان عربی، مصنّف نامعلوم، ناقل و تاریخ نقل نامعلوم، تاہم قیاس سے متذکرہ صدر غلام نبی اور تاریخ کتابت کا زمانہ بھی تقریباً وہی۔ خط نستعلیق عمدہ وصاف، کاغذ کشمیری، فولیو ۶۳، سطور متذکرہ صدر،

تقطیع دونوں کی: ۱۴٫۲ × ۲۵ سنٹی میٹر۔

شروع: الحمدللہ علیٰ تواتر آلائہ

اختتام: وصورتہا ہکذا

"عرض نیاز" کے اخیر پر کاتب کا اختتامیہ:-

کتاب ہذا من تصنیفات خواجہ صاحب مسمّٰی بہ نیاز احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ یوم جمعہ بوقت دوپہر روز بتاریخ ۲۰ ذیحجہ ۱۳۰۹ سنہ ہجری از دست فقیر الحقیر پُر از تقصیر غلام نبی عفی عنہ الٰہی ہر آں کس کہ ایں خط نوشت عفو کن خطا و عطا کن بہشت

۱۰۱- مجموعۂ رسایل یا زبدۂ اذکار اربعہ

قادریہ، کبرویہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، عبادیہ، اشرفیہ وغیرہ مختلف
طرایق سلوک پر مجموعۂ رسایل ہے۔ اس کے مطالب مؤلف نے زیادہ تر اپنے چچا شیخ احمد صاحب
تاربلی اور شیخ اکبر سے لے کر بابا محمد خلیل کے لئے قلمبند کئے ہیں۔ رسالۂ تصوف کی ۲۷ تعلیمات میں
ہے، رسالۂ دوم حضرات قادریہ، کبرویہ، نقشبندیہ، سرھندیہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے
اذکار و افکار میں ہے (سال تصنیف ۱۲۸۶ھ = ۱۸۶۹ء)، رسالۂ سوم در بعض نصایح
(اس میں ایک مقدمہ، پانچ فصول، خاتمہ اور تکملہ ہے) اقسام اشخاص، رسالہ در بیان توبہ،
مقولات اکبریہ (اس میں شیخ محمد اکبر
ہادی کے ملفوظات کا بیان ہے)
خاتمہ در وظائف لسانی، طریقۂ
چشتیہ نظامیہ امیریہ، طریقۂ کبرویہ
نوریہ جمالیہ، طریقۂ نقشبندیہ
مجددیہ احمدیہ۔ اخیر پر مصطلحات
صوفیہ کا بیان ہے۔

مضمون تصوف و عرفان،
زبان فارسی نثر، مؤلف احمد سعید
تارہ بلی متوفی ۱۸ شوال ۱۳۰۹ ہجری
(۱۶ مئی، روز دوشنبہ (پیر) ۱۸۹۲ء)
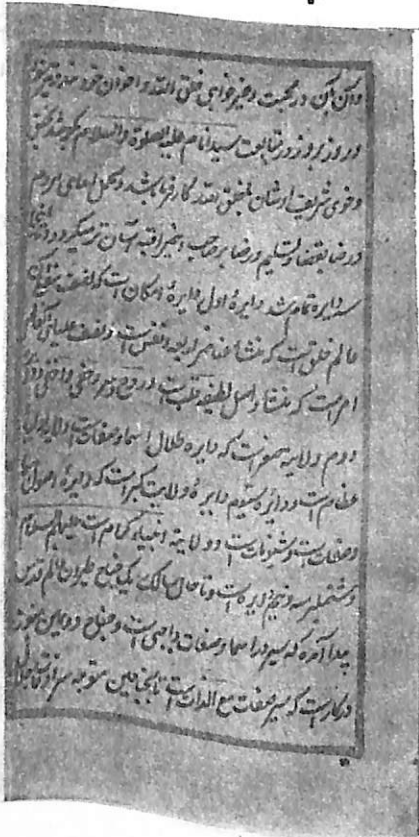
ناقل غیر مذکور، غالباً خود مؤلف، خط نستعلیق، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۱۶۶ (صفحات ۳۳۲)، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۱ × ۹ , ۱۹ سنٹی میٹر۔

شروع : الحمد للہ الجلیل الاحد و اُصلی و اسلم علی سیدنا محمد المحمود الخلیل الامجد و علی آلہ وصحبہ السعداء السعیدین الاسعد۔

اخیر : و الا دیگر مقامات و نکات کہ از یکدیگر در فہم باریک اند در قلم نیاوردہ آنچہ در ضمیر مضمر است مستور است و اللہ حلیم علیم غفور شکور و صلی اللہ علی سیدنا محمد الامین و آلہ اجمعین۔

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

رسالہ نادر و نایاب ہے، اور تیرھویں صدی ہجری (۱۸ ویں صدی عیسوی) کے دوران کشمیر کی سماجی و روحانی زندگی پر دال)

102- مجموعۂ رسایل

تصوف میں حسب ذیل رسایل کا مجموعہ ہے :

ا۔ دُرۃ التاج نامکمل (۶ صفحات)، ب۔ منہاج العارفین (۵ صفحات)

ج۔ رسالہ فی الفنا (ایک صفحہ)

مضمون تصوف، پیرایۂ بیان نثر، زبان فارسی۔ پہلے رسالے کے مصنف مُلّا محمد طیب کشمیری، دوسرے اور تیسرے کا مصنف نامعلوم، زمانۂ تالیف ۱۰۸۷ھ = ۱۶۷۶ عیسوی ناقل و کاتب نامعلوم، خط نستعلیق زشت، کاغذ کشمیری، فولیوز ۸، ٹائیٹل کے صفحہ پر ختم جناب حضرت سید ملا محمد طیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفصیل، تعداد سطور اوسطاً فی صفحہ ۲۱

تقطیع : ۱۶ × ۲۴ سنٹی میٹر

آغاز : دو گیتی چو آئینۂ ساختم　　　درو عکس خود را ببین ساختم

اختتام : تو اند بود ، و وجود محمد کہ بقا یافتہ است۔

103- مجموعۂ رسایل

حسب ذیل مخطوطات پر مشتمل ہے :

۱. معراج نامہ (فولیو ایک اور ۲)

۲. بلبل نامہ (۲ - ۱۳)

۳. مجموعۂ غزلیات (۱۳ - ۷۰)

۴. رباعیات (۷۰ - ۸۰)

متذکرہ صدر چاروں مخطوطات کے مصنف شیخ فریدالدین عطار متوفی ۶۲۷ھ (۱۲۲۹/۱۲۳۰ء) ہیں۔

۵. رسالہ المعرفت مصنفہ عثمان ابن الھدا (۸۰ - ۱۳۲)۔

۶. رسالہ موعظ و نصائح (۱۳۲ - ۱۴۳)

۷. مناجات ھا از شعرائے مختلف (۱۴۳ - ۱۴۵)

۸. بے سرنامہ مؤلفہ شیخ فریدالدین عطار (۱۴۶ - ۱۵۱)

۹. مجموعۂ نعوت از شعرائے مختلف (۱۵۲ - ۱۵۶)

مضمون تصوف و معرفت ، پیرایۂ بیان نظم و نثر ، زبان فارسی ، ناقل نجم الدین (۱۳۰۲ء) خط نستعلیق ، کاغذ کشمیری ، فولیو ۱۵۶ ، سطور فی صفحہ ۱۵ ، تقطیع :

۱۴ × ۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز : امن می خواہد دلم از خالق جان آفرین
تا بنظم آرم ز معراج رسول المرسلین

اختتام : بکشائے قفل و بند طبیعت ز باطنش
چوں ظاہرش بقید شریعت مقیّد است

ACC – 304

104- مجموعۂ رسایل

یہ مجموعہ حسب ذیل کتب و رسایل پر مشتمل ہے :

۱۔ مناقب الخلفاء، فارسی، تصنیف قوام الدین محمد بن ناصر الدین محمد المشہور بملّا میرز اوراق ۴۸۔ مناقب الخلفاء سلخ محرم (محرم کی آخری تاریخ) ۹۹۷ ہجری (پیر ۹ دسمبر ۱۵۸۸ء) کو تصنیف ہوا۔ مناقب الخلفاء فرقہ شیعہ کی تردید اور بطلان میں ہے اور معز السلطنۃ و خلافتہ ابوالغازی عبداللہ بہادر خان کے نام نامی سے معنون ہے۔ خط نستعلیق باریک، کاغذ کشمیری، سطور فی صفحہ ۱۲۔ مضمون دینیات۔

۲۔ سعادت نامہ منظوم فارسی بطرز مثنوی، ناظم و شاعر ناصر۔ سعادت نامہ اخلاقیات اور موعظ و پند کے تیس ابواب پر مشتمل ہے، اور یہی تیسواں باب کتاب کے خاتمہ میں بھی ہے رسالہ کا نام سعادت نامہ کتاب کے اختتام پر اس شعر میں مندرج ہے :

سعادت بار خواہی در ہمہ کار سعادت نامہ را از دست بگذار

شاعر کا نام :

ز ناصر یادگیر ایں پند مقبل کہ تا حل گردد ت مجموع مشکل

اوراق ۱۴۱، دستخط متذکرہ صدر، اشعار فی صفحہ ۱۱۔

۳۔ مثنوی نان وحلوا از محمد المشتہر بہ بہاؤ الدین محمد العاملی، ۱۵ اوراق مصنف کے مطابق مثنوی نان وحلوا کے اکثر اشعار بیت اللہ کے راستے زیارت رسول اللہؐ کے موقعہ پر لکھے گئے ہیں۔ مثنوی کا آخری ورق ۲ جمید الاول کو خضر بابا بیجبہاری کی تحریر ہے جس کے ثبوت میں اُس کی مُہر بھی ثبت ہے۔

۴۔ مثنویات قضاء وقدر از شعرائے مختلف، ورق ۵۶ سے ورق ۷۸ تک۔ یہ شعراء ہیں محمد قلی سلیم (از ورق ۵۶ تا ورق ۶۵)، قضا وقدر از حکیم رکنا (۶۵ - ۶۷)، قضا وقدر میر بیگ والہ (۶۷ - ۶۸)، قضا وقدر از میر یحیٰی (۶۹ - ۷۸)

۵۔ تعریفِ کشمیر از حاجی محمد جان قدسی (۷۸ - ۱۰۳)

۶۔ مثنوی کلیم در جنگ فیل (۱۰۳ - ۱۰۷)، تعریف کشمیر (۱۰۷ - ۱۱۵)، در قحطِ دکھن (۱۱۵ - ۱۲۲)، از بام افتادن کلیم وشکستن دستش (۱۲۲ - ۱۲۴)، در تعریفِ اسپ (۱۲۴ - ۱۲۷)

۷۔ در مرثیۂ قدسی (۱۲۷ - ۱۳۱)، باغی شدن جُہّار نابکار و تنبیہ نمودن اورا (۱۳۱ - ۱۴۳)

تقطیع : ۸٫۷ × ½۱۵ سنٹی میٹر۔

آغاز : الحمد للّٰہ رب العالمین۔

اختتام : کہ اکثر اہل معنی محو اینند زفکر او بحیرت ہم نشینند

ACC - 21

-105 مجموعۂ رسایل

یہ مجموعہ در اصل فارسی نثر کی مختلف کتابوں کا انتخاب ہے جو ایک ہی کاتب (نامعلوم) نے یک جا کر دئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کا مضمون اخلاق یا تصوّف ہے۔ یہ رسایل حسب ذیل ہیں:

۱. مناجات خواجہ عبداللہ انصاری (فولیو ایک سے فولیو چار تک)۔ ابواسماعیل محمد الہروی (۱۰۰۶ - ۱۰۸۹) ایران کے مشہور صوفیوں سے تھے۔ عربی و فارسی میں متعدد تالیفات کے حامل ہیں جن میں ایک "مناجات" بھی ہے۔ مناجات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام کا مجموعہ ہے۔

۲۔ نکتۂ توحید (فولیو ۴ سے فولیو ۱۱ تک)

۳۔ نسخۂ صحت و مرض از فضولی بغدادی (۱۱ - ۱۴) تصوّف اور توحید میں ہے۔

۴۔ صد پند لقمان۔ موعظ و پند میں ہے (۱۴ - ۱۵) لقمان ایک اساطیری شخصیت ہے جس کی طرف اقوال و امثال منسوب ہیں۔ اس کے حالات جاہلیت اور آغاز اسلام میں ملتے ہیں۔ اس کا لقب المعمّر (عمر رسیدہ، کہن سال) ہے۔

۵۔ نصایح ارسطاطالیس بہ اسکندر (۱۵ - ۱۷) ارسطو یا ارسطوطالیس (Aristotle) : (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) سکندر کا استاد، یونان کے عظیم مفکروں میں سے تھا۔ اس کی بیشتر تصانیف سُریانی سے عربی میں منتقل ہو چکی ہیں۔ مترجمین میں سب سے اہم اسحاق بن حنین عیسائی تھا۔ ارسطو فلسفۂ مشائین کا بانی گزرا ہے۔ منطق، طبعیات، الہیات اور اخلاق میں تصانیف رکھتا ہے۔ ان میں اہم مقولات، الجدل، الخطابت، کتاب مابعد الطبعیات اور السیاست ہیں۔

۶۔ نکتہ ہائے فقراء در معرفت (۱۷ - ۲۰)

۷۔ سواد انشاء یا مجموعۂ رقعات از مختلف مصنفین (۲۰ - ۲۸)

۸۔ انتخاب گلستان سعدی (۲۹ - ۴۰) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (۱۱۹۲ - ۱۲۹۱ء) کی مشہور فارسی کتاب گلستان کا انتخاب ہے جو اخلاق و سیرت میں ہے۔ اس

کے تراجم متعدد زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

۹۔ انتخاب بیاض (۴۱-۴۲)

۱۰۔ رسالہ حسن و عشق (۴۳ - ۵۲)

۱۱۔ مجموعۂ امثال (۵۲-۵۷)

۱۲۔ مجموعۂ رقعات بلا نام (۵۸-۶۲)

۱۳۔ مجمع البحرین (۶۳- ۶۹) شاہ جہاں کے بڑے فرزند دارا شکوہ (۱۶۱۵ء-۱۶۵۹ء) کی مشہور فارسی تصنیف ہے جس میں ویدانت اور اسلامی تصوّف کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب اور مصنّف کا نام پہلے فولیو (۶۳) پر درج ہے۔

۱۴۔ حق نما (۷۰-۷۴) یہ رسالہ بھی تصوّف میں ہے اور شہزادہ دارا شکوہ فرزند شاہجہاں (۱۵۹۲ - ۱۶۶۶) کی تصنیف ہے۔ مصنّف کا نام فولیو ۷۰ الف پر اور کتاب کا نام حق نما فولیو ۷۰ ب پر تحریر ہے۔ دارا شکوہ نے یہ کتاب اپنے پیر طریقت مُلّا شاہ (فولیو ۷۰، ب) کے نام معنون کی ہے۔

آغاز: مناجات خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرّہٗ:

اے زورِ دست بے دلاں را بوی درمان آمدہ
یاد تو مر عاشقاں را مونس جان آمدہ

صد ہزاراں ہمچو موسیٰ مست در ہر گوشۂ
رب ارنی گو شدہ دیدار چوپان آمدہ

اور اختتام اس قطعہ پر جس سے سال تصنیف ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۶ء) مفہوم ہوتا ہے:

ایں رسالہ حق نمائے خاص و عام
در ہزار پنجہ و شش شد تمام

ہست از قادر بر آں از قادری   آنچہ ما گفتیم فافہم والسلام

جاننا چاہیئے کہ شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی (۱۰۷۸ - ۱۱۶۵) سے اعتقاد کے باعث شاعری میں داراشکوہ کا تخلص قادری تھا۔

فولیو ۴۷، کاغذ کشمیری، خط نستعلیق متوسط سادہ، تقطیع ۱۸ × ۲۳ سنٹی میٹر ایک ہی جلد میں مجلّد، نیچے کی طرف کہیں کہیں کرم خوردہ، مگر بحیثیت مجموعی حالت درست۔ اہم عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔ مجموعہ رسایل در اصل بیاض ہے جس میں نظم و نثر کا انتخاب مختلف اوقات میں یادداشت کی غرض سے کیا گیا ہے۔ تاریخ نقل نامعلوم، تاہم ایک سو سال قدیم۔

ACC -397

106- مجموعہ رسایل

حسب ذیل کتب و رسایل کا مجموعہ ہے:

۱۔ شرح رباعیات فارسی مولانا عبدالرحمٰن جامی از محمد الباقی ۱۴ اوراق، ناقص الآخر

۲۔ شرح سورۂ والشمس و شرح رباعیات فارسی (بالترتیب پہلے نو فولیو اور پانچ فولیو) دراصل شرح رباعیات فارسی شرح رباعیات نمبر (۱) کا حصہ ہے، لیکن جلد ساز کی غلطی سے مختلط ہو گئی ہے۔ یہاں سے تین فولیو کے خلا سے دوبارہ شرح سورۂ والشمس کا تسلسل ہے مزید تین فولیو۔

۳۔ رسالۂ   فارسی از خواجہ بیرنگ قدس اللہ سرہ دس اوراق۔

۴۔ مکتوبات فارسی خواجہ محمد باقی المعروف بہ خواجہ بیرنگ قدس اللہ سرہ العزیز ۳۴ اوراق تصحیح شدہ۔

۵. ملفوظ حضرت قطب العاشقین خواجہ محمد عبداللہ المعروف بہ خواجہ خرد (چھوٹے خواجہ) ۹ اورق۔ تالیف کمال محمد سنبلی (سنبھلی، ضلع مراد آباد) سال تالیف ۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء ۱۶۵۷ء) خواجہ محمد عبداللہ خرد (خواجہ بیرنگ خواجہ محمد باقی متذکرہ صدر کے فرزند تھے) ۱۰۱۰ھ ہجری (۱۶۰۱ء) میں پیدا ہوئے تھے۔ بقول مؤلف (کمال محمد سنبلی) خواجہ محمد عبداللہ خرد، اُس کے یعنی مؤلف کے شیخ (پیرومرشد) تھے اور یہی امر سبب تالیف ہے۔ رسالہ اصل کے ساتھ حتی الامکان مقابلہ شدہ ہے۔

۶. وصیت نامہ فارسی از شیخ برہان الدین ۱۲ اوراق۔ اس سلسلے میں رسالہ کے اخیر پر کاتب کا اختتامیہ یوں ہے: تمت الرسالۃ بعون الملک الوہاب من تصنیف حضرت شیخ برہان الدین راز الہی۔

۷. القول السدید فی الفرق بین القابل والمفید عربی مصنفہ خواجہ محمد عبداللہ احمدی قدس سرہٗ ۴۰ اوراق۔ یہ رسالہ زیادہ تر شیخ محی الدین ابن العربی فصوص الحکم پر مبنی ہے۔ زمانۂ تالیف گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی)

۸. جام جہاں نما در علم توحید و مراتب وجودی فارسی ۱۱ اوراق۔ تصنیف قطب الدین جام جہاں کا یہ جز اوّل قطب العالم خواجہ کے آستانۂ متبرکہ میں لکھا گیا ہے۔ تاریخ تصنیف و کتابت ۲۶ شہر ربیع الآخر سنہ ہجری ۱۰۵۹ھ (۱۶۴۹ء)

۹. شرح جام جہاں نما فارسی ۲۶ اوراق۔

مضمون بحیثیت مجموعی تصوّف و معرفت بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ سے متعلق زبان عربی و فارسی، کاغذ کشمیری و غیر کشمیری، خط نسخ و نستعلیق، اوراق ۱۷۱، تقطیع ۱۲x۹ انچ ۵ سطر

آغاز: سبحان اللہ زہی خدائے متعال۔

اختتام: و بعضی مظہر جمال، ہمچون عفو از قصاص و بعضی بین بین۔

107- مجموعۂ رسایل

حسب ذیل کُتب و رسایل کا مجموعہ ہے:

۱۔ جواہر خمسہ ۱۱ اوراق۔ مصنّف نامعلوم۔ یہ رسالہ سیّد محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ العزیز کے چار مشرب گفتار کے بیان میں ہے۔ پہلا مشرب اسرار ہے اور اس میں سات تختے ہیں۔ تختۂ اوّل دس رکن ہے اور انہی کے بیان پر رسالہ ختم ہو جاتا ہے

۲۔ مراۃ العارفین از مسعود بیگ، ۷۰ اوراق۔ غالباً مصنّف کا خود نگاشتہ ہے اور بعہد خلافت اورنگ زیب وقت نماز پیشین ۱۳ ماہ ربیع الاول ۱۰۷۱ھ (۱۰۷۱ھ - مطابق ۶ نومبر ۱۶۶۰ء) گوالیار میں تحریر ہوا ہے۔ مرأۃ العارفین حسب ذیل چودہ کشفوں پر منقسم ہے:

کشف اوّل حقیقت وجود میں، کشف دوم حقیقت توحید میں، کشف ثالث حقیقت معرفت میں، کشف رابع حقیقت محبت میں، کشف خامس حقیقت غیرۃ میں، کشف سادس حقیقت قربت میں، کشف سابع حقیقت وصلت میں، کشف ثامن حقیقت کلام میں، کشف تاسع حقیقت رویت میں، کشف عاشر حقیقت صفوۃ میں، گیارھواں کشف حقیقت ارادہ میں، بارھواں کشف حقیقت ولایت میں، تیرھواں کشف حقیقت سماع میں، چودھواں کشف حقیقت روح میں۔

۳۔ سرّ مقامات ۱۵ اوراق مؤلفہ عبدالجلیل۔ یہ رسالہ طالبانِ خدا کے لئے لکھا گیا ہے جس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نفس (ہستی) کو چھوڑ کر خدا تک پہنچا جا سکتا ہے۔ سرّ مقامات چودہ فصول پر مبنی ہے۔ کاتب غالباً مسعود بیگ۔

مضمون تصوّف و عرفان، زبان فارسی، نثر، خطِ نستعلیق مایل بہ شکستہ، لیکن

رسالۂ اول کا خط مکمل طور پر شکستہ اور بشکل بیاض ٹیڑھا ترچھا لکھا ہوا، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوسط سطور فی صفحہ ۲۳، تقطیع ۷ء ۱۲ x ۱ء ۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: ساق حُوت، کف پاے و دیگر ہفت ستارہ کہ بردوازدہ بروج سیر اند در وجود انسان نیز آفریدہ است۔

اختتام: در دلِ ایشاں بجز حُبِ دُنیا و متاع دیگر نیست۔ اکثر ایں طائفہ بوقت مُردن ....

مرأۃ العارفین کے اختتام پر کاتب کا اختتامیہ:

"تمام شد نسخۂ مرأۃ العارفین تصنیف مسعود بیگ وقت نماز پیشین، تحریر فی التاریخ ۱۳ شہر ربیع الاول ۱۰۷۱ھ (۱۰۷۱ ہجری) در مقام گوالیار در عہد خلافت اورنگ شاہ"

ACC – 368

108- مجموعۂ رسایل

حسب ذیل کُتب و رسایل کا مجموعہ ہے:

۱۔ اشرف القوانین ہندی مؤلفہ سیّد عبد الفتاح عرف مولوی اشرف علی گلشن آبادی، مطبوعہ ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۴ ہجری، مطبوعہ بمبئی، چھاپہ خانہ گنپت کرشنا جی۔ یہ کتاب ہندوستانی (اردو) صرف و نحو میں ہے، اور اس موضوع پر چھپنے والی سب سے پہلی دستیاب کتاب ہے۔ اس وقت کے املا کی خصوصیت یہ تھی کہ ڑ یا ٹ چار نقطوں یا ڈبل ت کے ساتھ لکھا جاتا تھا مثلاً لڑکا یا جھاڑ بالترتیب اس طرح لرٹکا، جھاڑ لکھا جاتا تھا صفحات ۵۵۔

۲۔ رسالۂ قشیریہ، زبان عربی نثر، مصنف شیخ الامام الاستاذ ابوالقاسم عبدالکریم ابن ھوازن القشیری النیشاپوری متوفی ۴۶۵ھ (۱۰۷۳/۱۰۷۲ء)، مضمون تصوف

خطِ نسخ، کاتب و ناقل ندارد، صفحات ۲۵۔ کاغذ کشمیری۔

۳۔ رسالہ عرفان نفس فارسی، مصنف، زمانۂ تصنیف، کاتب و ناقل و تاریخ کتابت نامعلوم، خطِ نستعلیق، کاغذ کشمیری، صفحات ۱۲۔

۴۔ مناجات اردو و خطبۂ نکاح ۴ صفحات، کاتب غلام مصطفیٰ پیر، تاریخ کتابت ندارد، اس کے ساتھ ہی متفرق موضوعات پر بطور نوٹ آٹھ صفحات کی تحریر ہے، کاتب مصطفیٰ پیر ابن شافعی۔

۵۔ کتب سماویہ فارسی، آٹھ صفحات۔

۶۔ فقرنامہ و مناجات حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی فارسی، مضمون تصوف، کاتب مصطفیٰ پیر ابن شافعی پیر، تاریخ کتابت ۱۲ شوال ۱۳۱۰ہجری (۲۹ اپریل سنیچر ۱۸۹۳ء)، نستعلیق بھدا، کاغذ کشمیری، ۲۴ صفحات۔

۷۔ متفرقات ۴۲ صفحات۔

۸۔ دیوان احمد فارسی ۲۰ صفحات، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، کاغذ کشمیری، تقطیع سب کی ۱۰ × ۱۷ سنٹی میٹر۔

ابتداء (مخطوطات کی) الحمد للّٰہ علی نعمتہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد ذ نفتہ۔

اِنتہا: عاشقاں بردار ہر سو از ترا۔

109- مجموعۂ رسایل مختلفہ

یہ مجموعۂ رسایل جو بشکل بیاض ہے حسب ذیل رسایل پر مشتمل ہے:

۱. رسالہ اوضح الدلایل منظوم۔ یہ رسالہ بزبان فارسی رسالہ انفع الوسایل کی تردید میں ہے۔ انفع الوسایل پانچ سوالات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ اوضح الدلایل تردید سے زیادہ منظوم ہجو اور گالیاں ہیں، اور ان میں ترکی زبان سے بھی امداد لی گئی ہے۔ اخیر پر سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی مدح ہے۔ انفع الوسایل کا مؤلف کوئی غلام محی الدین نامی شخص تھا جو علاوہ خوش اعتقادی کے اہل نجد یعنی وہابیوں کو ایک گمراہ فرقہ قرار دیتا ہے۔ ناظم نامعلوم، البتہ اوضح الدلایل جس کا دوسرا نام "تحفۂ ہند" بھی ہے کا سال تالیف ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) ہے۔ تعداد صفحات ۲۱۔

مجموعہ کے دیگر رسایل یہ ہیں:

۲۔ رسالہ منظوم در خواص سور (سورتوں کے خواص میں) ۲۔ رسالۂ قوامیہ تصنیف مولوی قوام الدین ۳۔ فصول خمسہ از احمد سعید صاحب تارہ بلی کشمیری ۴۔ مکتوبات حضرت میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ السامی ۵۔ رسالہ در تصوّف از حضرات نقشبندیہ ۶۔ در انفاس و کلمات حضرت خواجہ مشکل کشا ۷۔ رسالہ تحفۂ ناصریہ در طریقۂ نقشبندیہ ۸۔ رسالہ در طریقۂ نقشبندیہ از درویش محمد ۹۔ وصایائے حضرت امیر ۱۰۔ لوایح در تصوّف از مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم الحرام ۸۹۸ھ ہجری۔ ۱۱۔ انہار اربعہ ۱۲۔ رسالہ طریقۂ کبرویہ اکملیہ، صدیقیہ، احمدیہ ۱۳۔ تعویذات و نشرھائے متفرقہ ۱۴۔ رسالہ مجمع البحرین از محمد داراشکوہ۔

کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ (۸ اگست ۱۹۰۰ء)

مضمون متفرق، لیکن زیادہ تر تصوّف کے طریقۂ نقشبندیہ سے متعلق، ایک قسم کا انتخاب کتب، خط شکستہ نستعلیق، کاغذ مشینی، تحریر شدہ صفحات کی تعداد ۵۵۸، سطور

فی صفحہ متفرق، تقطیع ۸،۱۲ × ۳،۲۰ سینٹی میٹر۔

ابتداء : عنوانِ کراسۂ ستایش　　از نام خدا ستش فزایش

اختتام : واین اشارہ بہ بے نہایتی ادوار است۔

کاتب اختتامیہ : الحمد للہ والمنۃ ۱۲ ربیع الثانی کہ توفیق اتمام این رسالہ مجمع البحرین یافتہ شد، نقل از رسالہ کہ در سال یکہزار وصد شصت وپنج در دار الخلافہ شاہجہان آباد، بتاریخ ۵ شہر ذی قعدہ ۳ جلوس محمد شاہی تحریر یافت۔ خدایا بیامرز خوانندہ را عفو کن گناہِ نویسندہ را۔

ACC-20

۱۱۵- مجموعہ روائح بر لوائح ولوائح

۱- مولانا نور الدین عبد الرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ ہجری (نومبر ۱۴۹۲ء) کے انداز اور نمونہ پر اسرار توحید اور واردات غیبیہ کے بیان میں تصنیف ہے اور شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرّہٗ کے خاص افاضات پر حاوی ہے۔ ہر صوفیانہ نکتہ جامی کے لوائح کے بالمقابل رایحہ (خوشبو) کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ ہر رایحہ کے اخیر میں مضمون کے مطابق مصنّف کی رباعی یا کلام منظوم ہے۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی، نثر، مصنّف یعقوب صرفی ابن حسن کشمیری متوفی شب جمعرات، بعد عشاء، دوم، ۱۲ ماہِ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ = ۹ جولائی ۱۵۹۵ء۔ تاریخ تصنیف ۹۷۵ھ = ۱۵۶۷ء " روایح شد　　پیش از لوائح " تاریخ تصنیف ہے، کاتب نجم الدین یہ نسخہ نجم الدین کاتب نے حسب فرمایش صمد میر صاحب لکھا ہے، تاریخ نقل ۲۵ ماہِ شوال ۱۲۸۷ ہجری (بدھ ۱۸ جنوری ۱۸۷۱ء)، خط نستعلیق نہایت عمدہ وصاف، کاغذ کشمیری

فولیو ۵۴۔

۲۔ روایح کے ساتھ ملحق مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی کی اسی کاتب کے ہاتھ سے تحریر لوایح جامی کا مخطوطہ ہے، جو تصوف و معرفت کی اہم تصنیف ہے، تاریخ نقل غیر مذکور، خط مذکورہ صدر، کاغذ کشمیری، صفحات ۵۰، اوّل و دوم کی سطور فی صفحہ بالترتیب ۱۴، ۱۲، تقطیع دونوں کی ۱۵٫۷ × ۲۵٫۱ سنٹی میٹر۔

شروع (روایح سے): لک الحمد کالذی تقول وخیراً ما نقول وکیف ما نقول لا یلیق بشانک المتعالی۔

اختتام: (از لوایح):

ای کز غمش اوفتاده تا پاکت بکفن	آلوده مکن ضمیر پاکت بسخن
چون لال توان بود درو گر پس ازین	لب بکشائے بنطق خاکت بدین

کاتب کا اختتامیہ: (بر روایح) تمام شد حسب الفرمایش صمد صاحب بتاریخ ۲۵ شوال ۱۲۸۳ ہجری۔

کاتب کا اختتامیہ بر لوایح:

نوشتیم بر زیچۂ کاغذ چنین	کہ تا ماند این یاد از نجم الدین

ان دونوں مخطوطات کے ساتھ اخیر پر ایک ہی جلد میں مجلّد قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا مطبوعہ نسخہ مالا بدمنہ (فارسی) کا ہے جو مطبع علوی علی بخش خاں میں زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے، اور دوسرا مطبوعہ نسخہ مثنوی نیرنگ عشق مصنفہ شاعر نازک خیال محمد اکرم متخلص بہ غنیمت کا ہے۔ یہ لکھنو کے مطبع نامی گرامی منشی نول کشور کی طباعت سے ہے۔ تاریخ طباعت غیر مذکور۔

۱۱۱- مجموعۂ کتب

حسب ذیل کتب و رسایل کا مجموعہ ہے:

۱. شرائطِ عشرہ فارسی نثر، مضمون تصوّف، مؤلف و تاریخ نقل و کاتب نامعلوم، فولیو ایک سے فولیو ۶ (ب) تک۔

۲. رسالہ عین الشفا فارسی نثر، مضمون تصوّف، مؤلف عبداللہ عبدالحی بن علی الحسنی الاسحاق۔ رسالہ کا دوسرا نام "رسالۂ رباعیّہ" بھی ہے۔ تاریخ تصنیف شوال ۱۱۲۷ھ (ستمبر/اکتوبر ۱۷۱۵ء) رسالہ عین الشفا مندرجہ ذیل دو مقالوں پر مشتمل ہے:

۱. مقالۂ اول در بیانِ حکمتِ شفا در خواندن ایں رباعی۔

۲. مقالہ دوم در بیان معانی او۔

رسالہ عین الشفا جس رباعی کی شرح پر حاوی ہے' یہ ہے:

حوران بنظارۂ نگارم صف زد رضوان زتعجب کف خود برکف زد

آں خال سیہ بران رخان مطرف زد ابدال ز بیم جنگ در مصحف زد

فولیو ۶ (الف) سے فولیو ۱۹ تک۔

۳. رسالہ الوصیۃ فارسی نثر، مصنّفہ حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی (۴۵۰ - ۵۰۴ھ = ۱۰۵۸ - ۱۱۱۱ء)' فولیو ۲۰ سے فولیو ۳۶ تک۔ رسالہ کا نام منہاج العابدین جو رسالہ کے اخیر پر حاشیہ پر درج ہے، غلط ہے، جبکہ صحیح اور دُرست نام الوصیۃ ہے جو کاتب کے قلم سے اسی رسالہ کے اخیر پر تحریر ہے۔ امام غزالی نے یہ رسالہ اپنے ایک شاگرد کی التماس اور درخواست پر لکھا ہے۔

مضمون تصوّف، تاریخ نقل ماہ شوال ۱۱۲۷ھ ہجری (ستمبر/اکتوبر ۱۷۱۵ء)

۴۔ منہاج العابدین فارسی نثر از حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (فولیو ۳۷ سے فولیو ۱۸۶ تک)۔ مضمون تصوّف و عرفان۔ منہاج العابدین راہ عبادت میں سات عقبات (رکاوٹوں) پر مشتمل ہے اور یہ کتاب انہیں عقبات کا عالمانہ بیان ہے۔ تاریخ نقل متذکرہ صدر۔

۵۔ الاحکام فارسی نثر از قاضی شہاب الدین جونپوری دولت آبادی (فولیو ۱۸۷ سے فولیو ۱۸۹ تک) مضمون تصوّف و اخلاق۔

خطِ نستعلیق بھدّا اغلاط سے پُر، کاغذ غیر کشمیری، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۲۱،۳ × ۱۱،۷ سنٹی میٹر۔

شروع: الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ اجمعین۔

اخیر: سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین۔

---

112 - مجموعۂ کتب

مندرجہ ذیل انتخابات و کُتب کا مجموعہ ہے:

۱۔ انتخاب بشن گیان (فولیو ۲۴)۔ یہ کتاب بید اور بیدانت کا خلاصہ ہے اور پراشر کی زبان سے ادا ہوا ہے۔ بشن پُران لطایف و حکایات کا مجموعہ ہے۔ یہ لطایف و حکایات احاطۂ عقل سے باہر ہیں، اصل میں سنسکرت میں شری ویاس کی تصنیف ہے اور یہ اُس کا فارسی ترجمہ ہے، مترجم نا معلوم، تاریخ کتابت ۶ صفر ۱۲۴۹ھ ہجری (منگل ۲۵ جون ۱۸۳۳ء)

۲۔ نسخہ باسکرن (۴۳-۵۵)۔ باسکرن نامی ایک شخص کی زبانی گیان دھیان کی اصلیت کا بیان ہے اور اُسی سے انسان مُکت (نجات) ہوتا ہے۔ مترجم از سنسکرت نامعلوم، تاریخ کتابت ۱۰ صفر ۱۲۴۹ہجری (سنیچر، ۲۹ جون ۱۸۳۳ء)

۳۔ اشٹابکر (۵۵-۷۹)۔ اشٹابکر نامی ایک زاہد و تارک دنیا کی داستان ہے جو شاگردوں کو ترک دنیا کی تلقین کرتا ہے۔ ان میں ایک شاگرد راجہ جنک ہے جو اُس کا بہترین شاگرد ہے۔ اشٹابکر اُسی شاگرد کے ساتھ مکالمہ ہے۔ زبان فارسی، مترجم نامعلوم، تاریخ کتابت ۱۵ صفر ۱۲۴۹ھ (۴ جولائی، روز جمعرات، ۱۸۳۳ء)

۴۔ مرأۃ الحقایق۔ گیتا اور جوگ کے انتخاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں بڑی عمدگی کے ساتھ ویدانتا اور اسلامی تصوّف بالخصوص وحدۃ الوجود کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ کوشش قرآنی آیات و احادیث کی روشنی میں ہے (فولیو ۷۹-۹۳)۔ کاتب جینتی پرشاد، سنیچر، ۱۷ صفر المظفر ۱۲۴۹ھ (۶ جولائی ۱۸۳۳ء)

۵۔ بے سرنامہ منظوم بطرز مثنوی از حضرت فریدالدین عطّار قدس سرہٗ متوفی ۶۱۸ھ (۱۲۲۱ء)، فولیو ۹۴ سے ۱۰۲ تک۔ کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم متذکرہ صدر جینتی پرشاد اور تقریباً تاریخ بھی وہی۔

۶۔ حق نمائے گمراہ یا ترجمۂ فارسی رسالۂ بابا ولی رام (۱۰۲-۱۱۴)، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم کاتب و تاریخ کتابت وہی جو متذکرہ صدر کتابوں کی ہے۔

۷۔ وصیت نامہ از برہان الدین بُرہان پوری (۱۱۵-۱۲۱)

۸۔ متفرقات اشعار اردو فارسی (۱۲۱-۱۳۰)

مضمون ویدانت و تصوّف، خطِ شکستہ کاغذ کشمیری، تقطیع ۲۳،۱۵×۸،۲۱ سنٹی میٹر۔

ابتدا : پراشرمی گوید کہ اے منتریہ۔

خاتمہ : میں نے جا کے مکتبِ عشق میں سبق مقامِ فنا لیا
جو لکھا پڑھا تھا نیاز سے کبھی ایک پل میں بھلا دیا

ACC - 95/1

113/1- مجموعہ مخزنِ اسرار و خسرو شیرین

حکیم نظامی گنجوی کی پانچ مثنویوں کی جو پنج گنج (پانچ خزانے) یا خمسۂ نظامی کے نام سے مشہور ہیں، پہلی مثنوی ہے۔ یہ مثنوی دو ہزار دو سو دو (۲۲۰۲) اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی حکیم نظامی نے بہرام شاہ منجکی والیٔ ارزنجان کے لئے منظوم کی تھی اور صلہ میں پانچ ہزار اشرفیاں اور پانچ تیز رفتار خچر پائے تھے۔

مخزنِ اسرار جیسا کہ نام سے ظاہر ہے تصوّف میں ہے اور بیس مقالات پر مشتمل ہے۔ آغاز مضمون سے قبل حمدِ خدا، مناجاتِ اول و دوم، صفتِ معراج اور پیغمبر ص کی چار نعتوں کا بیان ہے۔ بعد ازاں ملک فخر الدین بہرام شاہ کا بیان ہے جس کے نام سے مثنوی معنون کی گئی ہے۔ کتاب کا نام مخزنِ اسرار جو کتاب کے اخیر پر ہے، اس شعر سے معلوم ہوتا ہے:

پاے ز سر کرد و زلب دُر فشاند   مخزنِ اسرار بیابان رساند

مخزنِ اسرار ۲۴ ربیع الاول ۵۸۹ھ (۳۰ مارچ ۱۱۹۳ء روز منگل) کو منظوم ہوئی اس سلسلے میں حکیم نظامی کا بیان یوں ہے:

بوُد حقیقت بشمارِ دُرست   بست و چہارم ز ربیع نخست
از گہ ہجرت شدہ تا ایں زمان   پانصد و ہشتاد و نہ افزون بران

خطِ نستعلیق باریک اُستادانہ، مضمون تصوّف، زبان فارسی، پیرایۂ بیان نظم،

مثنوی، سطور فی صفحہ مع حاشیہ ۲۱، کاغذ کشمیری، تقطیع ۱۰ × ۱۹ سنٹی میٹر، تاریخ نقل غرۂ صفر ۱۲۷۵ھ (جمعہ ستمبر ۱۸۵۸ء)، نام ناقل نامعلوم، مخطوطہ ابتدائی صفحات میں بین السطور میں مشکل الفاظ کے تراجم کا حامل ہے جبکہ یہ التزام بعد کے صفحات میں مفقود ہے۔ نستعلیق خفی کی خوش نویسی کا بہترین نمونہ ہے۔ اشعار خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر ہیں۔ صفحہ اول پر صرف بسم اللہ کے کالم کی تذہیب کاری اور نقاشی سے کام لیا گیا ہے۔

آغاز کا شعر یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　ہست کلید در گنج حکیم

اور کاتب کا اختتامیہ یہ ہے: "تاریخ اتمام نسخہ غرۂ صفر ۱۲۷۵ھ"

تعداد صفحات ۱۱۰۔

ACC-95/2

-113/2

خسرو شیریں نظامی کے مجموعہ پنج گنج کی دوسری مثنوی ہے جو ایران کے اساطیری عاشق و معشوق خسرو شیریں کی داستان معاشقہ پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی چار ہزار نو سو چودہ (۴۹۱۴) ابیات پر مشتمل ہے۔ مثنوی خسرو شیریں ۵۷۶ھ (۱۱۸۰ء) میں منظوم ہوئی۔ مصنف کا بیان ہے:

گذشت از پانصد و ہفتاد و شش سال

نزد بر روی خوباں کس چنیں خال

مثنوی خسرو شیریں ابو جعفر شمس الدین سلطان ابوبکر محمد کے نام سے معنون ہے۔ اخیر کتاب پر اس کے حق میں دعائے خیر کی گئی ہے۔ دنیا میں صرف دو محمد بیان کئے گئے ہیں، ایک وہ محمد جن

پر پیغمبری ختم ہے اور دوسرا یہ جس پر بادشاہت۔

مضامین کے اعتبار سے مثنوی خسرو شیریں حمدِ خدا، مناجاتِ اول و دوم، داستان در مدح پادشاہ شمس الدین ابوجعفر محمد در حقیقتِ حال تفکرات خود کے بیان میں ہے۔ یہاں سے داستان شیریں خسرو شروع ہوتی ہے جس میں سرِ فہرست خسرو پرویز کا تولّد ہے۔ دیگر اہم عنوانات یہ ہیں: (۱) سیاست کردن ہرمز خسرو را (۲) در خواب دیدن خسرو نوشیرواں را۔ (۳) تعریف شبدیز (۴) نژاد شبدیز۔ اس کے بعد سے عنوانات کے لئے جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔

خط نستعلیق باریک اُستادانہ، کاغذ کشمیری، فی صفحہ سطور مع حاشیہ ۲۱، مخطوطہ کا پہلا صفحہ انتہائی منقش اور طلا کارانہ، جداول کے مابین تحریر، تقطیع ۱۰ × ۱۹ سنٹی میٹر۔ مضمون داستان، زبان فارسی، پیرایۂ بیان شاعری، صنف شاعری مثنوی، تاریخ کتابت ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء)، نام ناقل نامعلوم، لیکن اغلباً کشمیری،

شروع کا بیت:

خداوندا در توفیق بکشای — نظامی را رہِ تحقیق بنما

اور آخری بیت یہ ہے:

ز دانش باد جفتِ شادکامی — کہ گوید باد بر رحمت نظامی

مثنوی خسرو شیریں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا آغاز بھی نظامی تخلص سے ہوا ہے اور اختتام بھی اسی تخلص سے ہے۔

تعداد صفحات ۳۱۴ یا ۱۵۷ اوراق۔

دونوں مخطوطے ایک ہی جلد میں مجلّد ہیں۔

114- مجموعہ نثر و نظم

مخطوطہ کا یہ مجموعہ عربی و فارسی نثر و نظم کی مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے:

۱۔ شرح اسماء الحسنیٰ (عربی) فولیو ۱ و ۲۔

۲۔ سورۂ یٰسین (فولیو ۴-۹)

۳۔ راحت القلوب (فولیو ۱۰ - ۶۶ الف)

سلطان المشائخ شیخ قطب الدین بختیار اوسی (فرغانہ کے قریب ایک شہر ہے) کے تاریخ وار فارسی ملفوظات کا مجموعہ ہے جنہیں اُن کے مُرید و معتقد صادق نظام احمد بدایونی نے مرتب کیا ہے۔ سلطان المشائخ کے یہ ملفوظات مسایل تصوّف پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ معاصر اور غیر معاصر اولیاء و اصفیاء کے تاریخی حالات و کوایف پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ ملفوظات روز چہار شنبہ بتاریخ ۱۵ ماہ رجب المرجب ۶۵۵ھ ہجری (جولائی ۱۲۵۷ء) سے ۲ ماہ ربیع الاول ۶۵۲ھ ہجری (۲۲ اپریل ۱۲۵۴ء) تک کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملفوظات کے مرتب نے تاریخوار ترتیب سے کام نہیں لیا ہے۔ پہلے کے ملفوظات بعد میں اور بعد کے پہلے ضبط کر دئے ہیں۔

راحت القلوب کا یہ مخطوطہ ۱۷ رجب المرجب ۱۱۱۵ھ (۱۴ اکتوبر، اتوار ۱۷۰۶ء) کی نقل ہے جو سناؤ الدین قادری کے قلم سے قصبۂ سہسرام، یوپی میں لکھا گیا ہے۔

آغاز: این جواہر گنج الہام ربّانی و این زواہر فضل علوم مبانی۔

اختتام: شیخ الاسلام با ہیچ کس مشغول نشد مگر با حق۔

اختتامیہ ناقل : الحمد للہ رب العالمین بتاریخ ہفدہم رجب المرجب ۱۳۱۱ھ ہجری بعون رب العزت مکتوب متبرک مسمی براحت القلوب وقت دوپہر در مقام قصبۂ سہسرام باتمام رسید۔ کاتبہ درویش ضعیف سناؤالدین قادری۔ ہر کہ خواند دعاء خیر طمع دارد :

نگہدار یارب ز لطف خودش　　از آسیبہا در امان خودش

۴۔ شرح قطبیہ۔ قطب الاقطاب شیخ عبد سید عبد القادر گیلانی (۱۰۷۸۔ ۱۱۶۵ء) کے صوفیانہ ملفوظات کا مجموعہ ہے (فولیو ۶۶ ب سے فولیو ۷۲ الف تک) ناقل وہی سناؤالدین سہسرامی، تاریخ نقل ۱۲ رجب المرجب ۱۳۱۱ھ (۹ اکتوبر ۱۸۹۶ء)

۵۔ السوانح۔ محمد بہاؤالدین آملی کے عربی و فارسی اشعار کا مجموعہ ہے جس میں مولانا جلال الدین رومی کے طرز میں کوائف تصوّف کا بیان ہے۔ یہ رسالہ مصنّف نے حج بیت اللہ کو جاتے ہوئے راستے میں لکھا تھا۔ ابتداء میں کتاب کے افتتاحیہ عربی خطبہ کے بعد عربی ہی میں اس امر کا بیان ہے کہ مصنّف نے یہ کتاب کب اور کس وقت تالیف۔ سوانح آملی عربی و فارسی اشعار کا مخلوط مجموعہ ہے۔ پہلے عربی کے اشعار ہیں اور بعد ازاں فارسی میں ان کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔

ناقل غالباً وہی سناؤالدین سہسرامی۔

۶۔ رسالہ حضرت بوعلی قلندر۔ بوعلی قلندر پانی پتی علیہ الرحمتہ کے صوفیانہ سوال و جواب کا مجموعہ ہے۔ ناقل سناؤالدین سہسرامی۔ مقام نقل قصبۂ سہسرام۔ تاریخ نقل ۲۰ ذالقعدہ ۱۳۱۱ھ (مطابق ۱۲ فروری چہارشنبہ ۱۸۹۷ء) فولیو ۸۵ - ۹۰۔

آغاز : اے برادر بدان کہ مسلمانان را کلمۂ طیّب است۔

انجام : چنانچہ گفتہ اند :

مردانِ خدا خدا نباشند　　لیکن ز خدا جدا نباشند

ناقل کا اختتامیہ :

تمت تمام شد رسالۂ حضرت بوعلی قلندر بتاریخ بیستم ذالقعدہ در مقام قصبۂ سہسرام ۱۱۱۱ھ ۔ کاتب الکتاب درویش ضعیف سناؤالدین (ضیاؤالدین) قادری۔

صفحہ کے اخیر پر خواجہ حافظ شیرازی کی یہ طویل فارسی غزل ثبت ہے۔ جس کا مطلع ہے :　اے نسیم سحر آرامگہِ یار کجاست　　منزل آن مہ عاشق کُشِ عیّار کجاست

اور مقطع یہ ہے :

حافظ از باد خزاں در چمن دہر مرنج　　فکر معقول بفرما گلِ بے خار کجاست

۷۔ نشاط العشق۔ اس کا دوسرا نام رسالۂ غوثیہ بھی ہے۔ زبان فارسی میں یہ رسالہ شیخ سیّد عبدالقادر گیلانی کے فارسی رسالے کی جو علم تصوّف و معرفت میں ہے شرح ہے۔ اس کے مؤلف عبداللہ بن حسین بن علی محی الحسنی الجیلانی ہیں۔ کتاب اور مؤلف کا نام حمد و ثنا کے بعد فولیو ۹۱ ب پر درج ہے۔ کاتب وہی سناؤالدین سہسرامی۔ تاریخ کتابت ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۰ء)۔ (فولیو ۹۱ - ۱۱۶)

۸۔ چہل حدیث (۱۱۸ - ۱۲۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیث کا مجموعہ ہے۔ ہر حدیث کے ساتھ آسان فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مؤلف جس نے اپنا نام پردۂ خفا میں رکھا ہے۔ چہل حدیث کا مجموعہ ایک دینی فرزند کی التماس و استدعا پر کیا ہے۔

آغاز :　حمد وافر مر خدائے را عزوجل کہ توحید سرمایۂ نجات

انجام : چنانچہ فوائد احادیث دیگر ہم از ابتدا بشرح نیاید۔

کاتب کا اختتامیہ: تم تم تم تمام شد، کار من نظام شد۔

سوائے چہل حدیث جو بخطِ نسخ ہے مجموعہ کے تمام رسایل بخطِ نستعلیق سادہ میں ہیں۔ تقطیع ۹½ × ۱۶½ سنٹی میٹر، کاغذ غیر کشمیری، کرم خوردگی کے سوراخ، مجلد، حالت متوسط۔

ACC -314

115- مجموعۂ رسایل منظوم

یہ مجموعہ حسب ذیل منظوم رسایل کا مجموعہ ہے:

۱- نام حق (مثنوی)، مضمون فقہ، زبان فارسی، ناظم شرف الدین بخاری، مقام تحصیل علوم خراسان، زمانۂ حیات و وفات نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹/۱۸۵۰ء) کا سال، خطِ نستعلیق باریک، تعداد ابیات ۱۷۰، ابواب دس، فولیو ۸ (صفحات ۱۵)۔

۲- عقاید اسلام منظوم (مثنوی)، مضمون عقاید (علم کلام)، زبان فارسی، ناظم و مثنوی نگار نامعلوم، کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت متذکرہ صدر، خطِ نستعلیق، فولیو ۱۰ (صفحات ۱۹)، اوسط تعداد ابیات فی صفحہ ۱۱۔

۳- ضروریہ منظوم (قصیدہ) مضمون فقہ، زبان فارسی، مصنف بابا داؤد خاکی، زمانۂ تصنیف دسویں صدی ہجری (سولھویں صدی عیسوی) کا اخیر، کاتب و ناقل و تاریخ کتابت غیر مذکور، تاہم تاریخ کتابت متذکرہ، خط متذکرہ صدر، فولیو ۶ (صفحات ۱۱)، اوسط تعداد ابیات فی صفحہ ۱۲۔

۴- وردالمریدین (قصیدہ) مضمون تذکرۂ احوال و کرامات سلطان العارفین

شیخ مخدوم حمزہ کشمیری متوفی ۲۴ صفر ۹۸۴ھ (۲۲ مئی، روز سہ شنبہ، منگل ۱۵۷۶ء)،
قصیدہ نگار بابا داؤد خاکی متوفی ۲ صفر ۹۹۴ھ (بدھ، ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء) ناقل حافظ
عبدالرسول گانی، تاریخ نقل غرّہ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ (منگل، اپریل ۲۴ ۱۸۴۹ء)
بعہدِ مہاراجہ گلاب سنگھ، خط متذکرہ صدر، فولیو ۳۰ (۵۹ صفحات، تعداد ابیات ۴۰۴ سے
قدرے اوپر، تاریخ نظم قصیدہ ۹۶۱ھ (۱۵۵۴ء). لفظ "شیخنا" (۹۶۱) بحساب حروفِ
جمل، قصیدہ کی تاریخ نظم ہے۔

تقطیع سب کی: ۱۱.۷ × ۲۱.۳ سنٹی میٹر۔

شروع: نام حق بر زبان ہمیں رانیم   کہ بجان و دلش ہمی خوانیم

ان مجموعۂ رسائل کا آخری شعر:

بعد این ورد مبارک فاتحہ ختمی کنید   ای عزیزان بہر این ناظم کہ بس مضطر شد است

کاتب کا اختتامیہ: تمت کتابتہ ہذہ النسخۃ الشریفۃ المبارکہ بوجہ دالمر یدین
بید العبد الضعیف الراجی الی اللہ العلی الغنی فقیر حافظ عبدالرسول گانی .... بتاریخ غرّہ
ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۵ھ ہزار و دوصد و شصت و پنج تحریر یافت۔

ان رسائل میں مخطوطہ "نام حق" قدیم زمانے میں فارسی زبان کے نصاب میں داخل رہا ہے
اور بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں بھی تھا۔

ACC - 364   **مخزنِ اسرار**   -116

حقایق و معارف پر مشتمل فارسی کی طویل مثنوی ہے۔ حمدِ خدا و نعتِ رسول کے بعد یہ
کتاب ملک فخر الدین ابوالمظفر بہرام شاہ کے نام سے معنون ہے جو کتاب کی تالیف کے وقت مرحوم

ہو چکا تھا۔ دیگر عنوانات یہ ہیں: ترتیب نظم کتاب، فضیلت سخن و سخن پرور، مطالعۂ حقائق و شناختن دل، خلوت اول در ریاضت نفس، خلوت دوم، خلوت سیوم بر طریق عشرت شبانہ، خلوت چہارم، مقالت اول در آفرینش حضرت آدم، حکایت پادشاہ ظالم، مقالت دوم در محافظت عدل، داستان نوشیروان عادل، مقالت سیوم در حوادث، داستان مہتر سلیمان با پیر برزگر، مقالت چہارم در رعایت رعیت، مقالت پنجم در ضعف بشریت، مقالت ششم در اعتباری موجودات، مقالت ہفتم در بزرگی آدمی بر جملۂ حیوانات، مقالت ہشتم در حسن آفرینش و بزرگواری عقل و علم، مقالت نہم در بزرگواری و بلندی ہمت، مقالت دہم در نمودار آخر زمان، مقالت یازدہم در ترک آشنائی دنیوی، حکایت مو بد ہندو کہ معرفت یافت، مقالت دوازدہم در وداع منزل، مقالت سیزدہم در شکایت عالم، مقالت چہاردہم در شرط بیداری از غفلت، مقالت پانزدہم در فضل بعضی بر بعضی انسان، مقالت شانزدہم در تدبیر چابک روی، مقالت ہفتدہم در پرستش و تجرید، مقالت ہژدہم در وحشت حساد، مقالت نوزدہم در استقبال آخر الزمان، مقالت بیستم در وقاحت عصر پناہی، در ختم کتاب۔

مضمون تصوّف و عرفان، زبان فارسی، انداز بیان بطرز مثنوی، ناظم مولانا نظامی گنجوی، تاریخ تالیف ۲۴ ربیع الاول ۵۵۲ھ (۶ مئی ۱۱۵۷ء)، روز دوشنبہ (پیر)، کاتب و ناقل صمد جویستار، تاریخ کتابت ۵ شوال ۱۲۸۵ھ (۲۹ جنوری ۱۸۶۹ء)، خط نستعلیق، دو کالمی جداول کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، اوراق ۱۰۱، اشعار فی صفحہ ۱۲، تقطیع ۱۶×۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز: بسم اللہ الرحمن الرحیم ہست کلید در گنج حکیم

اختتام: منت صد جان بودش بر تنم آنکہ رو بسوئی دامنم

کاتب کا اختتامیہ: این کتاب مخزن اسرار من کلام حضرت نظامی غفر اللہ

الغفار بید فقیر الحقیر سراپا تقصیر صمد جیو ستار تحریر یافت' مرقوم بتاریخ ۱۵ ماہ شوال ۱۲۸۵ھ

۱۱۷- مرصاد العباد من

سلوک راہِ دین، وصول، عالم ، تربیت نفس انسانی اور معرفت صفات ربّانی کی یہ کتاب پانچ ابواب اور چالیس فصول پر مبنی ہے۔ دوسری فصل میں اس امر کا بیان ہے کہ یہ کتاب فارسی میں کیوں لکھی گئی ہے؟ پھر جواب یہ دیا گیا ہے کہ طریقت میں اگرچہ بہت سی طویل اور مختصر کتب دستیاب ہیں، تاہم ان کا بیشتر حصہ عربی میں ہے جن سے فارسی زبانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اسی ضمن میں فتنۂ تتار (چنگیز خان۔ تموچین) اور اپنی پریشانی کا بیان ہے جو مذکورہ کتاب کی تالیف میں تاخیر کا باعث ہوا۔ فتنۂ تتار ۶۱۶ھ (۱۲۱۹ء) کے مہینوں میں واقع ہوا تھا۔ بالآخر مؤلف ہمدان سے اُردبیل کے راستے ہوتا ہوا ۶۲۰ھ (۱۲۲۳ء) میں روم (موجودہ ترکی) کے شہر سیواس پہنچا اور وہیں سلاطین سلجوقیہ کے بادشاہ کے نام جو شنی مسلمان تھا یہ کتاب معنون کی۔

مضمون تصوّف و سلوک، زبان فارسی نثر، مصنّف ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن شاہاور اسدی' رازی' ملقّب بہ نجم الدین، متوفی در بغداد ۶۵۴ھ (۱۲۵۶ء)، تاریخ تصنیف پیر' اول ماہ مبارک رجب ۶۲۰ھ (۳۱ جولائی ۱۲۲۳ء)، مقام تالیف محروسۂ سیواس (ارضِ روم، ترکی)' کاتب و ناقل محمد نبی' تاریخ نقل غیر مذکور' خط نستعلیق سادہ' کاغذ کشمیری، تعداد فولیو ۲۸۹، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۳½ × ۲۰½ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ نبیہ و حبیبہ محمد و آلہ اجمعین۔

اختتام :

اندر کنف عاطفتِ خویشتن دار،

این حامیٔ بیضۂ مسلمانی را

کاتب کا اختتامیہ :

کتاب مستطاب فیض مآب یعنی مرصاد العباد من کلام حضرت قدوۃ المحققین جناب شیخ نجم الدین رازاری قدس اللہ بفرمایش پیر و مرشد حضرت شاہ حبیب اللہ یطول عمرہ، از ید عاصی پُر معاصی محمد نبی تحریر شدہ، ہر کہ خواند دعا طمع دارم۔

نوٹ : مرصاد العباد کا مقدمہ تاریخی لحاظ سے نہایت اہم ہے — فتنۂ تتار کے موقعہ پر ایران و خراسان بالخصوص شہر ہمدان میں چنگیزیوں کی جانب سے جو تباہی مچی، اُس پر یہ کتاب اچھی خاصی روشنی ڈالتی ہے۔

ACC-257

118- مصباح الهداية ومفتاح الكفاية

عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد قریشی المعروف بہ شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۴۲ھ - ۶۳۲ھ = ۱۱۴۷ء - ۱۲۳۴ء) کی عوارف المعارف پر مبنی معرفت و تصوّف کی کتاب ہے۔

مصنّف کے مطابق (مقدمہ ورق ۳) دوستوں اور برادروں کی ایک جماعت نے خواہش ظاہر کی تھی کہ شیخ الاسلام شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی کی تالیف عوارف المعارف فارسی میں منتقل کی جائے۔ اس کی جرأت تو نہ کرسکا، اس لئے کہ عوارف کے معانی حیطۂ الفاظ سے باہر تھے، البتہ اُسی کے عنوانات و مطالب پر یہ کتاب معرضِ تحریر میں آئی ہے۔

کتاب مصباح الهدایۃ و مفتاح الکفایۃ دس ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب کے ضمن میں دس فصول ہیں، اور اس طرح بحیثیت مجموعی یہ کتاب ایک سو فصول پر حاوی ہے تفصیل ابواب و فصول یہ ہے :

۱۔ پہلا باب صوفیوں کے اعتقادات میں اور اس میں حسب ذیل دس فصول ہیں :

فصل اوّل اعتقاد کے معنی اور اُس کے مآخذ کے بیان میں، فصل دوم توحیدِ ذات و تنزیہہ صفات میں فصل سوم اسماء و صفات کی تحقیق میں، فصل چہارم بندوں کے افعال کی پیدایش میں، فصل پنجم کلام الٰہی میں، فصل ششم رویت میں، فصل ہفتم ملائکہ، کتب اور رُسل الٰہی پر ایمان میں، فصل ہشتم رسالت اور محمدؐ پر ختمِ نبوّت کی شہادت میں، فصل نہم اصحاب رسولؐ کے بیان میں اور فصل دہم امور اُخروی کے ذکر میں۔

۲۔ دوسرا باب علوم کے بیان میں اور اس میں بھی دس فصلیں ہیں :

فصل اول علم اور اس کے مراتب کی تعریف میں، فصل دوم علم کے مآخذ میں، فصل سوم فریضت اور فضیلت کے علم میں، فصل چہارم علم دراست و وراثت میں، فصل پنجم علم قیام میں، فصل ششم علم حال میں، فصل ہفتم علم ضرورت میں، فصل ہشتم علم سعت میں فصل نہم علم الیقین میں اور فصل دہم علم لدُنّی میں۔

۳۔ تیسرا باب معارف میں اور یہ بھی دس فصول ہے :

فصل اول معرفت کی تعریف میں، فصل دوم معرفت نفس میں، فصل سوم نفس کی بعض صفات کی معرفت میں، فصل چہارم معرفت نفس کے معرفت الٰہی سے تعلق کے بیان میں، فصل پنجم معرفت روح میں، فصل ششم معرفتِ دل میں، فصل ہفتم معرفت مرو میں، فصل ہشتم معرفتِ خواطر (دل میں کھٹکنے والے خیالات) میں، فصل نہم معرفتِ مُرید و مراد میں، اور فصلِ دہم احوال مردم کے اختلاف کی معرفت میں۔

۴۔ چوتھا باب صوفیوں کی اصلاحات میں اور اس میں یہ دس فصول ہیں:

فصل اول حال اور مقام کے بیان میں، فصل دوم جمع اور تفرقہ میں، فصل سوم تجلّی و استتار میں۔

فصل چہارم وجد اور وجود میں، فصل پنجم شکر اور سہو میں، فصل ششم وقت اور نفس میں، فصل ہفتم شہود و غیبت میں، فصل ہشتم تجرید و تفرید میں، فصل نہم محو و اثبات میں اور فصل دہم تلوین و تکوین میں۔

۵۔ پانچواں باب صوفیوں کے مستحسنات (پسندیدہ امور) میں۔ اس کے دس باب یہ ھیں:

فصل اول استحسان کے معنی میں، فصل دوم لباسِ خرقہ میں، فصل سوم اختیار ملّون (رنگ دار لباس) میں، فصل چہارم اساس خانقاہ میں، فصل پنجم رسوم اہلِ خانقاہ میں، فصل ششم بیانِ خلوت میں، فصل ہفتم شرائط خلوت میں، فصل ہشتم اہل خلوت کے واقعات کے بیان میں فصل نہم سماع میں اور فصل دہم آداب سماع میں۔

۶۔ چھٹا باب آداب میں اور اس میں یہ دس فصول ہیں:

فصل اول ادب کے بیان میں ، فصل دوم آداب حضرت ربوبیت میں ، فصل سوم آداب حضرت رسالت ؐ میں ، فصل چہارم شیخ کے ساتھ آداب مرید میں ، فصل پنجم آداب شیخوخیت (پیری) اور اُس کی فضیلت میں ، فصل ششم آداب صحبت میں ، فصل ہفتم آداب معیشت میں ، فصل ہشتم تجرّد و تاہّل کے آداب میں ، فصل نہم آداب سفر میں اور فصل دہم آداب تعہدات نفس میں۔

۷۔ ساتواں باب اعمال میں اور اُس میں یہ دس فصول ہیں :

فصل اول عمل کے بیان میں ، فصل دوم کلمۂ شہادتین کے ادا کرنے میں ، فصل سوم طہارت میں ، فصل چہارم صلوٰۃ اور اس کی علو شان میں ، فصل پنجم کیفیت ادائے صلوٰۃ میں ، فصل ششم نماز کے سنن و فرائض میں ، فصل ہفتم اوراد کے اوقات کی تقسیم میں ، فصل ہشتم ادعیۂ ماثورہ میں ، فصل نہم فضیلت صوم میں اور فصل دہم صوم و افطار کے شرایط و آداب میں۔

۸۔ آٹھواں باب اخلاق میں ، اور اُس میں یہ دس فصلیں ہیں :

فصل اوّل حقیقت خُلق کے بیان میں ، فصل دوم صدق میں ، فصل سوم بذل و مواسات میں ، فصل چہارم قناعت میں ، فصل پنجم تواضع میں ، فصل ششم حلم و مدارات میں ، فصل ہفتم عفو و احسان میں ، فصل ہشتم بشر و طلاقت وجہ میں ، فصل نہم مُلاطفہ (نرمی) میں اور فصل دہم تودُّد اور تاٰلّف میں۔

۹۔ نواں باب مقامات کے باب میں اور اس میں یہ دس فصول ہیں :

فصل اوّل توبہ میں ، فصل دوم ورع میں ، فصل سوم زُہد میں ، فصل چہارم فقرؔ میں ، فصل پنجم صبر میں ، فصل ششم شکر میں ، فصل ہفتم خوف میں ، فصل ہشتم رجا میں ، فصل نہم توکّل

میں، اور فصل دہم رضا میں،

١٠۔ دسواں احوال کے بیان میں اور اس میں یہ دس فصلیں ہیں:

فصل اوّل محبت میں، فصل دوم شوق میں، فصل سوم غیرت میں، فصل چہارم قرب میں، فصل پنجم حیا میں، فصل ششم اُنس و ہیبت میں، فصل ہفتم فنا اور بقا میں، فصل ہشتم قبض و بسط میں، فصل نہم اتصال میں اور فصل دہم خاتمت اور وصیّت میں۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی نثر، مؤلف محمود بن علی الکاشانی، تاریخ تالیف بدھ ١٠ شوال ۷۳۴ھ (١٥ جون ۱۳۳۴ء)، ناقل و کاتب نامعلوم، کاغذ کشمیری، خط نستعلیق، فولیو ۳۰۲، سطور فی صفحہ ۱۴،

تقطیع: ۱۱½ × ۲۲½ سنٹی میٹر

آغاز: حمدی کہ لمعات صدق و نفحات اخلاص آں دیدۂ جان را منوّر و دماغ دل را معطّر گرداند۔

اختتام:

فقد تم ھذا مع کلالة الذھن و رداءة الحال عشیة یوم الاربعاء العاشر شھر شوال سنہ اربع و ثلثین و سبع مائة۔

مخطوط علم تصوّف پر تحقیق میں سند ہے اور نایاب ہے۔
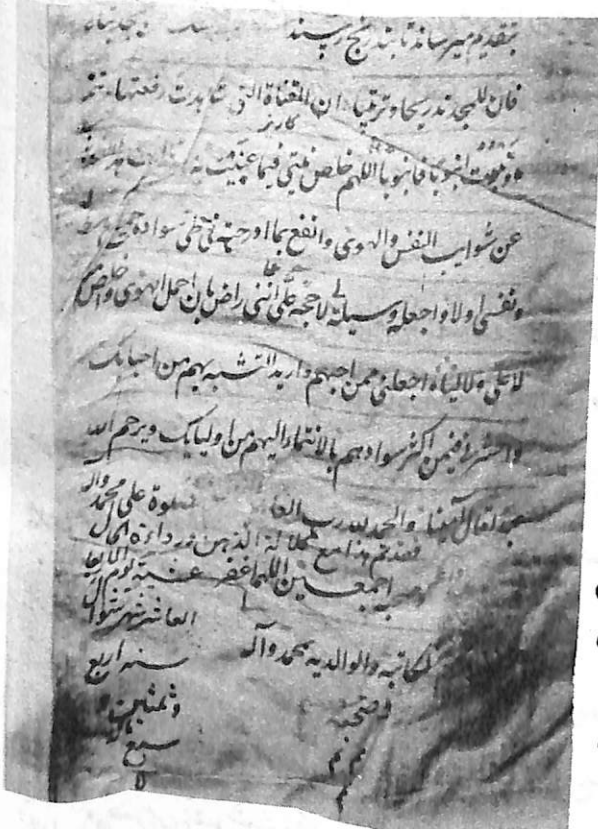
119- مصباح الهدایت ومفتاح الکفایت

شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۴۲ھ - ۶۳۲ھ = ۱۱۴۷ء - ۱۲۳۴ء) کی عوارف المعارف پر مبنی "مصباح الهدایۃ ومفتاح الکفایۃ" کا یہ دوسرا مخطوطہ ہے پہلا مخطوطہ اور اُس کے مطالب کی تفصیل شمارہ ۲۵۷ میں دی جا چکی ہے۔ اس لئے تفصیل وہاں پر ملاحظہ ہو۔

مضمون: تصوّف، زبان فارسی، نثر، مؤلف محمود بن علی الکاشانی، تاریخ نقل ۱۵ ماہ محرم الحرام ۱۱۱۲ھ (جمعہ ۲۱ جون ۱۷۰۰ء)، ناقل محمد ہاشم روستاقی، خطِ نستعلیق خفی، لوح پر معمولی تذہیب کاری (سنہرا نقش)، خوشنویسی کی مرتع لکیروں کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۸۶، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۲ x ۲۲½ سنٹی میٹر۔

ابتداء: حمدی کہ لمعاتِ صدق ونفحات اخلاص آں دیدۂ جان را منوّر و دماغِ دل را معطّر گرداند۔

خاتمہ: اللهم اغفر لکاتبه ولوالدیه بحق محمد وآله واصحابه۔

کاتب کا اختتامیہ: وقع الفراغ من تسوید هذه النسخة الشریفة اعنی ترجمة العوارف المعارف من مصنفات محمود بن علی الکاشانی یوم السبت فی تاریخ خمس عشر من شهر محرم الحرام فی سنه ۱۱۱۲ھ اثنی عشر ومائة والف ..... بید ضعیف النحیف محمد ہاشم روستاقی غفر الله تعالی ذنوبه وستر عیوبه۔

120- مفتاح الفتوح

شیخ سید عبد القادر گیلانی (۴۷۰ - ۵۶۱ ھ) = (۱۰۷۷ - ۱۱۶۶ء) کی عربی تصنیف فتوح الغیب کی فارسی شرح ہے۔ فتوح الغیب تصوف میں ہے اور اُناسی مقالوں اور ایک تکملہ میں ہے اور ہندوستان و استنبول میں چھپ چکی ہے۔ شرح کا نام "مفتاح فتوح" تاریخی نام ہے۔ اس کی رُو سے یہ شرح ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء میں لکھی گئی ہے۔ مترجم نے کسرِ نفسی سے اپنا نام درج نہیں کیا ہے، البتہ اسد الدین شاہ ابو المعالی کا نام تحریر ہے جن کے ایماء سے فتوح الغیب فارسی شرح میں منتقل کی گئی ہے۔ مترجم کی جانب سے کتاب کا اختتامیہ یوں ہے:

صد شکر کہ ایں نامۂ اسرار نظام — از فضل خدا عز و جل گشت تمام
شائستگیٔ قبول حق روزی باد — واللہ الموفق و منہ الاتمام

•

ایں شرح کہ مفتاح فتوح الغیب است — از غیب است ازاں بری ازعیب است
مفتاح فتوح نام و تاریخ افتاد — در خاطر آنکہ مظہر لاریب است

تمام شد"

کاتب عزیز الدین، تاریخ کتابت ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ (۱۰ اگست ۱۸۹۷ء) کاغذ کشمیری، خط نستعلیق سادہ، تعداد صفحات ۵۰۰، سطور فی صفحہ ۱۷، مخطوطہ کا سالِ تصنیف ۱۰۲۳ھ = ۱۶۱۴ء، عربی متن لال روشنائی سے، تقطیع ۱۵ X ۲۴ سنٹی میٹر۔

کاتب کا اختتامیہ یوں ہے:

ہر روز کی بر در کس نرفت ؛ یارب مگر در دو سہ جا برای تحقیق بعضی معطلات
قوم بحکم ضرورت رجوع واقع شدہ باشد واللہ المستعان و علیہ التکلان ومنہ
الاستمداد فی المبدأ والمعاد حسبنا اللہ ونعم الوکیل ؛ صد شکر کہ این نامہ بہ
نظام ؛ از فضل خدا عز و جل گشت تمام ؛ شایستہ مگر قبول حق روزی باد ؛ واللہ
الموفق ومنہ الاتمام ؛ این شرح کہ مفتاح فتوح الغیب است ؛ از غیب است
از ان بری از ریب است ؛ مفتاح فتوح نام و تاریخ افتاد ؛ در خاطر آنکہ مظلم
لاریب است ؛ تمام شد وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ
وازواجہ وبناتہ واہل بیتہ اجمعین لاسیما
علی سیدنا ومولانا الشیخ محی الدین ابی محمد
السید عبد القادر الجیلانی
المکین الامین رضوان اللہ
تعالی علیہم
اجمعین
تمت الکتاب بعون اللہ الملک الوہاب فی تاریخ یازدہم شہر ربیع الاولی فی
سنہ الف وثلثمائۃ وخمسۃ عشر ھ بید فقیر حقیر پر تقصیر اقل الخلق اجمعین وفی
العصیان کان من المدحضین المایوس فی زمرۃ الآثمین والراجی من شفاعۃ اولیائہ
الکاملین المکملین عزیز الدین اللہم اغفر لہ وسہل علیہ ولاستاذہ ولوالدیہ ...

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب فی تاریخ یازدہم شہر ربیع اول! فی سنۃ الف وثلث مائۃ وخمس عشرہ ھ، بید حقیر پُر تقصیر اقل الخلق اجمعین وفی العصیان کان من المدحضین المایوس فی زمرۃ الآثمین والراجی من شفاعتہ اولیائہ الکاملین المکملین عزیز الدین۔"

عام حالت اچھی، لیکن اوپر کی جانب کناروں پر پانی کے نشانات۔

مخطوطہ نایاب ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔

ACC-216

۱۲۱- مکتوبات شیخ احمد فاروقی سرہندی

(ورق ۵۶)

شیخ احمد سرہندی کے ۸۸ مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ یہ مجموعہ دوسرے خط سے شروع ہو کر جو جلد سازی کی غلطی کے باعث آخری صفحات پر لگا دیا ہے، ۸۸ ویں مکتوب پر جو مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کے نام پر ہے، اختتام پذیر ہے۔ یہ آخری خط مُخَلّطِ خلیل اور اثبات تعین وجود کے سلسلے میں ہے۔ یہ مکاتیب اُس دور کی اہم روحانی شخصیتوں کے نام ہیں، اور ان میں بجائے ذاتی اور نجی امور کے تصوّف کے رموز و اسرار واشگاف کیے گئے ہیں۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی نثر، مصنّف شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف به مجدّدِ الف ثانی، زمانۂ تصنیف سترھویں صدی عیسوی کا آغاز، مکاتیب کا تدوین کنندہ خواجہ محمد ہاشم جو بقول شیخ احمد ذوق فہم سخن رکھتا ہے اور فی الجملہ لذت یاب ہوتا ہے۔ زمانۂ تدوین متذکرہ صدر، کاتب و ناقل و تاریخ کتابت بوجہ عدم تکمیل اوّل و آخر غیر مذکور خطِ نستعلیق شکستہ، کاغذ کشمیری، ورق ۹ سے ورق ۱۲۰ تک، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع: ۱۲ × ۲۲ و ۲۰ سنٹی میٹر

آغاز ورق ۱۱۷ کے پہلے صفحہ سے: در انصاف اثواب است بہ لون، نہ آنکہ اثواب را اثواب سازد۔

اختتام ورق ۱۱۶ کی آخری سطر: وصول بآں درجہ ایشانرا مربوط بر تبعیت آں نبی است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والتحیات، بخلاف امت نبی کہ بتوسّل او رسد۔

مکتوبات کے اخیر میں دو ورق (۴ صفحات) بخطِ نسخ عربی تفسیر المدارک ربع ثالث سے ہیں۔ یہ اوراق منگل، ۲۸ ربیع الآخر ۱۰۹۱ھ (۱۸ مئی ۱۶۸۰ء) بوقتِ ظہر کی تحریر ہیں۔

ان دو اوراق کے کاتب کا اختتامیہ ان الفاظ پر اختتام پذیر ہے:

تمت الکتاب بعون الملک الوھاب، ربع ثالث من تفسیر المدارک وقت الظھر یوم الثلاثاء ثامن والعشرون من الشھر ربیع الآخر سنہ ۱۰۹۱ھ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ACC-412

122- منتخب مثنوی مولانا روم

اس کا تاریخی نام بحساب جمل "نہری بحر مثنوی" بھی ہے جو ۱۰۸۱ھ کے اعداد دیتا ہے، اور یہی اس کا سال انتخاب ہے۔ "منتخب مثنوی" مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی

کا جو چھ دفاتر (جلدوں) پر مشتمل ہے، انتخاب ہے۔ انتخاب کنندہ نے مثنوی کا یہ انتخاب کتاب کے روزانہ مطالعہ اور وظیفہ کے بعد کیا ہے، اور اسے دین دنیا کی سعادت گردانا ہے۔ ترتیب انتخاب یوں ہے:

۱۔ مقدمۂ نثر در بیان تعریف مثنوی، ۲ فولیو۔

۲۔ انتخاب مثنوی (۲-۷۶)

مضمون تصوّف و عرفان، بشکل مثنوی، زبان فارسی، اصل مصنّف مولانا جلال الدین رومی (۶۰۴ھ - ۶۷۲ھ = ۱۲۰۷ء - ۱۲۷۳ء)، انتخاب کنندہ علی عسکری خوافی[له] سال انتخاب ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۱ / ۱۶۷۰ء) "نہر بحر مثنوی" بحساب جمل تاریخ انتخاب ہے۔ کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق باریک سادہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۷۶، تعداد ابیات فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۳،۱۰ × ۶،۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز: الصّلا مستسقیانِ معنوی میکشم نہری ز بحر مثنوی

اختتام: چون فتاد از روزن دل آفتاب ختم شد واللہ اعلم بالصواب

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ACC – 303

منطق الطیر -123

فارسی کی مشہور اور اہم درسی کتاب ہے۔ اس میں پرندوں کی زبانی تصوّف اور معرفت کے حقایق بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ تمام پرندے سیمرغ یعنی خداتعالےٰ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں ہُدہُد (کٹھ کھٹ بڑھئی) کو اپنا رہنما بناتے ہیں جو

له خواف بروزن طواف، علاقہ نیشاپور (ایران) کا ایک شہر ہے جہاں سے علمائے برگزیدہ اٹھے ہیں۔

مختلف وادیوں سے گذر کر بالآخر انہیں سیمرغ (خدا تعالیٰ) تک پہنچا دیتا ہے۔ آغاز داستان سے قبل اُن تمام پرندوں کا تفصیلی بیان ہے جن کی رہنمائی ہُدہُد انجام دیتا ہے۔ ہر ایک سیمرغ تک پہنچنے تک معذوری اور مشکلات کا اظہار کرتا ہے، لیکن ہُدہُد حوصلہ دیکر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ منطق الطیر فارسی میں دراصل ایک علامتی (Symbo-lical) کارنامہ ہے اور اس نوعیت میں تقریباً لاثانی ہے۔ حمدِ خدا و نعتِ رسول اور مناقب چہار یار کے بعد اصل مضمون فولیو ۲۲ سے شروع ہو کر فولیو ۱۵۱ پر ختم ہوتا ہے۔ ضمن میں موقعہ اور محل کے مطابق توضیحی حکایات و روایات ہیں۔ فولیو ۱۵۱ سے فولیو ۱۶۰ تک ختم کتاب ہے جسے حسب معمول حکایات و نوادرات سے مکمل کیا گیا ہے۔ کتاب کا نام مؤلف و ناظم کے اس قول سے عیاں ہے:

منطق الطیر و مقاماتِ طیور ختم شد بر تو چو بر خورشید نور

مضمون معرفت و حقیقت، پیرایۂ بیان مثنوی، زبان فارسی، ناظم و شاعر محمد بن ابراہیم نیشاپوری ملقب بہ فریدالدین معروف بہ شیخ عطار متوفی ۶۲۷ھ (۱۲۲۰/ ۱۲۲۹ء)، "حبیبِ خدا" مادۂ تاریخ ہے۔ زمانۂ تالیف چھٹی اور ساتویں صدی ہجری (بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی) کاتب و ناقل غیر مذکور، تاریخ کتابت (جعلی) ۹ ماہ جمیدالثانی ۱۱۴۲ھ، خطِ نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۶۰، سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۱۴٫۷ x ۲۵ سنٹی میٹر۔

آغاز: آفرین جان آفرینِ پاک را آنکہ ایمان داد مشت خاک را

اختتام: گفت عطار از ہمہ مردان سخن گر تو ہم مردی بخیرش یاد کن

کاتب کا اختتامیہ: (جعلی)، تحریر بتاریخ ۹ ماہ جمیدالثانے ۱۱۴۲ھ

مثنوی منطق الطیر متعدد بار لاہور، دہلی اور لکھنو میں شایع ہو چکی ہے۔

ACC -19

124- نزھتہ الارواح

رکن الدین حسین بن عالم بن ابی الحسن الحسینی المعروف میر فخر السادات حسینی یا امیر حسینی سادات (متوفی بعد از ۷۲۹ھ = ۱۳۲۹ء) کا دوسرا نسخہ ہے۔ پہلے نسخے کی تفصیل زیر شمارہ ۳ درج ہے۔ پہلے نسخے کی طرح یہ مخطوط بھی ۲۷ فصول میں تقسیم ہے۔ مخطوط نظم و نثر میں جامی کی لوایح کی طرح تصوّف کا رسالہ ہے جو قصص و حکایات اور اقوال متصوّفہ پر مبنی ہے۔ مقصد اصلاح باطن اور بندے اور خدا کے مابین مادیت کے دبیز اور موٹے پردے کو اٹھانا ہے۔ علاوہ نزھتہ الارواح کے اسی مصنّف کی دیگر تصانیف (۱) سی نامہ یا سی مخطوط، (۲) زاد المسافرین (اوپر نمبر ۲ الف) (۳) کنز الرموز (۴) صراط المستقیم اور (۵) طرب المجالس ہیں۔

نزھتہ الارواح کا موجودہ نسخہ ۱۰ رمضان المبارک، روز پنجشنبہ ۱۱۱۱ہجری (۱۹ فروری ۱۷۰۰ء) کی نقل ہے اور اس طرح پہلے نسخے (نمبر ۲، الف) کے مقابلے میں دو سال تین مہینے گیارہ دن پہلے کی نقل ہے۔ فولیو ۲ (الف) کے بعد عبارت کا تسلسل ٹوٹتا ہے فولیو ۲ اور تین اوپر کی جانب سے قدرے کرم خوردہ ہے اور اس لئے مرمت کے باعث متن کا کچھ حصہ ضایع ہو چکا ہے۔ کتاب کا نام نزھتہ الارواح جو مصنّف نے اختتام کے بعد رکھا اس شعر (فولیو ۸۰ الف) سے معلوم ہوتا ہے:

در آں ساعت کہ می کردم تمامش   نہادم "نزھتہ الارواح" تمامش

کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۸۲، تقطیع ۱۰X۱۹ سنٹی میٹر، خط نستعلیق مگر شکستہ آمیز،

مخطوطہ کا نام نزھۃ الارواح کاتب کے اختتامیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

ابتداء : بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتوفیقش چو روشن دیدم آواز　　سخن راہم بنامش کردم آغاز

بگو اے مرغِ زیرک حمد مولیٰ　　کہ ہست اورا سپاس و منت اولیٰ

اختتام کتاب

مرا حفاظی کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً

از حال ایشان خبری دہد محفوظ و مصئون ماند انشاء اللہ۔

کاتب کے اختتامیہ کی عبارت یہ ہے: "تمت این سطری چند مشوشی چون زلفِ دلبران

در قلم آمد واللہ اعلم بالصواب باتمام رسید بعون الملک المجید کتاب "نزھۃ الارواح" فی

التاریخ شہر رمضان المبارک سنہ ۱۱۱۱ھ روز پنجشنبہ[1] بوقت دوپہر۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　زانکہ من بندۂ گنہگارم

مخطوطے کے آخر میں ملحقہ دو اوراق پر طبِّ یونانی کے چند مجرّب نسخے تحریر ہیں۔

ACC - 3　　**نزھۃ الارواح** - 125

فارسی نثر و نظم کا صوفیانہ رسالہ ہے۔ کتاب کے مصنف رکن الدین حسینی بن عالم ابن ابی الحسن الحسینی المعروف میر فخر السادات یا امیر حسینی سادات متوفی بعد از سنہ ۷۲۹ھ مطابق سنہ ۱۳۲۹ء ہیں۔ امیر حسینی سادات ہندوستان کے ایک شہر غور کے باشندے تھے۔

---

[1] غالباً سہو کاتب ہے، کیونکہ جنتری کے مطابق ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۱۱۱۱ھ ۱۹ فروری سنہ ۱۷۰۰ء پیر کا دن ہوتا ہے یا ۲۰ فروری منگل کا دن۔ (م-ا)

شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی (متوفی بعد از سنہ ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ء) کے پوتے ابوالفتح رکن الدین سے ہرات (افغانستان) میں بیعت کی تھی۔ نزھتہ الارواح کے مقدمے کیمطابق یہ رسالہ انہوں نے ۷۱۱ھ (۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ء) کے شہور (مہینوں) میں قلمبند کیا۔ اسی مصنف کی دیگر تصانیف یہ ہیں:

(۱) سی نامہ (تیس خطوط) یا عشق نامہ۔

(۲) زاد المسافرین۔

(۳) کنز الرموز۔

(۴) روح الارواح۔

(۵) صراط المستقیم

(۶) طرب المجالس

(۷) نزھتہ الارواح کی تقسیم مضامین یہ ہے:

(۱) ابتدائی چند فولیوز حمد باری، نعت رسول اور مناقب خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہیں۔ بعد ازاں حسب ذیل فصول کا بیان ہے:

فصل اوّل در مبداء و سلوک الہی (فولیو ۱۲ - ۱۵)

فصل دوم در معرفت سلوک (۱۵ - ۲۰)

فصل سیوم در مقاماتِ سلوک (فولیو ۲۰ - ۲۵)

فصل چہارم در بدو خلقت (فولیو ۲۵ - ۲۹)

فصل پنجم در تجرید سالک (فولیو ۲۹ - ۳۲)

فصل در قاعدۂ طریقت (فولیو ۳۲ - ۳۶)

فصل بیست و ہشتم در ختم کتاب گوید (فولیو ۱۳۷ ب سے فولیو ۱۴۱ الف تک)

کتاب اور مصنف کا نام فولیو ۱۳۹ پر درج ہے اور تاریخ تصنیف فولیو ۱۴۰ اپر۔

مخطوطہ نزھت الارواح محرم الحرام ۱۱۱۳ھ ہجری روز جمعہ (مئی ۳۰، ۱۷۰۱ء) کی نقل ہے۔ کاتب محمد سعید قادری ہے اُس نے یہ نسخہ نورچشمی اسمعیل خان خلف الصدق بیرم خان جیو کے لئے تحریر کیا ہے۔

فولیو ۱۴۱، کاغذ کشمیری، فی صفحہ ۱۱ سطور۔ مخطوطہ مذکور بیچ بیچ میں اصلاح شدہ ہے۔ مجموعی حالت درست یعنی مکمل ہے۔ تقطیع متوسط۔ مخطوطے کے آخری صفحے پر پُشت کی جانب ملا افضل کا طبعزاد اپنے قلم سے تین شعری تاریخی قطعہ ہے جو اُس نے اپنے فرزند دایم خان کی ولادت پر ۱۱۱۷ھ (۱۷۰۵ء) میں یعنی تاریخ نقل کے چار سال بعد قلمبند کیا ہے۔ مخطوطہ کے ٹایٹل صفحہ پر کسی شخص غلام شاہ کی بخط نستعلیق خوش خط مہر ہے، جس کا سال ۱۱۸۱ھ (۱۷۶۷ء) ہے۔ اوپر کی جانب کچھ اور مہریں مٹا دی گئی ہیں۔ مخطوطہ کسی وقت میں ورثاء خواجہ امیرالدین پکلیوال کی ملکیت تھا، اور اس تعلق سے غالباً خود خواجہ امیرالدین مذکور کی ملکیت تھا۔ خط نستعلیق سادہ۔ سُرخیاں لال روشنائی سے۔

زیر بحث مخطوطے کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین　　　　در حمد باری عز اسمہ۔ بتوفیقش چو رویش دیدم آغاز۔

وَ لِلّٰہِ المُلکُ یغفر لمن یشاء و یُعذبُ مَن یشاءُ

اور اختتام ان الفاظ پر: "یحرفون الکلم عن مواضعہ و یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ اِلّا قلیلاً" از حال ایشان خبر می دہد۔"

اخیر پر ناقل نسخہ کی اپنی عبارت اس طرح ہے: "ایں چند سطری مشوش چوں زلف دلبرانہ پری وش علی سبیل الاستعجال در قلم آمد۔ تمت ہذا الکتاب بعون اللہ الفتاح نسخہ نزھت الارواح فی وقت الظہر فی شہر محرم الحرام ۱۱۱۳ھ ہزار و یک صد و سیزدہ من ہجر النبوۃ علیہ السلام فی یوم الجمعہ بعون اللہ تم تم تمت۔

حسب الفرمودۂ نور چشمی اسمعیل خان خلف الصدق بیرم خان جیو تحریر یافتہ کاتب الحروف محمد سعید قادری من جانب الائمۃ واللہ اعلم بالصواب ۵۵۔

126- نسمات القدس من حدایق الانس

سلسلۂ نقشبندیہ کے اصول و قواعد اور بالخصوص مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی (۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ھ = ۱۵۶۳ء - ۱۶۲۴ء) کے ملفوظات میں ایک مبسوط و مفصل رسالہ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر نقشبندی صوفیائے کرام کے مقالات و حالات بھی اس کتاب میں مندرج ہیں۔ مؤلف نے یہ مفصل کتاب ہندوستان میں دو سال قیام کے دوران لکھی ہے۔ اس کے مضامین زیادہ تر صاحب رشحات کی کتاب پر مبنی ہیں۔ مؤلف عرصۂ دراز سے متذکرہ صدر تالیف کا خواہشمند تھا اور رو بعمل نہ آرہی تھی، بالآخر ۱۰۳۱ھ میں یہ آرزو بر آئی۔

نسمات القدس دو مقالوں اور ایک مقدمہ پر مبنی ہے۔ لیکن ان دونوں سے قبل ایک تمہید ہے۔ مقالۂ اولیٰ اس سلسلۂ شریفہ (نقشبندیہ) کے بعد کے اکابر کے احوال و کوائف میں ہے، اس میں سلسلہ کے بانی خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ شامل نہیں ہیں، مقالہ دوم حضرت ایشان یعنی شیخ احمد فاروقی حنفی نقشبندی کے احوال و کوائف اور ان کی اولاد کے

بیان میں ہے. مقدمہ اس سلسلہ عالیہ کے سردار اور بانی کی علو مرتبت میں ہے اور اس میں کہ کس طرح بعد میں انہیں سے دیگر بزرگانِ کرام کا سلسلہ پھوٹا ہے. کتاب کی تمھید اتّباع سنت کی اہمیت میں ہے.

مضمون: تصوّف (متعلق بہ سلسلۂ علیۂ نقشبندیہ)، زبان فارسی، نثر، مُصنّف محمد ہاشم بن محمد قاسم کشمی بدخشی خلیفہ حضرت شیخ احمد فاروقی مجدّدی نقشبندی، سال تالیف ۱۰۳۱ھ (۱۶۲۲ - ۱۶۲۱ء)، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، لیکن قراین سے بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کی تحریر، ٹائٹل کے صفحہ پر کسی شخص فضل الجلیل کی دو مُہریں ہیں، جن کا سنہ ہجری ۱۲۵۲ (۱۸۳۹ء) ہے. یہ مخطوط اُس نے مُلّا محمد اسلم کے توسُّط سے سترہ روپیوں میں ۱۵ شوال ۱۲۲۳ھ ہجری (اتوار، دسمبر ۴، ۱۸۰۸ء) کو کسی نامعلوم شخص سے خریدا تھا. خطِ نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۵۶ (صفحات ۵۱۲)، سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع ۱۲ × ۲۲½ سنٹی میٹر.
کتاب کا دوسرا نام تذکرۃ الاولیاء بھی ہے. مخطوط نایاب اور غیر مطبوعہ ہے.

آغاز: الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی.

اختتام: گنج بیرون شدہ ز کنج خراب.

کاتب کے اختتامیہ کی بجائے اخیر پر "فضل الجلیل یارب" الفاظ کی مُہر ثبت ہے.

ACC - 251/1

۱۲۷/۱ - لغوت و مناقب منظوم نامکمل

بطرز مثنوی لغوت و مناقب میں ایک مختصر رسالہ ہے. ترتیب مضامین حسب ذیل ہے:

۱- اشعار متعلق حمد باری تعالیٰ (ص ص ۱-۴)

۲- اشعار متعلق عرفان باری تعالیٰ (۴-۶)

۳۔ نعتِ رسول مقبولؐ (۶ - ۹)

۴۔ منقبتِ ابوبکر صدیقؓ (۹-۱۱)

۵۔ منقبتِ عمر فاروقؓ (۱۲-۱۳)

۶۔ منقبت خلیفۂ سومؓ (۱۳ - ۱۵)

۷۔ منقبت خلیفۂ آخرینؓ (ص ص ۱۵ و ۱۶)

۸۔ غفلت سے ہوشیاری اور ترکِ دنیا کے متعلق اشعار (۱۶ سے اخیر تک جو نامکمل ہے۔)

مضمون تصوّف و معرفت بشکل مثنوی، زبان فارسی، شاعر و ناظم مسکین، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب و ناقل بوجہ عدم تکمیل نامعلوم، خط نستعلیق متوسط صاف و روشن، کاغذ کشمیری، فولیوز ۱۶، اوسط تعداد اشعار فی صفحہ ۱۶، تقطیع ۱۵٫۲ x ۲۳٫۵ سنٹی میٹر۔ مخطوطہ روضۃ السلام از شرف الدین زہگیر کے ساتھ مجلّد ہے۔

آغاز: حمد لک یا واھب فیاض جود　　واجب است بر ذاتِ پاک تو سجود

آخری شعر: روی گردان بود اندر چہل سال
　　از جمالش بود جانش در ملال

روضۃ السلام کا مخطوطہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

ACC -251/2

روضۃ السلام　-127/2

مُلّا عبد السلام وکیل بادشاہ کشمیری کے حالات و کوایف میں ایک جامع اور مکمل رسالہ ہے۔ مُلّا عبد السلام مراد الدین خان کے برادر عینی تھے۔ پشاور میں علوم ظاہری کی تکمیل کر کے کشمیر لوٹے اور یہاں حافظ عبد الغفور کشمیری کے مرید ہوگئے۔ بھائی مراد الدین خان کی بدولت محکمہ جات

کشمیر کی وکالت کے منصب پر فایز ہوئے۔ ۱۰ ارشوال المکرم ۱۱۸۱ھ (۲۵ جون اتوار ۱۷۵۸ء) کو وفات پاکر محلۂ گوجوار سرینگر کشمیر میں دفن ہوئے۔

روضۃ السلام ایک مقدمہ، پندرہ روضہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ تفصیل یہ ہے :

مقدمہ در اظہار و بیان فضایل سعداء و نیکان و ترغیب و تحریک بر محبت پیران و درویشان۔

روضۂ اول در دایرۂ اولیٰ کہ کنایت از مرتبۂ امکان است۔

روضۂ دوم در دایرۂ ثانیہ کہ کنایت از ولایت صغریٰ است۔

روضۂ سوم در دایرۂ ثالثہ کہ کنایت از ولایت کبریٰ است۔

روضۂ چہارم در ولایت عُلیا۔

روضۂ پنجم در کمالات نبوّت، روضۂ ششم در مقام قیومیت، روضۂ ہفتم در مقام خُلّت، روضۂ ہشتم در ولایت موسویہ، روضۂ نہم در ولایت محمدیّہ، روضۂ دہم در ولایت احمدیہ، روضۂ یازدہم در مقام خاص، روضۂ دوازدہم در حقیقت کعبہ، روضۂ سیزدہم در حقیقت قرآن، روضۂ چہاردہم در حقیقت صلوۃ، روضۂ پانزدہم در مقام عبودیت صرف اور خاتمہ در مراتب نزول۔

مضمون تصوّف و معرفت بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ کے متعلق، زبان فارسی نثر، مصنّف شیخ شرف الدین زہگیر، متوفی غرّۂ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ (جمعرات، اکتوبر ۲۹، ۱۸۲۹ء) مدفون در محلۂ گوجوارہ، سرینگر کشمیر، مقبرہ مُلّا عبدالسلام پیر خود، تاریخ وفات فقرہ "فیض قادری" (۱۲۴۵ھ) ہے۔ زمانۂ تالیف انیسویں صدی کا آغاز، ناقل و تاریخ کتابت غیر مذکور لیکن تقریباً پچاس سالہ پرانی نقل، خط نستعلیق صاف و روشن، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۳۶ (لیکن فولیو ۸۹ سے اخیر تک دوسرے قلم کا استعمال) تعداد سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع: ۱۵.۲ × ۲۳.۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد می گوید فقیر حقیر سراپا تقصیر شیخ شرف الدین محمد عرف زہگیر بن خواجہ محمد ابراہیم کشمیری عفی اللّٰہ عنہما۔

اختتام: از ایشاں ہمتی باید طلب نمود و مددی باید جُست ...... یہاں سے اگلے صفحہ پر "تاعنایت" تھا جو موجود نہیں ہے، اور اس اعتبار سے ناقص الآخر۔

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

Acc-299

128- نفحات الانس من حضرات القدس

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللّٰہ بن محمد انصاری ہروی نے حقایق و معارف صوفیہ پر مشتمل کتاب ایک مجموعہ قلمبند کیا تھا، لیکن چونکہ یہ مجموعہ قدیم ہروی زبان میں تھا اور عوام کی سمجھ سے باہر، اس لئے نفحات الانس اُسی مجموعہ کا عام فہم فارسی ترجمہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اصل کے مقابلے میں اس میں تواریخ ولادت اور وفات کے اضافے بھی ہیں۔ نفحات الانس نویں صدی ہجری (پندرھویں صدی عیسوی) کے نامور وزیر امیر نظام الدین علی شیر نوائی کے نام پر معنون ہے۔ کتاب کا پورا نام "نفحات الانس من حضرات القدس"، لیکن عوام میں صرف نفحات الانس کے نام سے مشہور ہے۔ اصل مقصد پر آنے سے پہلے ولایت، معرفت، صوفی، متصوف، توحید، ولایت، معجزہ اور کرامت اور استدراج میں فرق، اثباتِ کرامتِ اولیاء، انواع کرامات و خوارق عادات اور لفظِ صوفیہ کی تاریخ پر ایک طویل مقدمہ ہے۔ بوجہ شہرت اور مقبولیت کے نفحات الانس کے قلمی نسخے تقریباً دنیا کی ہر ایک لائبریری میں محفوظ ہے۔ نفحات الانس دہلی، لکھنو، لاہور، تہران اور ترکی میں چھپ چکی ہے۔ صوفیائے کرام کے حالات و کوایف اور اُنکے

اقوال و اعمال کے سلسلے میں یہ کتاب سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

مضمون معارف و حقایق تصوّف، زبان فارسی نثر، مؤلف نور الدین عبد الرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم الحرام ۸۹۸ھ بعمر ۸۱ برس (۸ نومبر ۱۴۹۲ء)، تاریخ تالیف ۸۸۳ھ (۱۴۷۹/ ۱۴۷۸ء) جیساکہ کتاب کے اختتام پر اس مصرع سے مفہوم ہے۔ درہشتصد و ہشتاد و سہ گشت تمام۔ کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت غرّہ ربیع الاول ۱۰۸۱ھ (شنبہ جولائی ۹، ۱۶۷۰ء)، کاغذ غیر کشمیری خط نستعلیق باریک سادہ، فولیو ۳۰۸ (صفحات ۶۱۶)، سطور فی صفحہ ۱۶، تقطیع ۱۵½ × ۲۵½ سنٹی میٹر۔ مخطوط ۱۲۸۲ھ (۶۶/ ۱۸۶۵ء) میں بذریعہ خریداری امرتسر، پنجاب سے کشمیر پہنچا ہے۔

آغاز: الحمد للّٰہ الذی جعل مرائی قلوب اولیائہٗ مجالی جمال وجہہ الکریم۔

اختتام: والحمد للّٰہ علی الاتمام والصلوٰۃ علی خیر الانام و آلہ البررۃ الکرام والسلام۔

کاتب کا اختتامیہ: بتاریخ غرّہ ربیع الاوّل ۱۰۸۱ھ ثمانین و احدیٰ، تمت الکتاب بعون الملک الوہّاب۔

ACC-112/1

129/1- وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول

قطب الاقطاب شیخ سید عبد القادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء) کے عربی درود "اکسیر الحوائج و تریاق الاکبر" المعروف بہ کبریت الاحمر کی فارسی شرح و تفسیر ہے۔ شارح کشمیر کے مشہور مورخ اور صوفی باصفا، خواجہ محمد اعظم دیدہ مری (موجودہ نام بیاری پورہ، عیدگاہ سرینگر کشمیر) ہیں۔ خواجہ محمد اعظم، خواجہ خیر الزمان کے فرزند تھے۔ ۱۱۰۳ھ ہجری (۱۶۹۲/ ۱۶۹۲ء) میں محلہ دیدہ مر سرینگر میں پیدا ہوئے۔ اور ضعف گردہ کے باعث ۱۰ محرم الحرام

(روزِ عاشورہ) ۱۱۷۹ھ (سنیچر، ۲۹ جون ۱۷۶۵ء) کو دارِ فانی سے رخصت ہو کر مزارِ دیدہ مری میں دفن ہوئے۔ "ضعف گردہ" سے خود اپنی تاریخِ وفات کہی ہے۔

"وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول" کی ترتیبِ مضامین یہ ہے :

۱۔ مقدمہ مشتمل بر دو قسم۔ قسم اوّل در بیان شمۂ از شمایل خصایل معظمہ مقدسہ قسم دوم در مجلی از فضایل صلوات بر سید کائنات۔

۲۔ باب اوّل در شرح الفاظیکہ از متن درود مشتمل است۔

۳۔ باب دوم در حلّ عباراتیکہ حاویست بر معجزات عالیات۔

۴۔ باب سوم در تحریر معانیٔ صلوٰۃ و دعا۔

۵۔ باب چہارم در ذکر آل و اہل بیت و اصحاب آن محبوب رب الارباب۔

۶۔ خاتمہ در بیان درود آخر نسخہ۔

۷۔ مضمون تصوّف و درود و اذکار، زبان فارسی، نثر، شارح خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، تاریخ شروع سال ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء)، تاریخی نام اعظم الوسایل، نام ناقل غلام احمد کوہامی امام خانقاہ فیض پناہ حضرات خواجگان عالیشان نقشبندیہ، تاریخ نقل در شہر کشمیر (سرینگر) ۱۱ محرم الحرام ۱۲۸۶ھ (جمعہ ۲۵ اپریل ۱۸۶۹ء)۔

تعداد اوراق ۱۳۲، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۷½ × ۱۰½ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری خطِ نستعلیق عمدہ باریک، حالت عمدہ۔

مخطوطہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اُس نسخہ کی نقل ہے جو بقولِ ناقل ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۵۸ھ (۱۸ مئی روز سنیچر، ۱۷۴۵ء) میں لکھا گیا تھا۔ اس وقت شارح عینِ حیات تھا۔

وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول کے متعدد قلمی نسخے محکمہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں و کشمیر

سرینگر میں ہیں۔

آغاز : الحمد للّٰہ الذی ارسل رسولہٗ بالھُدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کُلّہٖ۔

اختتام: اعظم است از دو کون مستغنی بعطائیتو یا رسول اللّٰہ

تمت الکتاب بعون الملک الوہاب

ناقل کا اختتامیہ :

تمام شد کتاب مستطاب مسمّیٰ بہ " وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول " از دست غلام احمد کوہامی امام خانقاہ فیض پناہ حضرات خواجگانِ عالیشان نقشبندیہ در شہر کشمیر بتاریخ یازدہم ماہ محرم الحرام ۱۲۸۶ھ۔

مخطوطہ " روض الاخضر فی شرح کبریت الاحمر " کے ساتھ مجلّد ہے۔

ﻟﻪ محمد اعظم دیدہ مر کے قبرستان میں دفن نہیں ہیں، بلکہ بلہ کھاہ میں نمدہ گری محلہ کے متصل اُن کی اور اُن کے والد خیر الزمان کی قبریں ہیں جو محکمہ آثار قدیمہ کشمیر کی تحویل میں ہیں۔ (م۔ی۔ٹ)

Acc-112/2

۱۲۹/۲ روض الاخضر فی شرح کبریت الاحمر

یہ بھی قطب الاقطاب شیخ سیّد عبد القادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء) کے عربی درود " اکسیر الحوائج و تریاق الاکبر " المعروف بہ کبریت الاحمر کی فارسی شرح ہے۔ شارح کتاب مُلّا محمد سعید گنٖدسو دوم مشہور بہ بخاری ہیں۔ مُلّا محمد سعید مُلّا عبد السلام

وسیلے کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے کبریت الاحمر کی دو شرحیں لکھی تھیں۔ ایک عربی میں اور ایک فارسی میں۔ یہ اُن کی فارسی شرح ہے۔ مُلاّ سعید گندسو سنہ ۱۱۹۸ھ (۱۷۸۳ء-۱۷۸۴ء) میں فوت ہو کر مُنڈاہ (جنوبی کشمیر) میں دفن ہوئے۔ "سعیدِ ازل شد بجنّت روان" تاریخ وفات ہے۔ روضۃ الاخضر سیّد غلام شاہ متوفی ۱۸ر جمادی الثانی ۱۲۰۳ھ (۱۶ر مارچ، پیر ۱۷۸۹ء) کے نام سے معنون ہے۔ مخطوطہ بلا کسی ترتیب و تمہید کے بیان کے شرح کے ساتھ شروع کر دیا گیا ہے

مضمون درود و اذکار، زبان فارسی نثر، شارح مُلاّ سعید الدین عرف گندسو، تاریخ اتمام سلخ رجب سنہ ۱۱۹۱ھ (ستمبر ۳ر، روز بدھ، ۱۷۷۷ء)، ناقل (غالباً) غلام احمد کو بیاہمی، امام خانقاہ فیض پناہ حضرات خواجگانِ عالی شان نقشبندیہ، تاریخ نقل ۲۰ر ماہ صفر سنہ ۱۲۸۶ھ (یکم جون، روز منگل ۱۸۶۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
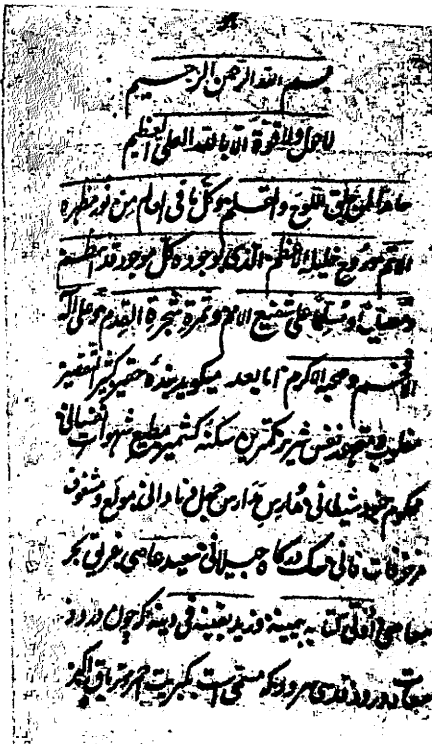
تعدادِ اوراق ۶۸، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ½۱۰ × ½۷ انچ سنٹی میٹر کاغذ کشمیری، خطِ نستعلیق باریک عمدہ، حالت عمدہ۔ وسیلۃ الوصول إلی دیار الرسول کے مخطوطہ کے ساتھ مجلّد ہے

مخطوطہ نایاب ہے اور اس کی دوسری کاپی کشمیر کے کسی دوسرے مجموعۂ مخطوطات میں دستیاب نہیں ہے۔ بقول ناقل یہ نقل اُس نسخہ سے ماخوذ ہے جو شارح نے اپنے

دستخط سے سلخ (آخری ہر روز ہے ہر ماہ کا) رجب المرجب ۱۱۹۱ھ میں لکھا تھا۔

ابتداء : لا حول ولا قوۃ إلا باللہ العظیم، حامداً لمن خلق اللوح والقلم وکل ما فی العالم من نور مظہرہ الاتم وروح خلیلہ الاعظم الذی بوجودہ کل موجود قد انتظم۔

اختتام : وعلی آلہ واصحابہ الہادین إلی سبیل الرشاد وطریق الاستر شاد وختم لنا بالخیر والسعادۃ بحرمۃ محمد وآلہ الامجاد، آمین یارب العالمین۔

ناقل کا اختتامیہ نوٹ : تمام شد شرح درود سعادت ورود المسمّیٰ بہ روض الاخضر فی شرح کبریت الاحمر بتاریخ بیستم ماہ صفر ۱۲۸۶ھ ہزار دوصد وہشتاد وشش ہجری، اللہم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ۔ نقل برداشتہ شد از نسخۂ کہ بدستخط شارح بود و تاریخ اتمام آن سلخ رجب المرجب ۱۱۹۱ھ بودہ والحمد للہ علی کل حال و این بیت۔

تاریخ وفات ملّا سعید الدین عرف گندسو شارح این درود است :

وفاتش خرد بادلِ سیف گفت   سعیدِ ازل شد بجنت روان

ACC -241

130- ہفت اورنگ

یہ مجموعہ جامی کی سات مثنویوں میں سے جنہیں ہفت اورنگ یا سبعۂ جامی کہا جاتا ہے، چار حسب ذیل مثنویات پر مشتمل ہے۔

۱۔ سبحۃ الابرار ۔ یہ منظومہ حمد خدا و نعت رسول اور منقبت بہاؤ الملۃ والدین خواجہ محمد بخاری نقشبندی کے بعد بیس مقالوں پر مشتمل ہے، تعداد صفحات ۴۴، تعداد ابیات ۱۸۰۴۔

۲ ۔ یوسف زلیخا، ۹۵ صفحات۔ تعداد ابیات تقریباً ۴۰۰۰۔

۳ ۔ سبحۃ الابرار، چالیس عقود، ایک مناجات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ تعداد ابیات تقریباً تین ہزار۔

۴ ۔ سلسلۃ الذہب تین دفتر، دفتر اول ۹۴ صفحات، تعداد ابیات ۴۱۱۳۔ دفتر دوم ۵۴ صفحات، تعداد ابیات ۱۷۲۰، دفتر سوم ۲۸ صفحات، تعداد ابیات تقریباً ۱۱۵۰۔ یہ دفتر معدلت پیشہ کی تعریف اور ظلم شعار لوگوں کی مذمت میں ہے۔

مضمون تصوف، زبان فارسی بطرز مثنوی، ناظم نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم ۸۹۸ھ = جمعرات، ۸ نومبر ۱۴۹۲ء، زمانہ تالیف پندرھویں صدی عیسوی، کاتب عبداللہ تاریخ تحریر بالترتیب، ۱ ماہ مبارک رمضان وقت چاشت ۱۲۶۴ھ (جمعرات، ۱ اگست ۱۸۴۸ء) بدھ، ۲۰ جمید الثانی ۱۲۶۴ ہجری (۲۴ مئی ۱۸۴۸ء)، ۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۴ ہجری (بدھ ۲۳ اگست ۱۸۴۸ء)، اور منگل ۱۴ جمید الاول ۱۲۶۴ ہجری (۱۸ مئی ۱۸۴۸ء) خط نستعلیق خفی، چار کالمی تحریر، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوسط سطور فی صفحہ ۲۲، تقطیع: ۱۸.۵ × ۲۹ سنٹی میٹر۔

آغاز: حامداً لمن جعل جنان کل عارف مخزن اسرار کمالہ، ولسان کل واصف مطلع انوار جمالہ۔

اختتام: بر ہمیں نکتہ ختم شد مقصود   للہ الحمد والعلی والجود

کاتب اختتامیہ: الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ الحمد للہ دفتر سیوم سلسلۃ الذہب بتاریخ چہار دہم شہر جمید الاول یوم سہ شنبہ تمام شد ۱۲۶۴ ہجری۔

الٰہی ہر آنکس کہ ایں خط نوشت　　عفو کن گناہ و عطا کن بہشت
الٰہی بیامرز خوانندہ را　　عفو کن گناہ نویسندہ را

131- اوم نامہ منظوم

شری رام چندر کے پیر شری بششٹ کی تیرہ نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن نصایح و پند کے آغاز سے قبل لفظ "اوم" کی منظوم تعریف ہے۔ یہ ہر ورق کا تاج، خدا کا اسم اعظم، گھر کی شمع اور روشنیٔ جان وغیرہ ہے۔ اوم جامع اسماء و صفات باری تعالیٰ ہے۔ "اوم نامہ منظوم" میں بششٹ کی تیرہ نصیحتیں یہ ہیں:

۱۔ پران کا ورد اور تعلیم ۲۔ حبس نفس ۳۔ شبد کا کلام خدا ہونا ۴۔ نغمہ و ناقوس کی اہمیت ۵۔ اسم و کلام نتیجۂ شبد ہے ۶۔ برہم (برھما) اور اس کی تعریف ۷۔ اشیاء کا مُقید ہونا ۸۔ سوال ارجن پیش شری کرشن ۹۔ نور خدا کا بیان ۱۰۔ انسان کی ذات کا خود چمن ہونا ۱۱۔ بششٹ کا رام چندر کو ترک دنیا کی تعلیم دینا ۱۲۔ آتما اور اس کی اہمیت ۱۳۔ معرفت حق۔

مضمون ہندو ویدانت (تصوف)، زبان فارسی منظوم بطرز مثنوی، مصنف نامعلوم زمانۂ تصنیف نامعلوم، کاتب بلیدر ناگامی، تاریخ کتابت ۱۸ ماہ اسوج سنہ ۱۹۸۲ بکرمی = ۱۸۲۵ء صفحات ۲۶۔ اسی کے ساتھ ملحق نسخۂ بنوالی منظوم ہے۔

مضمون: ویدانت (تصوف) متعلق بہ وحدت الوجود، زبان فارسی بطرز مثنوی مصنف بنوالی رام متخلص بہ ولی، تاریخ تصنیف ۱۹۸۲ بکرمی = ۱۸۲۵ء۔ کاتب بالک رام ساکن ناگام، کشمیر، ۱۹ ماہ کاتک سنہ ۱۹۸۴ بکرمی = ۱۹۲۷ء، خط نستعلیق معمولی، کاغذ مشینی،

سطور فی صفحہ ۲۱، تقطیع ۲۰½ × ۳۴½ سنٹی میٹر۔ صفحات ۵۵۔

آغاز: اوم بود تاج سر ہر ورق اوم بود اعظم اسمائے حق

اختتام: ھمانا نباشیم محروم من ھما ذرہ نہ لکت تا شوم آرین

کاتب نسخۂ بنوالی کا اختتامیہ: تمام شد نسخۂ بنوالی بقلم بندۂ صغیر بالک رام سکنہ ناگام سہو و خطایم عطا فرمایند۔

132- رامائن فارسی

برہما جیو کی طرف سے نارد ریشی کے اُن چند خدشات کا جواب ہے جو مؤخر الذکر نے کلیوگ میں لوگوں کی جانب سے دیکھے تھے۔ اُس کے خیال میں اکثر لوگ قبایح اور افعال ناشائستہ کا ارتکاب کرتے ہوئے بیگانوں کی عورتوں پر نظر بد ڈالتے ہیں، عورتیں بجائے اپنے خاوندوں کی اطاعت گذاری کے دوسروں کے جال میں پھنسی ہوئی ہیں، مایا جال نے سب کو مبتلا کر رکھا ہے۔ برہما جیو نارد ریشی کو جواب دیتا ہے کہ ہر وہ شخص جو شری رام کے اوصاف حمیدہ خود میں پیدا کرے، عالم فانی میں نجات پا کر مسند نشین کشور عالم باقی ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص پر کلرجوگ (کلجگ) کی آلودگی مطلق اثر انداز نہ ہوگی۔ رامائن کے مطابق ایک روز شری مہا دیو جی کیلاش پربت کے اوپر براجمان تھے کہ ماتا پاروتی نے پوچھا کہ اے مہا دیو لوگ شری رام جی کو نارائن (خدا) کا اوتار (مظہر) کہتے ہیں، اگر یہ بات ہے تو سیتا نامی ایک عورت کے پیچھے کیوں آشفتہ حال ہوا، اور اگر اوتار نہیں تھا تو پرستش کس لئے۔ بقیہ کتاب شری مہا دیو جی کی جانب سے پاروتی کے اسی سوال کا جواب اور شری رام کی داستان ہے۔ نارد ریشی نے بموجب اوگرہ ریشی یہ سوالات برہما جی سے آسمان ہفتم پر جا کر دریافت کئے تھے۔ یہاں چاروں بید ریشیوں کی خوبصورت شکل میں

جلوہ گر ہوئے تھے۔

مضمون: ویدانت (تصوّف) یا وحدت الوجود، زبان فارسی نثر ترجمہ از سنسکرت مصنّفِ اصل پردمن پنڈت، مترجم گوپال کول ولد گوبند کول دفتری، ساکن شہر سرینگر، محلہ زیندار صاحب، تاریخ ترجمہ نا معلوم، تاہم عہد مہاراجہ رنبیر سنگھ، کاتب کرشنہ بٹ ساکن واگام تحصیل پرتاپ سنگھ پورہ، تاریخ ۲۰ ماہ پھاگن ۱۹۶۶ سنہ بکرمی (۱۹۰۹ء) بروز ماوتی ہفت ام صفحات ۱۳۰، کاغذ مشینی، خط نستعلیق معمولی۔ اسی کے ساتھ ملحق معرفت و وحدت الوجود میں منظوم نسخہ بنوالی فارسی ہے (ص ص ۱۳۰ سے ۱۵۲ تک) کاتب سومہ بٹ واگام، تاریخ ۱۵ چیت ۱۹۷۰ سنہ بروز رلودسی (۱۹۱۳ء) کاغذ مذکورہ بالا، تقطیع ۱۹٫۴ × ۳۲٫۴ سنٹی میٹر

آغاز: حمد و سپاس بے حد سزاوار درگاہ یگانہ است کہ جمیع ذات مکنونات را از کتم عدم بمنصۂ وجود آوردہ۔

اختتام: عشق ناخام است پردۂ ناموس تنگ۔

کاتب کا اختتامیہ: این نسخہ ترجمۂ بنوالی از دست غلام سومہ بٹ واگام بتاریخ ۱۵ چیت ۱۹۷۰ سنہ بکرمی بروز رلودسی تحریر یافت۔

ACC -103

سرِّ اکبر -۱۳۳

شاہ جہاں کے بڑے فرزند محمد داراشکوہ مقتول (۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ سنہ ھ مطابق منگل ۲۸ اگست ۱۶۵۹ء) کا فارسی ترجمہ ہے جو اُس نے چھ ماہ کی مدت میں ۲۶ ماہ رمضان روز دوشنبہ ۱۰۶۷ سنہ ھ (جون ۲۹، ۱۶۵۷ء) کو شہر دہلی میں بکمنود کے مکان پر مکمل کیا تھا۔ عجائب اتفاق سے ہے کہ چاروں وید زمین سے ناپید ہو چکے تھے اور اُسی روز دوبارہ اُن کا وجود عمل میں آیا۔

دارا شکوہ نے اُپنشدوں کا فارسی ترجمہ اپنے پیر و مرشد مُلّا شاہ کے ایماء سے کیا تھا۔ سنہ ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰ء) میں دارا شکوہ کشمیر جنت نظیر میں تھا۔ وہاں اُس کی مُلاقات مُلّا شاہ سے ہوئی۔ مُلّا شاہ چونکہ متصوّف سے تھے اور دارا شکوہ کو خود بھی توحید کی تلاش تھی، اس لئے اُپنشدوں کو بزبان فارسی منتقل کرکے، سِرّ اکبر سے انہیں موسوم کیا۔ سِرّ اکبر متعدد بار ہندوستان و ایران میں چھپ چکا ہے۔ اس کے متعدد قلمی نسخے محکمۂ تحقیق و اشاعت کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ قدیم پنڈتوں کے گھرانے بھی اس کتاب کے وجود سے بے بہرہ نہیں ہیں۔ دارا شکوہ نے یہ ترجمہ بنارس کے پنڈتوں اور برہمنوں کی معاونت سے کیا تھا۔

خط نستعلیق شکستہ، فی صفحہ سطور ۱۶، تعداد اوراق ۱۷۸، تقطیع ۱۲×۱۸ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری، مضمون تصوّف، زبان فارسی نثر، نام کاتب نامعلوم، لیکن کشمیری پنڈت۔

کتاب را نام سِرّ اکبر صفحہ ۳، سطر ۱۲ کے شروع میں درج ہے۔ دارا شکوہ نے یہ کتاب اس لئے لکھی تھی تاکہ ویدانتا اور اسلامی تصوّف کو ایک دوسرے کے قریب لاکر فرقہ وارانہ بھید بھاو ختم کیا جائے۔ اس کا اظہار ترجمہ کے طویل مقدمہ میں تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں بطور فہرست ۵۱ اپنکھتوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ عنوانات سُرخی سے دئے گئے ہیں۔

تاریخ کتابت ماہ بہادوں سمہ ۱۸۸۸ بکرمی (۱۸۳۱ء) بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ۔

حالت انتہائی دُرست۔

آغاز: "یا وہاب

حمد ذاتے کہ لفظ بای بسم اللہ و جمیع کتب سماوی از اسرار قدیم اوست الحمد اللہم کہ ام الکتاب است در قرآن مجید اشارہ باسم لفظ اوست و جمیع ملائک و کتب سماوی و انبیاء و اولیاء ہمہ مندرج درین اسم است۔"

اختتام: " تمام شد کھنڈ نہم اپنکھت نرسنگ زبر نامی کہ نہایت وقت دارد منتہائے مراتب توحید و تصوف است بمطالب گیان وصوفی آخر اتھربن بید است و اتھربن بید ہم آخر ہر بید است اپنکھت پنجاہم تمام شد"

کاتب کا فارسی نوٹ :

" آمین آمین تمام شد اپنکھتہائے ہر چہار بید در ماہ بہادون سمت ۱۸۸۰ بجہت حصول صواب (ثواب) دارین مرقوم نمود شد' امید کہ بدعائے خیر طالبان راہ معرفت حق و خوانندگان این "سرّ اکبر" از تعلقات دنیاے غدار رستہ واصل بحق گردد۔ اگر در عبارت سہو و خطا بظہور رسیدہ باشد عفو و صفو (صفح) نمایند۔

سرّ اکبر -134

ہندؤں کی مقدس کتاب اپنشد یا اپنکھت کا فارسی ترجمہ ہے۔ اپنشد ہندوں کی چار آسمانی کتابوں یعنی رگ بید' ججر بید' سام بید اور اتھر بید کا خلاصہ ہے اور اسی کو اپنشد کہتے ہیں۔ اپنشدوں کا یہ ترجمہ سنسکرت سے فقیر بے اندوہ محمد دارا شکوہ نے بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ء) میں کیا تھا، لیکن اس کی تحریک ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰ء) میں اس وقت ہوئی تھی جب کشمیر میں حقایق آگاہ ملّا شاہ کے پاس تھا۔ ملّا شاہ تصوف کے سمندر کے شناور تھے اور دارا شکوہ کو اُن سے اعتقاد شدید تھا۔ دارا شکوہ نے یہ ترجمہ خالصاً لوجہ اللہ کیا ہے، اور مقصود ہندو مسلم تصوف کا ملاپ ہے۔ دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ مطابق منگل ۲۸ اگست ۱۶۵۹ء کو اورنگ زیب کے حکم سے قتل ہو کر مقبرۂ ہمایوں دہلی میں دفن ہوا۔ سرّ اکبر آقائے علی اصغر حکمت سفیر کبیر ایران در ہند کے توسط سے ایران میں چھپ

چکا ہے۔ اس کے نسخہ جات ہندوستان کی قلمی لائبریریوں میں بکثرت دستیاب ہیں۔ اسکا ایک نسخہ محکمۂ تحقیق و اشاعت سرینگر میں زیر نمبر ۴۱۹ محفوظ ہے۔

مضمون ہندو ویدانت (تصوّف) جو وحدت الوجود سے عبارت ہے۔ مترجم محمد دارا شکوہ فرزند شاہ جہاں، تاریخ ترجمہ بیر ۲۶، ماہِ مبارک رمضان ۱۰۶۷ھ (۲۸ جون ۱۶۵۷ء) کاتب و ناقل نامعلوم، لیکن انتہائی جدید نقل تقریباً چالیس برس پرانی، کاغذ مشینی، تعداد صفحات ۲۵۶، سطور فی صفحہ ۱۵، خط نستعلیق سادہ، تقطیع ۱۶ x ۳، ۲۴ سنٹی میٹر۔

ابتداء : اوم نمو نارایناے اوم نمو براہمنی

حمد ذاتیکہ نقطۂ بائے بسم اللہ در جمیع کتب سماوی از اسرار قدیم اوست والحمد کہ اُم الکتاب است در قرآن مجید اشارہ باسم اعظم اوست۔

اختتام : بدنیکہ مرکّب از پنج عنصر ست حواس ظاہری و باطنی و محسوسات آنہا را گذاشتہ ترک نتیجہ عمل را چلہ کردہ و استقامت را کمان ساختہ و گذاشتن انانیت را ......

ACC-33

۱۳۵- شری بھاگوت

اس کا دوسرا نام مہا پُوران بھی ہے۔ شری بھاگوت یا مہا پُوران بارہ اسکندھ (ابواب) پر مشتمل ہے۔ مصنّف نے شری بھاگوت کے مضامین نارو اکھیشر کی زبان سے اور اُس نے شری برہما جیو (جی) سے استفادہ کئے ہیں۔ بعد ازاں مصنّف نے انہیں شری شکھدیو رکھیشر کو سنائے اور شری شکھدیو نے راجہ پریخیت سے انہیں بیان کیا۔ ہندو اساطیر (Mythology) کے مطابق جو شخص بھی اس مہا پوران کو کہے گا، پڑھے گا یا گوش ہوش سے سُنے گا، نجات ابدی (مُکتی) پا کر قائم مقام شری مہاراج کے ہو جائے گا۔ نیز مہا پوران کے بغور سُننے سے تین دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔

یہ تین دُکھ ہیں اپنے وجود کی بیماری، منحوس ستارہ کا جو نصیب میں ہے بے اثر ہونا، اور ظاہر و باطن کا تلخی سے پاک ہونا۔ اس سے جنّت کا میوہ امرت پھل اور چنتا من رتن جو شیشہ ناگ کے سر پر ایک ہیرا ہے ملتا ہے۔ شری مہا بھاگوت شری مہاراج پورکھ کی لیلا (شان و کیفیت) کے بیان میں ہے۔

مضمون: ہندو ویدانت (تصوّف) یا وحدت الوجود، زبان فارسی ترجمہ از سنسکرت، اصل کا مصنّف شری ویدہ ویاس منیشرجی، مترجم فارسی نامعلوم، لیکن اغلباً کشمیری پنڈت، کاتب کا نام دانستہ طور مٹا دیا گیا ہے، تاریخ کتابت ۲۴ ماہ ساون ۱۹۴۵ء بکرمی (جولائی ۱۸۸۸ء) خط نستعلیق کاغذ کشمیری، صفحات ۱۸۲، سطور فی صفحہ ۲۱، تقطیع ۱۸.۵ × ۳۰ سنٹی میٹر۔

شروع: اوم (بحروف سنسکرت): اوم نمو شری بھگوتی واشدیوای نمو نمہ:

بنام او کہ او نامی ندارد — بہر نامی کہ خوانم سر بر آرد

بہر رنگی کہ بینم رنگ نیکواست — بہر صورت کہ بینم صورت اوست

خاتمہ: حسب الفرمودہ شری برہما بید ویاس جیو در شری بھاگوت فرمودہ است از آن قرار ہر یکی بجا آرند در عمل دیگری دخل نکند کہ تا بایں وسیلہ مکت خواہند شد و کلجگ بر و دخل نتواند کرد بتوفیقات عنایات بیغایات شری مہاراج جیو از مکروہات مبرا شدہ بدرشن مہاراج واصل شوند۔

کاتب کا اختتامیہ: ادھیائے ششم از دوازدش اسکند آدم اسی شری کتاب بھاگوت بدپاسے شری مہاراج دھرم ارتھ کاموکھ نصیب گرداند، دولت صورت و معنوی میسر سازد، اوم نمو نارا ینای۔

عاقبت محمود باشد در جہان — ہر کہ آرد در رقم ایں داستان

مرقوم بتاریخ ۲۴ ماہ ساون ۱۹۴۵ء بکرمی از دست حقیر... باتمام تحریر یافت

بعد کے تین صفحات پر چار یگوں، سنسکرت زبان کی گنتی، حقیقت ہفت سمندر، طول و عرض کوہ اور تقسیم عمر جانداران کا بیان ہے۔

ACC-46

136- شری مہا بھاگوت

اس کا دوسرا نام مہا پوران بھی ہے، ہندو ویدانت (تصوف) کی اہم اور قابل اعتماد تصنیف ہے۔ شری مہا بھاگوت جو اصل سنسکرت کا فارسی ترجمہ ہے، شری مہاراج بیاس پور کی تصنیف ہے۔ ہندومت میں بھاگوت پوران کی حیثیت وحی یعنی الہامی کتاب کی ہے۔ سنسکرت سے فارسی میں مترجم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ جہاں تک شری مہا بھاگوت کے مضامین کا تعلق ہے، ہندوؤں کی یہ مقدس کتاب بارہ اسکند (ابواب) میں منقسم ہے اور ہر اسکند کے تحت چند ادھیائے (فصول) داخل ہیں۔ اسکند اور ادھیاؤں کے آغاز سے پہلے بطور مقدمہ آغاز آفرینش کا بیان ہے۔ پھر زمانے کے مختلف ادوار میں تقسیم اور بعد ازاں ہر مہینے کے اوصاف بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ شری مہا بھاگوت کا ترجمہ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ مترجم نے سنسکرت کی اہم مذہبی اصطلاح جو برہمنوں میں مروّج ہیں جوں کی توں برقرار رکھی ہیں۔ ترجمہ گو کہ سلیس اور صاف ہے، مگر اس کے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہندوؤں کی مذہبی اور سماجی اصطلاحوں کا جاننا از بس ضروری ہے۔ بلحاظ فولیو شری مہا بھاگوت کے اسکندوں کی تقسیم یوں ہے:

اسکند اول (فولیو ۴ الف سے فولیو ۱۸ الف تک) اس اسکند میں ۱۷ ادھیائے ہیں

اسکند دوم۔ سات ادھیائے پر مشتمل ہے (فولیو ۱۸ الف سے فولیو ۲۳ الف تک)

اسکند سوم چودہ ادھیایوں پر مشتمل ہے (فولیو ۲۳ الف سے فولیو ۳۴ ب تک)

اسکند چہارم ۱۳ ادھیایوں پر مشتمل ہے (فولیو ۳۴ ب سے فولیو ۴۸ ب تک)

اسکند پنجم چھ ادھیائے کا حامل ہے (فولیو ۴۸ ب سے فولیو ۵۴ الف تک)

اسکند ششم دس ادھیائے ہے (فولیو ۵۴ الف سے فولیو ۶۰ ب تک)

اسکند ہفتم ۱۲ ادھیائے ہے (فولیو ۶۰ ب سے فولیو ۷۰ الف تک)

اسکند ہشتم۔ یہ ۱۹ ادھیائے ہے (فولیو ۷۰ الف سے فولیو ۸۴ الف تک)

اسکند نہم مشتمل بر ۱۶ ادھیائے (فولیو ۸۴ الف سے فولیو ۱۰۱ ب تک)

اسکند دہم ۹۰ ادھیائے (فولیو ۱۰۱ الف سے فولیو ۲۱۱ الف تک)

اسکند یازدہم ایک ادھیائے (فولیو ۲۱۱ الف سے فولیو ۲۲۱ ب تک)۔

اسکند دوازدہم چھ ادھیائے (فولیو ۲۲۱ ب سے فولیو ۲۲۴ ب تک)۔

شری مہا بھاگوت پوران کا زیر بحث مخطوطہ طوط رام بٹ ولد نند رام بٹ سرگباشی (جنت مکان) کے ہاتھ کی نقل ہے۔ یہ نقل اُس نے ساوہ کول سکنہ سینہم علاقہ بانگل کے نسخے سے ۱۰ ماہ پھاگن سنہ ۱۹۲۴ بکرمی (۱۸۶۶ء) بوقت سہ پہر دن مکمل کی ہے۔

آغاز: شریمہاراج شری مہابا گوت متضمن بر لیلائے شری مہاراج بیاسی پورکہنہ مشتمل بر دوازدہ اسکند بزبان وحی ترجمان بید و پوران .....

اختتام: ادیائے ششم و اسکند دوازدہم از شری مہا باگوت و مہا پوران بدیائے شری کرشن جی با تمام رسید۔

ناقل اتمام پوران شری مہا باگوت جی در ہنگام فرخندہ فرجام در ایالت و صوبداری راجہ صاحب راجہ رنبیر سنگھ جی دام اقبالہ والیٔ کشمیر و جموں خاص در وقت سعید انتظام گرفت از دست طوط رام بٹ پسر نند رام بٹ سرگباشی انتظام و اتمام در سال صدر صورت پذیرفتہ

فولیو ۲۲۵، تقطیع: ۱۹ × ۳۴ سنٹی میٹر۔ پہلے دو ورق میں کرم خوردگی کے سوراخ نیز پہلا ورق بانس کے کاغذ سے مرمّت شدہ، متوسط نستعلیق میں تحریر، کاغذ کشمیری، حالت عمدہ، مجلّد۔

137- مہابھاگوت پوران فارسی

اس کا دوسرا نام بسبب تعظیم مہاپوران بھی ہے۔ آغاز آفرینش اور چار ادوار کے بیان کے بعد مہاپوران ۱۲ اسکندہ (ابواب) پر مشتمل ہے۔ اس کا آخری ادیائے چھٹا ادھیائے ہے جو بارھویں اسکند کا اختتام ہے۔ بقول علمائے ہنود جو شخص مہاپوران کو پڑھے یا بغور سنے، وہ مُکت یعنی نجات ابدی پالیتا ہے۔ دراصل مہابھاگوت پوران اُس طویل بھاگوت کا خلاصہ یا اجمال ہے، جسے بعہد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی، علّامی و فہّامی مُلّا شیخ ابوالفضل نے سنسکرت سے فارسی میں منتقل کیا تھا۔ خلاصہ نگار نے بسبب دریافت دولت دارین و سعادت کونین اسے شیخ ابوالفضل کے فارسی مہابھاگوت سے اپنی فارسی میں بطور خلاصہ پیش کیا ہے بقول خلاصہ نگار یہ عابدوں کے لئے خلوت خاص اور زاہدوں کے لئے تاج اخلاص ہے۔

مضمون بیدانت (ہندو تصوّف)، زبان فارسی، نثر، سنسکرت سے مترجم مُلّا ابوالفضل خلاصۂ نگار چندرسین ابن کانداس کایستھ ٹھاکور مہاپوری، ساکن قصبہ مہتھراجی بہاسوکر، سواد دہلی بطرف مشرق بفاصلۂ ڈھائی کوس، تاریخ خلاصہ سنہ ۱۰۹۶ ہجری مطابق سنہ ہندوی (بکرمی) ۱۷۴۳ (۱۶۸۵ء)، کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ساون یوم چہارشنبہ (بدھ) سموت ۱۸۹۹ (۱۸۴۲ء)، خط نستعلیق، کاغذ کشمیری، اوراق ۱۹۰، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۶ × ۲۰٫۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: پوران شری مہا باگوت متضمن بر لیلای شری مہاراج ابناشی پورکھ بر دوازده اسکندگیان مشتمل است۔

اختتام: کلیجک براو دخل نتواند کرد و بتوجہات و عنایات بے غایات شری مہاراج جی از مکروھات مُبرّا شُدہ بدرشن شری مہاراج واصل شوند۔ تمام شد ادیائے ششم از دوازده اسکند۔

کاتب کا اختتامیہ: بروز دوادشی.... ساون یوم چہارشنبہ سموت ۱۸۹۹ تحریر یافت۔ سری مہاراج برحال کاتباں وخوانندگان درسن خود میسّر گرداناد۔

اَوراد

و

وظائف

138- الوظایف والقصاید

حسب ذیل کتب و رسایل کا مجموعہ ہے :

۱۔ اسمائے اہل بدر عربی، فولیو ۳۸، کاغذ مشینی، کاتب مولوی احد اللہ ولد مولوی شیخ عزیز اللہ مرحوم، تاریخ کتابت سلخ (۳۰) ماہ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ (۷ اگست، بدھ ۱۹۲۹ء)۔ کاتب کے مطابق اسمائے اہل بدر کی یہ نقل مولانا خواجہ طیب صاحب رفیقی کے مخطوطہ پر مبنی ہے۔ مضمون اوراد و وظائف۔ خطِ نسخ اور کہیں کہیں نستعلیق، سطور فی صفحہ ۹۔

۲۔ قصیدۂ خمریہ عربی از شیخ سیّد عبدالقادر گیلانی متوفی ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء)، صفحات ۱۲، کاتب عبدالاحد، تاریخ کتابت ۲ ماہِ رجب ۱۳۳۱ھ، روز چہار شنبہ (بدھ) (۱۹ جون ۱۹۱۳ء)

۳۔ وظائف متفرقہ ۶۵ صفحات، خطِ نسخ، سطور فی صفحہ ۹۔

۴۔ قصیدہ خمریہ از شیخ سیّد عبدالقادر گیلانی مع اسناد و ترجمۂ فارسی در نظم، ۷ صفحات۔

۵۔ قصیدۂ بانت سعاد مع ترجمۂ منظوم فارسی، ۱۰ صفحات، شاعر کعب ابن زہیر زمانۂ نظم پہلی صدی ہجری کا آغاز (ساتویں صدی عیسوی کا نصف اوّل)، مترجم فارسی نامعلوم۔

۶۔ دعائے کیمیائے سعادت عربی صفحات ۳۹، مؤلف نامعلوم۔ یہ دُعا اللہ تعالیٰ کے پچاس اسماء کے خواص کے متعلق ہے۔

۷۔ خواص و اسناد دوازدہ نام، صفحات ۱۶۔

۸۔ دعائے قدح المعظم والمکرم ۱۵ صفحات۔

۹۔ وظیفہ حرز ابودُجانہ ۲۶ صفحات، کاتب عبدالاحد ولد مولوی عزیز اللہ مرحوم ساکن موضع آہویاسس۔ تاریخ کتابت ۲۱ ماہِ ربیع الثانی ۰۰۰۰۰ کاتب عبدالاحد نے یہ وظیفہ اپنے برادر زادہ پیر حسن شاہ کی استدعا پر لکھا ہے۔

متذکرہ صدر مخطوطات کے اخیر پر تحفۃ العشاق فارسی کا مطبوعہ نسخہ جو ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷/۱۹۲۸ء) کا چھپا ہوا ہے اور جو منتخب فارسی شعراء کا کلام ہے، ملحق ہے۔

آغاز: کاتب ایں کتاب فیض مآب جائے کاتب میان جنت یاب

اختتام: محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین

کاتب کا اختتامیہ: قد فرغ من تسوید ھذہ النسخۃ المبارکۃ المیمونۃ المسمّٰی بورد الاعظم والحرز المکرم

ACC-326

اسمائے اہل بدر ۱۳۵

یہ مختصر رسالہ ۳۱۳ اہل بدر کے اسمائے شریفہ پر مشتمل ہے۔ مرتّب نے خیر و برکت کی غرض سے ان سے توسل کیا ہے۔ یہ اسماء محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے شروع ہو کر ابوالیسر خزرجی رضی اللہ عنہ پر ختم ہیں۔ بعد میں خدا تعالیٰ کے عفو اور امداد کی درخواست ہے۔ اسماء کی خصوصیت یہ ہے کہ حروف تہجی کی ترتیب پر مبنی ہیں۔

مضمون اوراد و وظایف، زبان عربی نثر، مؤلف نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم کاتب و ناقل نامعلوم، خط نسخ عمدہ و صاف، تاریخ کتابت نامعلوم لیکن تقریباً پچاس

برس پہلے کی، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۸، سطور فی صفحہ ۹،

تقطیع : ۱۰۰۱ × ۹ و ۱۶ سنٹی میٹر۔

آغاز : اللھم انی اسالک لسیّدنا و مولانا محمد۔

اختتام : و آلہ و اصحابہ واتباعہ اجمعین ۱آمین۔

اسی کے ساتھ ملحق " الحزب الاعظم والورد الافخم " کا رسالہ ہے۔ یہ رسالہ ماثورہ ادعیہ پر مشتمل ہے اور اوراد و وظایف کی مشہور کتابوں مثلاً جزری کی الحصن الحصین، نووی کی الاذکار، سیوطی کی الکلم الطیب والجامعین والدرر اور سخاوی کی القول البدیع سے ماخوذ ہے۔

مضمون اوراد و وظایف و ادعیہ، علی بن سلطان محمد القاری ہروی حنفی متوفی مکۂ معظمہ ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء)، زمانہ تالیف دسویں صدی ہجری (سولھویں صدی عیسوی)، ناقل حافظ محمد روشن دیدہ مری، تاریخ نقل نامعلوم، خط نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۱، سطور فی صفحہ ۱۸، تقطیع متذکرہ صدر۔

آغاز : الحمد للہ الذی دعانا الی الایمان۔

اختتام : وسلام علی المرسلین، والحمد للہ رب العالمین۔

کاتب کا اختتامیہ : کتبت بید اضعف العباد حافظ محمد روشن دیدہ مری۔

140- اوراد فتحیہ مترجم

توبہ و استغفار، توحید باری تعالیٰ، اس کے ذاتی و صفاتی نام، تقدیس و تحمید، نعتِ پیغمبرؐ و صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ ابوبکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذی النورین

اور علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں مختصر مگر جامع درود ہے۔ یہ درود اپنی جامعیت اور حسنِ بیان کے باعث ممالکِ اسلامیہ بالخصوص کشمیر میں انتہائی مقبول و معروف ہے اور مشکلات میں حل مشکل کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں افغان صوبیدار میر ہزار خان نے اوراد فتحیہ مکمل خطِ نسخ (عربی) میں خانقاہ معلیٰ سرینگر، کشمیر کی دیواروں پر پیپر میشی حروف میں لکھوائی تھی۔ جن پر سونے کا ملمع کیا گیا تھا۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی و فارسی (اصل کی زبان عربی اور ترجمہ کی فارسی)، مؤلف میر سید علی ہمدانی (۷۱۴ھ - ۷۸۶ھ = ۱۳۱۴ء - ۱۳۸۴ء) مترجم میرزا اکمل الدین بیگ خان بدخشی المعروف بہ میرزا کامل صاحب متوفی ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۳۱ھ (اتوار یکم نومبر ۱۷۱۹ء) مدفون محلہ حول سرینگر کشمیر، کاتب و ناقل ایضاً میرزا اکمل الدین بیگ خان بدخشی، تاریخ نقل غیر مذکور، خطِ نسخ (عربی) عمدہ و صاف، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۰ (صفحات ۲۰)، سطور فی صفحہ ۱۱، فارسی ترجمہ لال روشنائی سے بین السطور میں،

تقطیع ۱۲½ × ۹.۸ سنٹی میٹر

آغاز: اوراد فتحیہ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استغفر اللہ العظیم۔

اختتام: اللھم یامالک الرقاب ویامفتح الابواب ویا مسبب الاسباب ھیئی لنا سببا لا نستطیع لہ طلباً۔

اختتامیہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ کا:

ایں اوراد فتحیہ بخط حضرت میرزا اکمل الدین بیگ خان بدخشی رحمتہ اللہ علیہ بحرالعرفان وبسیار کتاب ھائے معتبر از تصنیفات ایشاں است۔

۱۴۱- اورادِ ہفتہ

قرآنی آیات وادعیۂ ماثورہ پر مبنی اوراد و وظائف کا مجموعہ ہے۔ خوش نویسی طلاکاری اور خط طی ونقاشی کا نادر نمونہ ہے۔ اورادِ ہفتہ کی روزوار تفصیل سے قبل فارسی میں ان اوراد کے فضایل میں ایک مقدمہ ہے جو مختلف روایات واسناد سے مضبوط ہے۔ اوراد کے ہر صفحہ کا متن حریر کے کاغذ سے محفوظ کیا گیا ہے۔ اس صفحہ سمیت صفحہ ۱۸ سے اوراد کا تفصیلی اور جمعہ کے اوراد سے آغاز کیا گیا ہے (صفحہ ۴۱ تک)' اوراد یوم السبت از صفحہ ۴۲ تا صفحہ ۶۵ اوراد یوم الاحد (اتوار) تسبیحات ص ص ۶۶ - ۱۱۰، اوراد یوم الاثنین (پیر) توکلات ص ص ۱۱۱ - ۱۳۵، اوراد یوم الثلاثاء (منگل) ص ص ۱۳۵ - ۱۵۹' اوراد یا ادعیۂ روز چہارشنبہ تفضیلات ص ص ۱۶۰ - ۱۹۸، دعوات و اوراد یوم الخمیس (جمعرات) ص ص ۱۹۹ - ۲۶۲۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی، مقدمہ فارسی، مؤلف وجامع نامعلوم سال کتابت وکاتب نامعلوم، البتہ بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) کی

تحریر: "علی ولی خان فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی" کی صفحہ اول پر مُہر کے مُطابق مخطوطہ مذکورہ شخص کے کتب کے خانہ کا حصہ تھا۔

خط: نسخ و نستعلیق، کاغذ غیر کشمیری، صفحات ۲۶۲،
تقطیع ۱۹ × ۱۹½ سنٹی میٹر

مخطوطہ نادر و نایاب ہے۔

تذہیب کاری، نقاشی، خوش نویسی اور بیل کاری کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔

آغاز : اسناد من اوراد ہفتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، روایت است از یونس بن طاہر رضی اللہ عنہ۔

اختتام : رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین و المومنات ولا تزد الظالمین الا تبارا۔

ACC-205

142- بیاض تعویزات

مختلف کتب و رسایل پر مبنی بیاض تعویذات ہے۔ مؤلف نے جس نے نام نہیں دیا ہے، وقتاً فوقتاً مختلف کتب سے اقتباسات لے کر صورت بیاض دی ہے۔ بیاض کے آغاز میں

باقاعدہ کتاب کی طرح فہرستِ مضامین اوراق کے حساب سے دی ہے جو ۷۷ عنوانات پر مشتمل ہے
مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی وفارسی (مخلوط)، مؤلف نامعلوم لیکن
نقشبندی خاندان سے متعلق، تاریخ آغاز بیاض غرّہ ماہ شعبان ۱۲۸۱ھ (جمعہ، دسمبر ۳۰، ۱۸۶۴ء)
مؤلف کی خود نگاشتہ بیاض، خط نسخ ونستعلیق، کاغذ کشمیری، فولیوز (تحریر شدہ) ۲۸۴،
سطور فی صفحہ مختلف، تقطیع : ½ ۱۵ × ۲۲ سنٹی میٹر۔

فہرست مجلد ہذا کے بعد آغاز : از شیخ محمد اکبر محی الدین العربی قدس سرہ منقول
است کہ ہر کسی را اسم اعظم است۔

آخری الفاظ : در عدد مر ہر دو را یکساں بود ہر کہ سالش خورد غالب آں بود

بیاض کے ٹائیٹل صفحہ پر مؤلف بیاض کے فرزند خواجہ محمدی کی تاریخ ولادت "خواجہ
محمد احمد نقشبندی" درج ہے جو بیاض نگار کے مُرشد شیخ احمد تارہ بلی کی کہی ہوئی ہے۔ اسکی
رو سے خواجہ محمدی ۱۲۷۶ھ (۱۸۶۰ء/۱۸۵۹ء) کو تولّد ہوئے۔ اور آخری صفحہ پر خود مؤلف
بیاض کے والد خواجہ احمد شاہ نقشبندی کی تاریخ وفات ۴ ماہِ صفر ۱۲۸۱ھ (۹ جولائی، سنیچر
۱۸۶۴ء) تحریر ہے۔ خواجہ احمد شاہ نقشبندی بلدیہ یارقند میں فوت ہو کر مزار اکتون میں جو
نفسِ شہر میں ہے مدفون ہوئے۔

ACC-211

143- بیاض عملیات

مختلف النوع مضامین کی جن کا بیشتر حصہ اوراد وظائف اور عملیات سے متعلق
ہے قلمی بیاض ہے۔ ان کے علاوہ کچھ اوراد و وظائف کے اجازت نامے ہیں جو مختلف بزرگوں سے

بیاض نویسندہ نے بالمشافہ حاصل کئے ہیں۔ بیاض کا کچھ حصہ طب اور نسخہ جات سے تعلق رکھتا ہے اور کچھ تصوف اور صوفیائے کرام کے اقوال و ملفوظات سے۔ مختلف ختمات کے طریقے بھی جو کشمیر میں مروّج ہیں، بیان کئے گئے ہیں۔ بعض تحریروں کا تعلق علم جفر اور رملیات سے ہے۔

مضمون اوراد و وظائف و عملیات، زبان عربی، فارسی اور کہیں کہیں اردو، بیاض نگار نامعلوم، تاہم کشمیر کے نقشبندی خاندان سے متعلق، تاریخ نگارش نامعلوم، تاہم چودھویں صدی ہجری کا نصف اول زمانہ، بیاض نگار کا خود نگاشتہ، خطِ نستعلیق شکستہ، کاغذ مشینی، صفحات تحریر شدہ ۲۶۶، سطور مختلف، تقطیع : ۱۱ × ۲، ۲۰ سنٹی میٹر۔

آغاز : درجہان از ظاہر آرائی ست انسان قیمتی

مصحف اگر خوش خط نباشد نیست چندان قیمتی

اختتام :

افتیموں : اکاس بیل ہندی مفید امراض اعصابی و دماغی و مالیخولیا و کابوس۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے مسوّدے نے یارقند اور شملہ کا سفر بھی کیا ہے، خانقاہ نقشبند سنہ ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۴ء) میں تعمیر ہوئی۔ (ص ۱۹۸)

ACC-263 -144 تحفۃ الغرائب

احمد بن محمد بن ابراہیم التمیمی کی تصنیف جواہر قرآن پر مبنی تعویذات و عزائم کا مجموعہ ہے۔ مؤلف کے مطابق وطن سے آٹھ برس کے خروج کے بعد مکۂ معظمہ پہنچا۔ یہاں پر مؤلف کے ہم وطن ایک مجاور نے کہا کہ مدینہ شریف میں ایک شخص کے پاس بزبان فارسی ایک رسالہ ہے۔ مالک رسالہ ایک عرب ہے جو فارسی کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتا۔ یہ سنکر مؤلف ایک جماعت کے ہمراہ مدینہ پہنچتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سورتوں اور آیات کے خواص پر مشتمل ہے۔ دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا اور مرد فرومایہ عرب کے ہاتھ سے کسی نہ کسی جتن اور بہانہ سے کتاب لے لی۔ اس میں سورۂ فاتحہ سے سورۂ ناس تک آیات و سُوَر (جمع سورۃ کی) کے خواص مندرج تھے۔ بالآخر کتاب کو از سر نو ترتیب دیکر "تحفۃ الغرائب" رکھا۔ کتاب کی ترتیب بارہ اماموں، مہینوں اور بروج فلکی پر مبنی ہے۔

مضمون: تعویذات و عزائم، زبان فارسی نثر، اصل عربی میں موسوم بہ جواہر قرآن مصنفہ احمد بن محمد بن ابراہیم التمیمی، فارسی کا مؤلف محمد بن شلغ بن محمد الہروی، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت در بلدۂ یارقند منگل ۹ ماہ محرم الحرام ۱۲۷۹ھ (۸ جولائی ۱۸۶۲ء)، مخطوط خواجہ خلیل شاہ صاحب نقشبندی کی فرمائش پر لکھا گیا ہے خط نسخ و نستعلیق، اوراق ۱۲۵، سطور فی صفحہ ۹، کاغذ کشمیری، تقطیع: ۱۲ × ۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: حمد بے حد و ثنائے بے عدد نثار بارگاہ ملک احد تبارک و تعالیٰ و تقدس

اختتام: حسبی اللہ لا إلہ الا ھو، علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم

کاتب کا اختتامیہ: ایں کتاب تحفۃ الغرائب از برای پاسخاطر جناب حضرت خواجہ

خلیل شاہ صاحب نقشبندی در بلدۂ یارقند تحریر بتاریخ نہم ماہ شہر محرم الحرام یوم سہ شنبہ ۱۲۷۹ھ تحریر یافت۔

مخطوطہ کے شروع میں آٹھ فولیو واقعات کشمیر مؤلفہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، کشمیری کے منسلک ہیں۔ یہ آٹھ فولیو کتاب کے آغاز سے متعلق ہیں، تین صفحات عزایم و تعویذات سے متعلق ہیں۔ جو کسی نامعلوم کتاب سے ماخوذ ہیں۔ دس ملحقہ اوراق روایات و احادیث سے متعلق ہیں، اور اخیر کے کچھ چھ اوراق (۱۲ صفحات) پھر عزایم و تعویذات کا مجموعہ ہیں۔ ان سب کے مصنف، ناقل اور تاریخ کتابت نامعلوم ہیں۔ تقطیع وہی ہے جو تحفۃ الغرائب کی ہے۔

ACC-280

145- خواص الاسماء

ادعیہ و وظایف کا نامکمل مجموعہ ہے۔ اس میں ردّ بلا مثلاً قحط و خشک سالی کا ارتفاع، نعمت و خوش حالی اور آسایش و آرام کے حصول، نعمت و خوش حالی اور آسایش و آرام کے حصول کے وظایف و اذکار مذکور ہیں۔ یہ وظایف و اذکار مشہور صوفیائے کرام یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور سیدؒ الطایفہ شیخ ابو القاسم جنید بغدادی وغیرہ سے مروی ہیں۔ علاوہ ازیں خواص اسماء بھی بطور تفصیل بیان ہیں بعض وظایف و اذکار کی بجا آوری میں علم نجوم سے کامل واقفیت شرط ہے۔ یہ وظایف زیادہ تر فرشتوں کے عبرانی اسماء پر مبنی ہیں۔ اور زیادہ تر انہیں کے ورد کا طریقہ بالتفصیل مندرج ہے۔

مضمون اوراد و وظایف، زبان عربی و فارسی، مصنف نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، خط نستعلیق معمولی مایل بہ زشت، کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۱۰۸ (صفحات ۲۱۶)، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع: ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر۔

ابتداء : یا ظفر نانی یا رحیم ومعاذتہ یا رحیم یا عزرائیل یا اسرافیل

اختتام : یا توّاب انت الذی یقبل التوبۃ من عبادہ و تغفر سیاتہ برحمتہ ۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ عدم تکمیل ندارد ۔

ACC-165

146- درودِ مستغاث

احادیثِ صحیحہ پر مبنی اوراد و وظائف کا مجموعہ ہے۔ ابتدائی چار صفحات فارسی میں ہیں جو درودِ مستغاث اور اُس کی افضلیت اور تاثیر سے متعارف کراتے ہیں۔ اس تمہید کی رُو سے اس درود کی اسناد کتبِ معتبر اور احادیث صحیح سے منقول ہے چار صفحات کے بعد اخیر تک درود متذکرہ صدر کی عبارت ہے۔

مضمون اوراد و وظائف

زبان فارسی و عربی (درود کی زبان عربی اور اس کے متعلق تمہید کی زبان فارسی)، مؤلف یا جامع اوراد نامعلوم

کاتب حافظ محمدؐ، سال کتابت ۱۰۸۵ھ (۱۶۷۴ء) خط نسخ استادانہ، مخطوطہ کے صفحہ پنجم (۵) کی

لوحِ پیشانی منقش، سطور مُطلّا لائینوں کے مابین تحریر، فولیوز ۸، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع متن: ۱/۲ ۱۱ × ۱/۲ ۱۹ سنٹی میٹر۔

آغاز: اسناد درود مستغاث معظّم و مکرّم از کتب معتبر و احادیث صحیح منقول است۔

انجام: وصلّی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ناقل کا اختتامیہ: فی سنۃ خمس و ثمانون والف من الھجرۃ النبوّیۃ المصطفوۃ کتبہ العبد حافظ محمّد۔

ACC—334

۱۴۷- دلایل الخیرات مطبوعہ

اس کا پورا نام " دلایل الخیرات وشوارق الانوار فی الصلوۃ علی النبی المختار" ہے لیکن بطور اختصار " دلایل الخیرات" کے عنوان سے مشہور ہے۔ دلایل الخیرات آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے اور قضاء حاجات کے سلسلے میں ایام ہفتہ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ بقول مصنّف دلایل الخیرات کے ورد کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے" یہ ورد سڑکوں اور بازاروں میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس کا ثواب ختم قرآن کا ثواب ہے۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی، مصنّف محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن سلیمان شریف حسنی، کنیۃ ابو عبد اللہ متوفی ۸۷۰ھ (۱۳۶۹ - ۱۳۶۸ء)، زمانۂ تالیف آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی)، مطبوعہ استنبول (ترکی)، چھاپہ خانہ فیض مجید، سال طباعت ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء) بعہد سلطان عبد المجید خان، دیباچہ ترکی میں از سیّد خلیل شکری، کاتب شیخ عبد الوہاب ابن شیخ محمد مومن، خط ثلث، کاغذ ترکی، صفحات ۱۵۴، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۲، ۱۱ × ۱/۲ ۱۹ سنٹی میٹر

آغاز : الحمد للہ رب العالمین حسبی اللہ ونعم الوکیل

اختتام : وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم تسلیما والحمد للہ رب العالمین۔

وإنابة المخبتين ۞ وإخلاص الموقنين ۞
وشكر الصابرين ۞ وتوبة الصديقين ۞
وأسألك اللهم بنور وجهك الذي ملأ أركان
عرشك أن تزرع في قلبي معرفتك حتى أعرفك
حق معرفتك كما ينبغي أن تعرف به ۞ و
صلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وإمام
المرسلين وعلى آله وصحبه وسلم تسليما
والحمد لله رب العالمين ۞
هذا الدعاء وقع تعقيب ختم دلائل الخيرات ۞
بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم اشرح بالصلوة عليه صدورنا ويسر بها
أمورنا ۞ وفرج بها همومنا ۞ واكشف بها غمومنا
واغفر بها ذنوبنا ۞ واقض بها ديوننا

کاتب کا اختتامیہ : ۱۲۶۱ھ

کتبہ شیخ عبدالوہاب ابن شیخ محمد مومن

پیش نظر دلایل الخیرات باوجود مطبوعہ ہونے کے بوجوہ ذیل مخطوطہ کی حیثیت رکھتی ہے :

ا۔ ترکی سے کشمیر میں اس کی آمد۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں سکھ اور ڈوگرہ حکومت کے دوران ترکی تجار اور اہل علم کشمیر آیا کرتے تھے۔ سفرنامہ مغارسٹر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ب۔ ۱۴۰ برس پہلا قدیم مطبوعہ نسخہ ہونا بھی ایک ریکارڈ ہے۔

ج۔ سلطان عبدالمجید خان والیٔ ترکی کے عہد کی طباعت۔

ACC-161 ۱۴۸ ـ رسالۂ مختصر در اعمال سال و ایام ہفتہ

شیعہ اوراد و وظائف میں محمد ابن وحید طہرانی کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ مؤلف نے یہ

یہ مجموعہ بادشاہ وقت کو بطور پیشکش و نذرانہ پیش کیا تھا جس بادشاہ کو پیشکش کیا تھا، ناقل نے اُس کے نام کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ محمد ابن وحید طہرانی کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔ اغلب یہ ہے کہ مؤلف شاہ عباس دوم کے زمانہ کا آدمی تھا جو ہندوستان میں شاہ جہاں کا معاصر تھا۔ بہرکیف مجموعہ کی ترتیب مضامین یوں ہے:

۱۔ حمد قادر ذوالجلال و تعریف بادشاہِ وقت۔

۲۔ مقدمہ در حصر اقسام مطلق عمل۔

۳۔ مقالہ در بیان آداب و اعمال کہ متعلق است بوقتِ خاص و مشتمل است ایں مقالہ بر دو باب۔

۴۔ باب اوّل در اعمالی کہ تعلق بایّام ہفتہ دارد و ایں باب در ہفت فصل است۔

(فولیو ۳ سے فولیو ۶۱ تک)

۵۔ باب دویم در بیان اعمالی کہ تعلّق بایّام ماہہا دارد (از فولیو ۶۱ تا فولیو ۱۵۳)

مضمون اوراد و وظائف شیعہ، زبان عربی و فارسی (وظائف کی زبان عربی اور ان کے متعلق کتاب کی زبان فارسی)، مؤلف محمد ابن وحید طہرانی، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب و سالِ کتابت نامعلوم، خطّ نسخ، کاغذ غیر کشمیری، فولیو ۱۵۳، تعداد فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۱۴×۲۳،۳ سنٹی میٹر۔

آغاز: بعد حمد قادر ذوالجلال و موجود بے زوال، و پس از درودِ رسول افضل زُہّاد و اکمل عباد اہل بیت او سلام اللہ علیہم چنیں گوید محرّر ایں کلمات مؤلف ایں عبارات محمد ابن وحید طہرانی۔

اختتام: اَللّٰہم ما غاب عنّی فلا یغیبنّ عنّی عونک وحفظک وما فقدتُ من شئی فلا تفقدنی عونکُ علیہ حتیٰ لا اتکلّف ما احتاج الیہ یا

ذالجلال والاکرام، وباید کہ قول یا ذا الجلال والاکرام را بسیار گویند۔

149- دلایل الخیرات وشوارق الانوار

نبیٔ مختار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ارسال درود وصلوٰۃ کا مجموعہ ہے۔ اور ایام ہفتہ کے اعتبار سے یہ درود سات حزبوں (حصوں) پر منقسم ہے۔ تمہید نبیؐ پر درود وسلام کے فضایل میں ہے۔ بعد ازاں آپ کے ۲۰۱ اسماء کا ذکر ہے جو ورق ۲۴ سے ورق ۲۴ سے ورق ۳۰ تک حاوی ہے۔ ورق ۳۶ سے حزب اوّل کا آغاز ہے جو ورق ۵۶ تک حاوی ہے۔ یہ حزب پیر کے دن پڑھا جاتا ہے۔ اندراج نمبر ۳۲۳ دلایل الخیرات کے حزب ثانی پر مشتمل ہے۔ اس کا ورد منگل کو کیا جاتا ہے (فولیو ۱ - ۲۲)۔ حزب ثالث (اندراج ۳۲۵) بدھ کو پڑھا جاتا ہے (فولیو ۱ - ۲۵)۔ حزب رابع (اندراج ۳۲۸) اس کا ورد جمعرات کو کیا جاتا ہے (فولیو ۱-۲۹)' تاریخ کتابت ۶ جمادی الآخر ۱۳۰۶ھ (جمعرات ۷ فروری ۱۸۸۹ء)۔ حزب خامس (فولیو ۳۲)' اس حزب کا ورد جمعہ کو کیا جاتا ہے۔ حزب سادس (فولیو ۲۷)۔ یہ ورد سنیچر کے روز پڑھنے کے لئے ہے۔ حزب سابع (یہ اور حزب اول پیر کو پڑھا جاتا ہے) فولیو ۴۰۔

مضمون اوراد و وظائف' زبان عربی، مصنف نامعلوم، کاتب نامعلوم، البتہ تاریخ کتابت سال ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) کا ہے۔ خطِ نسخ جلی، کاغذ کشمیری، سطور فی صفحہ ۷، تقطیع ۱۳۱ × ۸ ، ۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز: (حزب اول) وصلی اللہ علی سیدنا محمد۔

اختتام: (حزب سابع (ساتویں) کا) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کاتب کا اختتامیہ: اللھم اغفر لمؤلفہ ولکاتبہ ولقاریہ ولوالدیھم

بفضلک یا رحمان یا رحیم۔

150- شجرۂ انساب مشایخ صوفیہ

ہندوستان اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے مشایخ صوفیہ کے سلسلہ ہاے نسب کے متعلق بزبان فارسی ایک ضخیم کتاب ہے۔ علاوہ سلسلہ ہاے نسب کے اُن متداول عربی وظائف کا تفصیلی بیان ہے جو مختلف سلسلوں کے صوفیاء اپنے مریدوں کو وِرد کی تلقین کرتے ہیں۔ پیشِ نظر شجرۂ انساب خانہ کعبہ اور مدینہ منورہ کے قلمی خاکوں پر مشتمل ہے۔ ان دعاؤں کا بھی ذکر ہے جو بالعموم مقام احتیاج اور ضرورت میں پڑھی جاتی ہیں۔ مخطوطۂ مذکور بادشاہانِ ہند کے سوال و جواب پر بھی حاوی ہے۔ اخیر میں فضیلتِ دعا کے متعلق اردو میں چھ صفحات پر مقالہ ہے جو ادعیہ کے متعلق احادیث کا پابند ترجمہ ہے۔

مضمون ادعیہ و وظائف

زبان عربی فارسی، اردو، مُرتِّب سیّد فرزند حسین چشتی اور ان کی اولاد

سال ترتیب ١٣١١ھ (١٨٩٣ء)

کاتب محمد مہدی عطا کریمی اشرفی ادہمی (ص ٤٩) تاریخ نقل ١٧ شعبان ١٣١١ھ (جمعرات فروری ٢١، ١٨٩٤ء)

مقام نقل خانقاہ سلون۔ خطِ نسخ و نستعلیق، کاغذ مشینی، صفحات ٤٣
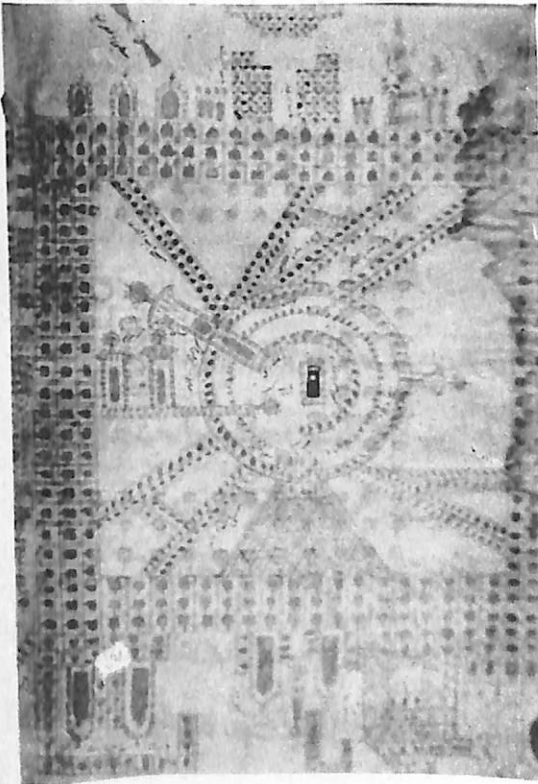
سطور فی صفحہ ۱۲ (اوسطاً)، تقطیع ۱۴½ × ۲۲½ سنٹی میٹر۔

ابتداء: اللہم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا بھا من جمیع الاحوال والآفات۔

اختتام: الٰہی بحرمت رازونیازیکہ شیخ الاسلام امام المتقین فرد الواصلین برھان

اس موضوع پر مخطوط اپنی قسم کی واحد چیز ہے اور اس لحاظ سے نادر و نایاب ہے۔

۱۵۱- مجموعۂ اوراد

حسب ذیل اوراد و وظائف اور دعاؤں کا مجموعہ ہے:

۱- اوراد فتحیہ (صفحہ ۱-۶۰) از میر سید علی ہمدانی (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ؛ ۱۳۱۴-۱۳۸۵ء)

۲- دعائے رقاب (۶۰-۷۴)۔ اوراد فتحیہ کا تتمہ و تکملہ ہے اور اسی لئے اسی کے ساتھ شمار ہوتا ہے۔ کاتب عبدالسلام، تاریخ غرّۂ ماہ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ (سنیچر مارچ ۳، سنہ ۱۹۰۰ء) یہ دونوں وظائف بعد نماز فجر و عشا از دیاد عمر و برکت رزق کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔ خطِ نسخ عمدہ صفحۂ اوّل نقاشی کا حامل۔

۳- دعائے گنج العرش (۷۵-۸۱) خطِ نسخ، کاتب عبدالسلام، تاریخ کتابت غرّہ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ (سنیچر مارچ ۳، سنہ ۱۹۰۰ء)

۴- قصیدۂ منسوب بہ خلیفۂ اوّل (۸۲-۸۵) اور دو حدیثیں مشکوۃ شریف کی نیز شش کلمہ و ادعیہ (۸۶-۹۶)

۵۔ دعائے مستغاث۔ (۹۷ - ۱۲۷) کاتب عبدالسلام، تاریخ ختم غرّۂ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ (پیر، اپریل ۲، ۱۹۰۰ء) خطِ نسخ۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی۔ اوراد فتحیہ اور دعائے رقاب کا مصنّف میر سیّد علی ہمدانی، زمانۂ تالیف چودھویں صدی عیسوی، دعائے گنج العرش اور دعائے مستغاث کا مصنّف نامعلوم، کاغذ کشمیری، سطور فی صفحہ ۹، تقطیع ۲۰ × ۱۰، ۲ × ۱۵ سنٹی میٹر۔

ابتداء: استغفر اللّٰہ العظیم۔ سہ بار بخواند۔

اختتام: اسئلك بنور معرفتك ان تحی قلوبنا بنور الایمان ابداً یا اللّٰہ یا رحمان یا رحیم۔

کاتب کا اختتامیہ: بقلم فقیر عبدالسلام امام مسجد برای عبدالرحمان شیخ تحریر یافت غرّۂ صفر ۱۳۱۷ھ۔

ACC-340

152 - مجموعۂ وظائف

آیات قرآن شریف اور دیگر اذکار پر مبنی اوراد و وظائف کا مجموعہ ہے۔ فولیو ۳۴ سے فولیو ۴۵ تک ورد سورۂ یاسین ہے جسے وردِ اعظم کہا جاتا ہے۔ یہ ورد روایت کے مطابق کثیر البرکات ہے۔ وظائف کا یہ حصہ انتہائی جدید تحریر ہے۔ اندازاً چالیس پچاس برس کی قدیم بعد ازاں یہی ورد مکرّر لایا گیا ہے، لیکن ورد کا یہ حصہ قدیم زمانہ کی تحریر ہے۔ اس کے کُل اوراق ۴۱ ہیں۔ سال کتابت غرّۂ ذی القعدہ ۱۱۴۳ھ (منگل، اپریل ۲۷، ۱۷۳۱ء) ہے، کاتب کا نام دانستہ مٹا دیا گیا ہے۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی، مؤلف درود نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم،

کاتب کا نام مٹا ہوا، تاریخ کتابت غرۂ ذی القعدہ ۱۱۴۳ھ (منگل، اپریل ۲۷، ۱۷۳۱ء) خط نسخ، کاغذ کشمیری، کُل فولیو ۸۴، سطور فی صفحہ ۹، تقطیع ۸ء۱۰ × ½ ۱۶ سنٹی میٹر۔

آغاز: یٰسٓ والقرآن الحکیم، انک لمن المرسلین۔

اختتام: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نقل می کند کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند کہ لکل شئ قلب وقلب القرآن سورۃ یٰسٓ۔ وہر کہ ..... یہاں سلسلۂ کلام یک لخت ٹوٹ گیا ہے، اور اس لئے اخیر سے نامکمّل۔

ACC-371

153- ملخص من شرح الصدا فی شرح اسماء اهل بدر

ماسوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ عشرۂ مبشرہ کے جن کے اسماء آغاز میں مرتبہ کے مطابق ہیں، دیگر صحابہ سے حروف تہجی کے مطابق قضائے حاجات اور دیگر امور میں توسُّل کی دُعا ہے۔ یہ وہ صحابہ ہیں جو جنگ بدر میں آنحضرتؐ کے شانہ بشانہ کُفّار قریش کے ساتھ معروف پیکار ہوئے تھے۔ بدر کی پہلی جنگ رمضان ۲ سنہ ہجری (مارچ ۶۲۴ سنہ عیسوی میں قریش کے خلاف لڑی گئی تھی۔ قریش کے بہت سے اہم آدمی جن میں ابوجہل بھی تھا اس جنگ میں کھیت رہے تھے۔ اسی لڑائی میں جب ابوجہل کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈالا گیا تو باآواز بلند کہا تھا یہ عرب کے عمدہ ترین اونٹوں سے بھی مجھے زیادہ قابل قبول ہے۔ اس سے اسلام اور مسلمانوں کی طاقت میں بے حد اضافہ ہوا تھا۔ بدر کی دوسری جنگ ذی قعدہ ۴ سنہ ہجری (اپریل ۶۲۶ء) میں بغیر جنگ کے فتح پر منتج ہوئی تھی۔ یہ توسُّل جنگ بدر میں شریک صحابہ سے ہے۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی نثر، مؤلف نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم، ناقل و تاریخ کتابت نامعلوم، خط نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۶، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۱ × ۸ء۸ سنٹی میٹر۔

ابتداء : اللہم انی اسالک لسیدنا و مولانا محمد المھاجری۔

اختتام : تحسن لی الخواتیم والعواقب۔

کتاب کا نام اخیر پر ان الفاظ میں درج ہے۔

ھذا الدعاء ملخص من شرح الصدر فی شرح اسماء اہل البدر۔

۱۵۴- مناجاتِ صدیقِ اکبرؓ   ACC-340

خلیفۂ اول ابوبکر صدیقؓ کی وہ منظوم دعا ہے جو وہ بالعموم خالق اکبر کے روبرو اظہار عاجزی عفوِ گناہ کے سلسلے میں کیا کرتے تھے۔ تعداد اشعار ۱۲- ان میں شعر ۳، ۶ اور ۱۰ کرم خوردگی کے باعث جزوی طور پر ضایع ہو چکے ہیں۔ مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی، انداز بیان نظم، شاعر خلیفۂ اوّل ابوبکر صدیق متوفی سنہ ۱۳ ہجری (۶۳۴ء) کاتب خواجہ لالہ جو۔ یہ مناجات اُس نے اپنے فرزند خواجہ عبدالرشید جیو زادو کے لئے تحریر کی ہے۔ تاریخ کتابت ۱۰ ربیع الاولیٰ سنہ ۱۱۶۴ھ (سنیچر ۲۶ جنوری سنہ ۱۷۵۱ء)، خط ثلث استادانہ، کاغذ کشمیری، صرف ۱ صفحے، تقطیع ۲۱،۲×۱۳،۶ سنٹی میٹر۔

پہلا شعر: جُد بلطفک یا الٰہی من لہ زاد قلیل

مفلس بالصدق یاتی عند بابک یا جلیل

آخری شعر: این موسیٰ این عیسیٰ این یحییٰ این نوح

انت یا صدیق عاصی تب الی المولی الجلیل

کاتب کا اختتامیہ: بدستخط احقر الناس عاصی پر تقصیر خواجہ لالہ جو رملالی بجہتہ نور چشمی برخورداری خواجہ عبدالرشید جیو زادو بمعہ معنی تحریر یافت، دہم ربیع الاولے سنہ ۱۱۶۴ھ بود۔

مناجات کی پشت ذکر حضرت خضر علی نبینا و علیہ السلام کی حامل ہے جو یہ ہے :
اغفر ذنبی یا غفار، استر عیبی یا ستار، ارحم حالی یا رحمان، زدنی
رزقی یا رزاق، هب لی ملکی یا وهاب.

 وسیلۃ الوصول الی دیار رسول

غوث الاعظم برہان ربانی شیخ سید عبدالقادر الجیلانی (۴۷۱ھ - ۵۶۱ھ =
۱۰۷۸ - ۱۱۶۵ء) کے مشہور و معروف درود کبریت احمر جس کے دو نام یعنی اکسیر الحوائج اور تریاق
الاکبر بھی ہیں، کی شرح ہے۔ کبریت احمر آنحضرت صلعم کی شان میں وہ درود ہے جو نہایت ہی فیض و
برکت والا ہے اور اس لحاظ سے فصاحتِ کلام کے ساتھ ساتھ، قبول خاص و عام حاصل ہے۔
درود کا تاریخی نام جو آغاز شرح کی تاریخ ہے " اعظم الوسایل " ہے۔ اعظم الوسایل کے اعداد بحساب حروف
جمل ۱۱۴۹ ہوتے ہیں، اور اس لحاظ سے شرح مذکور ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ / ۱۷۳۶ء) میں شروع کی
گئی تھی۔ اعظم الوسایل (شرح کبریت احمر) کی ترتیب حسب ذیل عنوانات پر ہے :

۱. مقدمہ۔ اور یہ دو قسموں پر مشتمل ہے۔ قسم اول شمایل (حُلیۂ مبارک) مقدّسہ کے بیان میں، اور قسم دوم فضایل درود کے بیان میں۔
۲. باب اوّل شرحِ الفاظ میں۔
۳. باب دوّم حلِ عبارات میں جو معجزات پر مشتمل ہیں۔
۴. باب سوم صلوٰۃ اور دعا کے معنی کے بیان میں۔
۵. باب چہارم آپ کے، آپ کے اہلِ بیت اور صحابۂ کرام کے احوال کے بیان میں۔
۶. خاتمہ۔ درود کے آخری حصہ کے بیان میں جو عجیب و غریب مطالب پر مشتمل ہے۔

۷. حُسن خاتمہ اُن واقعات کے بیان میں ہے جو سعادتِ زیارت کے حصول سے حاصل ہوتے ہیں، اور یہ سعادت حُسنِ عاقبت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عبارت (مراد) ہے۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی و فارسی (درود کی زبان عربی اور شرح کی فارسی) نثر، شارح خواجہ محمد اعظم دیدہ مری متوفی ۱۱۷۹ھ (۱۷۶۶/۱۷۶۵ء)،

تاریخ آغاز ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۷/۱۷۳۶ء)، "اعظم الوسایل" بحساب جُمّل تاریخ ہے۔

کاتب الحروف بابا عبد المعالی، ساکن محلہ اندرواری، سرینگر کشمیر، تاریخ نقل سنیچر ۱۳ محرم الحرام ۱۲۵۹ھ (۱۳ فروری ۱۸۴۳ء، کشمیر میں سکھ حکومت کا آخری زمانہ) مخطوط اکبر شاہ درویش کے لئے جس کی مُہر حاشیہ پر ہے، لکھا گیا ہے۔ خط نستعلیق خفی معمولی، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۳۷ (صفحات ۲۷۳)، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۷، ۱۰ × ۷، ۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز : الحمد للّٰہ الذی ارسل رسولہ بالھُدیٰ

اختتام : اعظم است از دو کون مستغنی   از عطا یتو یا رسول اللّٰہ

کاتب کا اختتامیہ : کاتب الحروف فقیر حقیر عاجز و پُر تقصیر بابا عبد المعالی ساکن محلہ اندرواری بجہتہ طالب علم اکبر شاہ درویش تحریر یافت سیزدہم شہر محرم الحرام یوم شنبہ بوقت چاشت باتمام رسید ۱۲۵۹ھ۔

ACC-260/2   **شرح اوراد فتحیہ** -155/2.

بانیٔ مسلمانی، علیٔ ثانی میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمۃ کے مشہور درود اوراد فتحیہ کی شرح و تفسیر ہے۔ درود کا نام اوراد فتحیہ حضرت امیر کو آنحضرت صلعم کی جانب سے خواب میں تلقین ہوا تھا، اور اس لئے تمام حلِ مشکلات کا علاج ہے۔ شرح اوراد فتحیہ درود کے فضایل

میں تین صفحات کے مقدمے کے بعد فی الفور شروع ہو جاتی ہے۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی و فارسی (درود کی زبان عربی اور شرح کی فارسی) پیرایۂ بیان نثر، شارح نامعلوم، زمانۂ شرح نامعلوم، ناقل و کاتب عبدالمعالی ساکن محلۂ اندرواری سرینگر کشمیر، درود طالب علم اکبر درویش کے لئے جس کی مُہر درود کے اخیر پر ہے لکھا گیا ہے، تاریخ کتابت بُدھ، ۲۸ محرم الحرام ۱۲۵۹ھ (۲۸ فروری ۱۸۴۳ء) بوقت پیشین (ظہر) بعہد سکھاں۔ خط نستعلیق خفی، کاغذ کشمیری، فولیو ۵۸ (صفحات ۱۱۵) سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۷ و ۱۰ × ۷،۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

اختتام:

ای مہربان ترین مہربانان۔

کاتب کا اختتامیہ:

بتاریخ بیست و ہشتم شہر محرم الحرام یوم چہارشنبہ بوقت پیشین تحریر یافت ۱۲۵۹ ہجری یکہزار دو صد و پنجاہ و نہہ از ہجرت مقدسۂ نبوی۔ ایضاً این نسخۂ شریفہ شرح اوراد فتحیہ بید ضعیف عبدالمعالی ساکن محلہ اندرواری

بجہت طالب العلم اکبر شاہ درویش تحریر یافت بمنہ وکمالہ وکرمہ بالرحمتہ آمین۔

فارسی شرح اوراد فتحیہ غیر مطبوعہ اور نایاب ہے۔ اس کا صرف یہی ایک نسخہ کشمیر میں موجود ہے۔

156- وسیلۃ الوصول الیٰ دیار الرسول ACC-405

امام الواصلین شیخ سیّد عبد القادر جیلانی کے عربی وظیفہ کبریت الاحمر کی فارسی شرح ہے۔ ترتیب مضامین یوں ہے:

ایک مقدمہ، چار ابواب، خاتمہ اور حسن خاتمہ۔

وسیلۃ الوصول کی تصنیف کے موقعہ پر شارح عمر کے ۵۴ ویں برس میں تھا اور اس لحاظ سے اُس کی پیدائش ۱۰۹۴ھ (۱۶۸۳/۱۶۸۲ء) میں واقع ہوئی تھی۔ مخطوطہ کے دیگر نسخے زیر اندراجات نمبر الف ۱۱۲/۱ و ۲۶۰/۱ ملاحظہ ہوں۔

مضمون اوراد و وظائف، زبان عربی وفارسی (متن کی زبان عربی اور شرح کی زبان فارسی)، شارح خواجہ محمد اعظم ولد خیر الزمان دیدہ مری (موجودہ بیاری پورہ) سرینگر، کشمیر، تاریخ آغاز تصنیف سنہ ۱۱۴۹ ہجری (۱۷۳۷/۱۷۳۶ء)، "اعظم الوسایل" اس کی تاریخ آغاز ہے
کاتب عبدالاحد اسلام آبادی، مقام کتابت کشتواڑ، تاریخ کتابت سنہ ۱۲۶۰ ہجری (۱۸۴۴ء)
خط نستعلیق و نسخ عمدہ وصاف وخوانا، کاغذ کشمیری، تعداد اوراق ۱۱۰، سطور فی صفحہ ۱۴،
تقطیع: ۱۱½ × ۲۰½ سنٹی میٹر۔

آغاز: الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق

لیظہرہ علی الدین کلہ۔

اختتام: اعظم است از دو کون مستغنی۔ (مصرعۂ ثانی مرمت کے نیچے چلا گیا ہے)

کاتب کا اختتامیہ: در سنہ ہزار دو صد و شصت بید اضعف نیاز مند درگاہ عبد الاحد اسلام آبادی در کشتوار بعون اللہ تحریر یافت سنہ ۱۲۶۲ھ۔

ACC-359

۱۵۷- وسیلۃ الوصول الی دیار رسول

کا دوسرا نسخہ ہے۔ پہلا نسخہ زیر اندراج نمبر ۲۶ ملاحظہ ہو۔ کتاب کے مضامین اور ترتیب کی تفصیل وہیں پر مندرج ہے۔

اسی کے ساتھ ملحق ۱۵ اوراق کی شرح قصیدۂ خمریہ مصنفہ محمد غوث بن سید حسن قادری ہے۔ کتاب کے آغاز میں محمد غوث رقمطراز ہیں چونکہ قصیدۂ مبارک خمریہ جناب حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر الحسنی الحسینی جیلانی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب ہے اور بعض الفاظ غیر ظاہر المعنی تھے' اس لئے یہ عاصی کمترین ان الفاظ کی تشریح اور معانی کی جانب متوجہ ہوا۔ امید ہے کہ یہ بضاعت مزجات (کھوٹا سرمایہ) راقم سے خلوص اعتقاد کی بناء پر مقبول ہوگا۔

مضمون اوراد و وظائف' زبان عربی و فارسی (متن کی زبان عربی اور شرح کی زبان فارسی)' وسیلۃ الوصول کا مصنف خواجہ محمد اعظم دیدہ مری ولد خیر الزمان خان متوفی ۱۱۷۹ھ (۱۷۶۶/۱۷۶۵ء)' سال تصنیف ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۷/۱۷۳۶ء)' اعظم الوسایل بحساب حروف جمل تاریخ ہے۔ دوسری کتاب یعنی شرح قصیدہ خمریہ کا شارح محمد غوث بن سید حسن قادری ہے' زمانۂ تصنیف نامعلوم' خط نستعلیق' خوش خطی کی جداول کے مابین تحریر' دونوں مخطوطوں کی لوح

منقش اور بیل بوٹے دار، کاتب و ناقل نامعلوم، البتہ تاریخ کتابت جو مخطوط شرح قصیدۂ خمریہ کے اختتام پر درج ہے ۲۸ جمید الثانی (جمادی الثانی) ۱۲۷۴ھ = سنیچر فروری ۱۳، ۱۸۵۸ء کاغذ کشمیری، فولیو بالترتیب ۱۵۱، ۱۵ = ۱۶۶، تقطیع: ۱۰۱ x ۱۸ سنٹی میٹر۔

آغاز: اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

اختتام: ونشان ہائے من بر سرکوہ ھائے بلند است و ظاہر است نزد اولیاء اللہ واللہ اعلم بالصواب۔

کاتب کا اختتامیہ: تمام شد شرح قصیدہ خمریہ تصنیف حضرت سید غوث علیہ الرحمتہ ۲۸ جمید الثانی ۱۲۷۴ھ ہجری۔

دونوں کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ وسیلۃ الوصول الی دیار رسول المعروف بہ شرح کبریت احمر کے متعدد نسخے محکمہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں وکشمیر سرینگر واقع یونیورسٹی اقبال لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔

مناقِب

158- سیزدہ بند محبوبیہ

سلطان العارفین شیخ مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ متوفی ۲۴ صفر ۹۸۴ھ (بدھ، ۲۳ مئی ۱۵۷۶ء) کی شان میں منظوم تیرہ (۱۳) قطعہ بندوں کا مجموعہ ہے اور ہر بند کا آخری شعر: "شیخ حمزہ مہ عرفان وشہ اہل شہود   اختر برج کرم گوہر دریای وجود" ہے۔ منظومہ کا نام سیزدہ بند محبوبیہ مخطوط کے آغاز اور کاتب کے ذریعہ اختتام پر تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ سیزدہ محبوبیہ سلطان العارفین شیخ مخدوم کشمیری علیہ الرحمتہ سے اظہار اعتقاد کے علاوہ، ناظم کی جانب سے جناب شیخ کے مناقب و اوصاف کا بھی مجموعہ ہے۔

مضمون منقبت بطرز قطعہ بند، زبان فارسی، ناظم خضر بابا مُقبل بیجبہاڑی کشمیری، زمانۂ تالیف تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) کا وسط، کاتب بابا حضور اللہ فرزند خضر بابا مُقبل بیجبہاڑی، تاریخ کتابت ۱۲۷۰ہجری (۱۸۵۴ء/ ۱۸۵۳ء) نستعلیق زشت خط، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۵ (صفحات ۱۰)، ابیات فی صفحہ ۱۳، تقطیع: ۱۴ x ۲۳ سنٹی میٹر۔ شاعر کا نام مُقبلؔ آخری بند کے اس ساتویں شعر سے معلوم ہوتا ہے:

مُقبلا کعبۂ مقصود تو چون کشمیراست   عرض کن حال دل خود بزبان کشمیر

آغاز: شکر للہ کہ دل آسودہ زغمہا دارم
ہمچو مخدوم جہان تکیۂ و ماوا دارم

اختتام: شیخ حمزہ مہ عرفان وشہ اہل شہود   اختر برج کرم، گوہر دریائے وجود

کاتب کا اختتامیہ: سیزدہ بند محبوبیہ تمام شد بدستخط بابا حضور اللہ من تصنیف

خضر بابا الف و مائتین وسبعین (۱۲۷۰ھ) بیجبہاری۔

مخطوطہ نادر و نایاب ہے، اور سُلطان العارفین شیخ مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ پر تحقیقات میں مدد دے سکتا ہے۔ اور اس اعتبار سے قابلِ اشاعت ہے۔

ACC-428

159- منقبتِ محبوب العالم"

سُلطان العارفین شیخ مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ اور دیگر اولیائے کرام کی جن کا تعلق کشمیر سے رہا ہے، منظوم تعریفات ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مطالب کی تفاصیل حسب ذیل ہے:

کرامات ریشہ مالو صاحب اسلام آبادی المعروف بہ ہردی بابا، در توصیف رُوپی ریشی، کرامات حضرت شیخ حسن قاری و اسحاق قاری، کرامات حضرت میہ شاہ صاحب، کرامات حضرت زندہ شاہ صاحب، کرامات شیخ احمد چاگگی۔

مضمون مناقب بطرز مثنوی، زبان کشمیری، منقبت نگار ولی اللہ متو کشمیری جیسا کہ ان ابیات سے مفہوم ہے:

شفاعت کر عنایت کرو تم تار ولی اللہ کشمیری ونن زار

قبول منقبت کا شرمہ کر تہ بہ درد دل انم خون جگر تہ

تاریخ نظم نا معلوم، کاتب گلہ شاہ، ساکن مورن، تحریر بتاریخ ۶، ماہ شوال ۱۳۲۳ھ ہجری (پیر، ۴، دسمبر ۱۹۰۵ء)، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۱۱، اوسط ابیات فی صفحہ ۱۲، تقطیع: ۱۳٫۱ × ۴ء۲۱ سنٹی میٹر۔

ابتداء: بسوئے خاطر شکستہ خستہ حالم نظر یا حضرت محبوب العالم

اختتام: ژلمنا شغل کاروبار دنیا انمنا جذبہ مہ ژی کن انمنا

وجوی حق را یا کنم نا خیٔ گومت مہ دل روشن نیمنا

نظر یا حضرت محبوب العالم

کاتب کا اختتامیہ: تحریر بتاریخ ۶، ماہِ شوال ۱۳۲۳ھ ہجری از دست گلہ شاہ مورن۔ اس کے علاوہ اخیر پر اور دو منظوم اوراق ہیں۔ ان کا تعلق بھی منقبت حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ سے ہے۔ ناظم نا معلوم۔

ریشیات
و
ریشی نامے

ACC-11 (S.A.)

160- اسرارُ الابرار

گذشتہ اور معاصر بزرگان کرام اور اہل اللہ کے حالات اور کلمات پر مشتمل ایک جامع اور مفصّل کتاب ہے۔ مصنّف ابو الفقراء بابا نصیب غازی مسکین کشمیری متوفی اتوار ۱۲ محرم ۱۰۴۷ھ (۲۸ مئی ۱۶۳۷ء) کے "ادنیٰ اور کمترین" مریدوں میں سے تھا چنانچہ انہیں کے ایماء اور اشارہ سے اس کتاب کے لکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ایک سبب اس کتاب کی تالیف کا یہ بھی تھا کہ بہت سے احوال و کرامات اس سے قبل کی کتب معتبرہ میں دستیاب نہ تھے، اس لئے لازماً اس کتاب کی تصنیف کی نوبت آئی۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی نثر، مصنف داؤد مشکواتی بن فیروز غوری ثم کشمیری (۱۰۰۱ھ - ۱۰۹۷ھ = ۱۵۹۲ء - ۱۶۸۵ء) مدفون محلہ گندر پورہ، عیدگاہ، سرینگر کشمیر "شیخ مومنان" تاریخ رحلت ہے۔ زمانۂ تالیف سولھویں صدی عیسوی، ناقل و تاریخ نقل بوجہ ناقص الآخر نامعلوم، نستعلیق متوسّط، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۱۸۴، سطور فی صفحہ ۱۸، تقطیع ۱۱٫۶ × ۲۲٫۵ سنٹی میٹر۔

شروع : الحمد للّٰہ الذی جعل الذوات استار الذاتہ۔

آخری عبارت : پس تمنا و آرزو کرد تا مرید شود و باعث شد برای۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور۔

اسرارُ الابرار کے دو عدد قلمی نسخے محکمہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں و کشمیر کی مخطوطات کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر کے بعض خاندانوں کی پرائیویٹ اور نجی لائبریریوں میں دستیاب ہیں۔ سیّد محمد طاہر صاحب و ترہ ہیلی اسرار الابرار کا اردو میں ترجمہ کرکے شایع کر چکے ہیں۔

161- سوانح حیات (تذکرہ)

تذکرۃ العارفین بابا علی رینہ برادر مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ کی تصنیف ہے جس میں کشمیر کے علماء و صلحاء اور ریشیان کرام کے حالات زندگی اور مبالغہ آمیز کرامات کا بیان ہے۔ یہ سب کے سب وہ بزرگ ہیں جنہیں مخدوم حمزہ کشمیری متوفی ۲۴ صفر ۹۸۴ھ (بمطابق ۲۳ مئی ۱۵۷۶ء) سے ارادت و عقیدت تھی۔ تذکرہ کا محور زیادہ تر حضرت مخدوم کی کرامات ہیں جو دیگر بزرگوں کی طرح مبالغے سے خالی نہیں ہیں۔ تذکرۃ العارفین حسب ذیل بارہ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول در صلوٰۃ و صوم (فولیو ۲ - ۷)

باب دوم در عبادت و نوم (فولیو ۷ - ۸)

باب سیوم در توبہ و استغفار (فولیو ۸ - ۱۰)

باب چہارم در اصناف و اقسام لیل و نہار (فولیو ۱۰ - ۱۱)

باب پنجم در نوافل و ختم (فولیو ۱۱ - ۱۳)

باب ششم در طلب معرفت و وحدت (فولیو ۱۳ - ۲۳)

باب ہفتم در احوال و مقامات و کرامات (فولیو ۲۳ - ۱۴۶)

باب ہشتم در احوال و مقامات حضرات اخوانِ طریقت (فولیو ۱۴۶ - ۳۰۲)

باب نہم در احوالات و مقامات حضرت مخدوم مرحوم (فولیو ۳۰۲ - ۳۲۳)

باب دہم در مقامات خاصہ حضرت مخدوم مرحوم مبرور (۳۲۳ - ۳۴۱)

باب یازدہم در اذکار (۳۴۱ - ۳۴۲)

باب دوازدہم در افکار و مراقبات (۳۴۲ - ۳۵۹)

آغاز : الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاھرین وعلیٰ اتباعہم وتبع اتباعہم اجمعین، آمین۔

اختتام : وبروح قطب الاولیاء حضرت میر شیخ حیدر وجمیع مرشدان طریقت وپیران صحبت را فاتحہ خوانند۔

کاتب (نامعلوم) کا اختتامیہ : نسخہ تذکرۃ العارفین تمام شد۔ تحریر ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۳۶ھ

مصنف اور کتاب کا نام بالترتیب فولیو ۱ اور ۲ پر۔

فولیو ۳۵۹، سطور فی صفحہ ۱۲، مضمون سوانح حیات، زبان فارسی، خطِ نسخ متوسط۔ مخطوطہ شروع سے لے کر اخیر تک بطور حواشی تین طرف دو سرخ لکیروں کے مابین تحریر ہے۔ مخطوطے کا صفحہ اوّل، صفحہ ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲ اور ۶۱۵ فارسی حواشی کا حامل ہے۔ فولیو ۱۸۶ پر "سید عبدالقادر" کی پانچ مہریں بخطِ نسخ ثبت ہیں۔ حالت درست، مکمّل و مجلّد۔ مخطوطے کا آخری ورق نیچے کی طرف قدرے کرم خوردہ اور سفید کاغذ سے مرمت شدہ ہے۔ کاغذ کشمیری۔ تقطیع : ۱۴ × ۲۶½ سنٹی میٹر۔

سال تصنیف ۹۷۱ھ (۶۴/۱۵۶۳ء)

تاریخ کتابت ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۳۶ھ (۹) = ۳۰ جون، روز جمعہ ۱۶۵۸ء

نسخہ کے فولیو نمبر ۱۲۵ پر مندرجہ ذیل عبارت ایک ایسے قلم سے درج ہے جو متن سے ہم آہنگ ہے۔ "ایں کتاب مستطاب نسخۂ تذکرۃ العارفین بدستخط بابا علی ریندۂ ۹۷۱ھ"

اسی طرح کتاب کے خاتمے سے ایک فولیو قبل (نمبر ۳۵۷) میں حاشیے پر یہ سنہ دیا ہوا ہے۔

"تاریخ کتابت مستطاب ۹۷۱ھ"

نسخے کے طرز خط سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ اس کتاب کا قدیم ترین نسخہ

انعم پسندکه نسخه را قدرت داری و باکی
انعم نسخه قسم بنام مبارک حضرت مخدومی مشی
[illegible] کردن اهلی این نسخه کرده است زیراکه
یکه از غیر حق بر زبان آید به از آنست که
لعنت انعم نسخه سوختی گشت و از همان کلمه حق
کلام نکرده الا ذکر و فکر حق بعد از جذبی
کشف همان سلک را دید که در حضور سرور عالم
[illegible] قطره های رحمت میکنند و سفر نماید
[illegible]

این کتاب مستطاب [illegible]
نسخهٔ تذکرة العارفین
بدستخط بابا علی رینه
علیه رحمة الله تاریخ سنه [illegible]
تحریر

ہے اور چک دور کی، جب نسخ کا رواج تھا، ترجمانی کرتا ہے۔ اس لئے اسے مصنف کا خود نوشتہ مانا جا سکتا ہے۔ تذکرۂ مذکور شیخ نورالدین ولی کشمیری کے تفصیلی حالات پر بھی مشتمل ہے۔

ACC-82 **تذکرة العارفین** -162

سلطان العارفین جناب مخدوم حمزۂ کشمیری متوفی ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء) کے حقیقی بھائی

بابا علی رینہ کی فارسی تصنیف ہے۔ اس کا موضوع کشمیر اور غیر کشمیر کے عرفاء اور صوفیاء کا تذکرہ ہے اور اس اعتبار سے کتاب مذکور سوانح حیات کی قسم تذکرہ سے متعلق ہے۔ بابا علی ملک عثمان رینہ کے فرزند تھے۔ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرّف ہوئے تھے۔ حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم پائی تھی، اور بعد ازاں اپنے حقیقی بھائی سلطان العارفین حضرت مخدوم حمزہؒ کشمیری علیہ الرحمۃ کے افیوضات سے مستفید ہوئے تھے۔ یہ ارادت اس قدر زیادہ تھی کہ بھائی کے مناقب و حالات میں متذکرہ صدر تذکرہ "تذکرۃ العارفین" قلمبند کیا۔ بابا علی رینہ اپنی جائے پیدایش قریۂ تُجر پرگنہ زینہ گیر میں رحلت فرما کر وہیں سپرد خاک ہوئے۔

تذکرۃ العارفین جو عرفاء کے کلام اور اقوال پر مشتمل ہے اور اسی مناسبت سے اس نام کی حامل ہے، حسب ذیل بارہ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول در صلوٰۃ و صوم (۳ - ۷)

باب دوم در عبادت اور نوم (۷ - ۱۰)

باب سیوم در توبۂ و استغفار (۱۰ - ۱۳)

باب چہارم در اقسام و اصناف لیل و نہار (۱۳)

باب پنجم در نوافل و ختم (۱۳ - ۱۶)

باب ششم در طلب معرفت و وحدت و تصوّف و غیر ذلک (۱۶ - ۲۹)

باب ہفتم در احوال و مقامات و کرامات کہ باولیاء این دیار و غیر آں از شہرستان دیگر (۲۹ - ۱۱۸)

باب ہشتم در احوال و مقامات حضرات اخوانِ طریقت و پیرانِ حقیقت و خلفاء حضرت مخدومؒ و غیر آں (۱۱۸ - ۳۳۸)

باب نہم دراحوال و مقامات عامۂ حضرت مخدوم مرحوم (۳۳۸ - ۳۶۱)
باب دہم در مقامات حضرت مخدوم مبرور وغیر آن (۳۶۱ - ۳۸۱)

ACC-6 (S.A.)

163- تشریح کلام حضرت شیخ نورالدین ولیؒ

معاصر وقت قاضی صدرالدین کی اُس غلط فہمی کے ازالہ میں ہے جو انہوں نے مسایل فقہیہ اور مہمات شرع سے ناواقفیت کے سلسلہ میں جناب شیخ العالم شیخ نور الدین ولیؒ کی نسبت دل میں قائم کرلی تھی۔ شیخ نے علم لدُنّی (خدائی علم) کی بدولت قاضی صدرالدین کے مافی الضمیر کو سمجھکر تصوف و روحانیت سے لیکر شرعی احکام، فرائض، سنّت اور واجبات وغیرہ کا بالتفصیل بیان کیا تھا۔ اخیر پر قاضی صدرالدین دل میں سوچے ہوئے پر پشیمان ہوکر چارسو افراد سمیت شیخ کے مریدانِ باصفا میں داخل ہوگیا تھا۔ شیخ کا یہ منظوم کلام الٰہی فقہی اور صوفیانہ مسایل کے بیان میں ہے۔

مضمون فقہہ و تصوّف، زبان کشمیری و فارسی (متن کی زبان کشمیری اور شرح کی زبان نثر فارسی) متن یعنی نظم کے مصنف حضرت شیخ نورالدین ولیؒ قدس اللہ سرہٗ متوفی ۲۶ رمضان المبارک ۸۴۲ھ (۱۲ مارچ ۱۴۳۹ء) شارح بابا نصیب الدین غازی متوفی اتوار ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ مطابق ۳ بارہ ہارسہ (۲۸ مئی ۱۶۳۷ء) زمانۂ تالیف گیارھویں صدی ہجری (۱۷ویں صدی عیسوی) کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خطّ نستعلیق متوسّط، کاغذ کشمیری، فولیو ۴۲، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۲ء۹ × ۲ء۱۶ سنٹی میٹر۔

شروع : پادشاہی دین و دنیا شیخ نورالدین ولی
سرگروہِ اہل عقبیٰ شیخ نورالدین ولی

اخیر: تمت تمام شرقہای حضرت شیخ العالم

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

کلام حضرت شیخ نور الدینؒ کی اس تشریح و توضیح والا مخطوطہ نادر و نایاب ہے۔

ACC-1 (S.A.)

164- روضۃ الرّیاضات ازہار الانوار

یہ کتاب بلحاظ ترتیب ایک مقدمہ، پانچ ذکر اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ حضرات ریشیوں کی اصطلاحات اور ریاضات کے بیان میں ہے۔

۱۔ ذکر اول حضرت شیخ نور الدین کے حالات و مجاہدات میں۔

۲۔ ذکر دوم بابا بام الدین اور ان کے مریدوں کی ریاضات و کرامات میں۔

۳۔ ذکر سیوم بابا نصر الدین کے مجاہدات و کرامات میں۔

۴۔ ذکر چہارم بابا زین الدین اور اُن کے مریدوں کی ریاضات و کرامات میں۔

۵۔ ذکرِ پنجم بابا لطیف الدین اور اُن کے مریدوں کی حقیقت میں۔

خاتمہ للّٰہ عارفہ اور بعض اویسی رشیوں کی ریاضات و کرامات کے بیان میں ہے۔

مضمون تذکرۂ ریشیانِ کرام مُلکِ کشمیر، زبان فارسی نثر مخلوط بہ اشعارہائے کشمیری

مؤلف بابا خلیل چرارشریفی، سالِ تالیف نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، اول اور آخر سے ناقص، خطِ نستعلیق باریک، کاغذ کشمیری، فولیو ۳۷۲، سطور فی صفحہ ۱۹،

تقطیع : ۱۴ x ۱۹.۷ سنٹی میٹر

شروع : شاخ ہر چیز یکہ نمی باید۔

ختم : آنکہ روزی جست از روشن دلی۔

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

ACC-31 (S.A.)

165- روضۃ الریاض ازہار الانوار

ایک اور نقل ہے۔ حمدِ خدا و نعت رسولِ مقبول اور مناقب چہار یار کے بعد، کتاب مذکور ایک مقدمہ، پانچ ذکر اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶)۔ ذکرِ اوّل شیخ نورالدین کے مجاہدات و واردات و کرامات اور اُن کے یاروں اور مریدوں کے بیان میں ہے، ذکر دوم بابا بام الدین اور اُن کے مُریدوں کی کرامات و ریاضات میں ہے، ذکر سوم بابا نصرالدین اور ان کے یاروں کی کرامات و مجاہدات میں، ذکر چہارم بابا زین الدین اور اُن کے مریدوں کی ریاضات و کرامات میں، ذکر پنجم بابا لطیف الدین اور اُن کے مُریدوں کی حقیقت میں، خاتمہ للّٰہ عارفہ کی ریاضات و کرامات میں، جبکہ مقدّمہ لفظ ریشی کی تحقیق اور اُن کی اصلیت کے متعلق ہے اور یہ کہ سرزمین کشمیر ابتدائے تاریخ سے رشیوں کا مسکن

اور جائے پناہ رہی ہے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی وکشمیری، نظم ونثر، مؤلف بابا خلیل اللہ قدس سرہٗ، سال تالیف غیر مذکور، کاتب بابا محمد اکرم خادم درگاہ چرار شریف، تاریخ کتابت منگل ۶ رجب المرجب ۱۲۹۷ھ ہجری، مطابق ۱۲ ہار ۱۹۳۷ بکرمی (۱۵ جون ۱۸۸۰ء) خط نستعلیق سادہ، کاغذ دیسی (کشمیری) صفحات ۸۵۵، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۴ x ۵، ۲۲ سنٹی میٹر۔

شروع : ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

اخیر : مگر صاحبدلی روزی برحمت کند برحال ایں مسکین دعائے

کاتب کا اختتامیہ : " ۱۲۹۷ھ ہجری = ۱۲ ہار ۱۹۳۷ چلنی (بکرمی)

قد فرغتُ من تسطیر ھذا الکتاب منبع الفیوض والبرکات مسمّیٰ بروضۃ الریاضات من تصنیف بابا خلیل اللہ نور اللہ مرقدہ بید اضعف العباد الراجی بفضل وکرم بابا محمد اکرم کہ یکی از خادمانِ درگاہ فیض پناہ مقام چرار است بوقت چاشت یوم سہ شنبہ ششم رجب المرجب ۱۲۹۷ھ ہجری اتمام یافت۔ مالک ابن اکرم۔ اکرم از مصطفیٰ است برخوردار۔

ACC-449

188- ریاض الاسلام منظوم

اس کا دوسرا نام تاریخ شالیق بھی ہے۔ یہ طویل مثنوی جس کے اشعار بموجب روایت ساڑھے ہزار ہیں، بلحاظ مضمون حسب ذیل تین ارکان پر مشتمل ہے :

۱. رکن اوّل در بیانِ حضرت میرزا حیدر و ملک سیف الدین۔

۲- رکن دوم در حالات ریشیان کرام۔

۳- رکن سوم در شرح احوال باکمال حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری و اصحاب مریدان و خلفاے او۔

کتاب ریاض الاسلام کا یہ حصہ صرف ریشیانِ کرام کے احوال و کرامات سے متعلق ہے، باقی دو حصے حالات شیخ مخدوم حمزہ اور احوال میرزا حیدر اور ملک سیف الدین، کتاب کے شروع سے نکال لئے گئے ہیں، کیونکہ یہ رکن ورق ۵۹۷ سے شروع ہو کر ورق ۸۰۰ تک حاوی ہے، البتہ کچھ اوراق ملک سیف الدین کے احوال و کوائف کے حامل ہیں جو بلا اعداد و شمار ہیں۔ عبدالوہاب شایق بارھویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) میں کشمیر کے مشہور فارسی شعراء سے تھا، اور ان سات شعراء میں ایک تھا جس کا پینل منظوم تاریخ کشمیر لکھنے کے سلسلے میں راجہ سکھ جیون نے قایم کیا تھا۔ شایق کے ذمہ سادات اور ریشیان کرام کے حالات کا انضباط تھا۔

مضمون تذکرہ ریشیان کرام، مثنوی، زبان فارسی، مثنوی نگار ملّا عبدالوہاب شایق متوفی بارھویں صدی ہجری کا آخری رُبع (اٹھارویں صدی عیسوی کا آخری چوتھائی)، مُصنّف کا خود نوشتہ نسخہ، سال تحریر ۱۱۷۴ھ ہجری (۱۷۶۰ء)، کتاب کا نام "ریاض الاسلام"
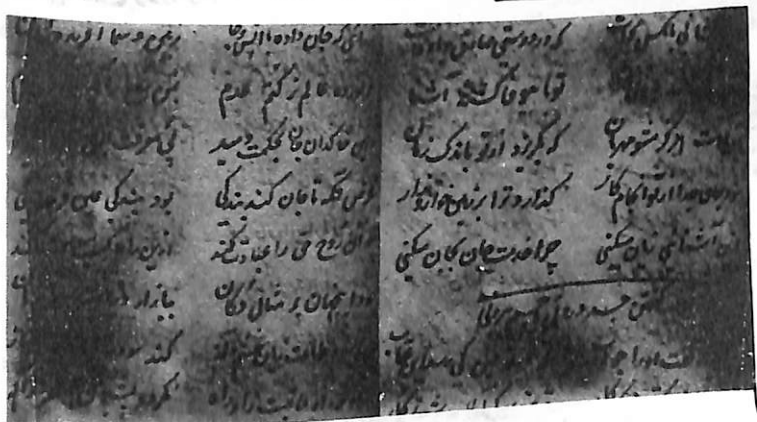
تاریخی ہے جو بحساب حروف ۱۱۷۴ کے اعداد دیتا ہے۔ اور یہی اس کا سال تصنیف ہے بخط نستعلیق باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۵۹ سے ۸۰ تک، ابیات فی صفحہ ۱۹،

تقطیع : ۸،۶ × ۱۷،۵ سنٹی میٹر

آغاز : ولی جذب ایزد کشیدش عنان ز شاہی بجرید آں وحید زماں

اختتام : دویدند آں ریشیاں تامقام بصحرا بدیدند شالی تمام

تاریخ کشمیر کے سلسلے میں کتاب ریاض الاسلام سند کی حیثیت رکھتی ہے، غیر مطبوعہ ہونے کے ساتھ ساتھ نایاب ہے۔

ACC-10(S.A.)

166- ریشی نامہ منظوم

کشمیر کے ریشیان کرام کے احوال و مقامات میں منظوم خمسہ کا پہلا دفتر ہے۔ اصل موضوع پر آنے سے قبل مصنّف نے حمدِ خدا و نعتِ رسول کے بعد مناقب چہار یار باصفا بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ جن سے مصنّف کا فرقہ اہل سنت والجماعت سے ہونا واضح ہوتا ہے۔ بعد کے مضامین و مطالب یوں ہیں :

رفتن سلطان زین العابدین بزیارت بابا زین الدین، بیان بابا لطیف الدین، ذکر بابالدی گنائی، ذکر بابا لچھم ریشی، حالات بابا حاجی ریشی، ذکر بابا بام الدین، کرامات شاہ زین الدین، ذکر بابا تہاکور (ٹھاکور) ذکر مولانا شمس الدین، ذکر بابا شکور الدین، ذکر بابا ریگی ریشی، بیان بابا حنیف الدین، ذکر حضرات سادات، ذکر بنا نمودن خانقاہ معلّیٰ، ذکر میر سیّد

محمد ہمدانی، ذکر بابا نست ریشی، ذکر بابا مبارک ریشی، ذکر پیام الدین، ذکر بابا دریا دین ریشی، بابا لدی مل، ہدایت یافتن جناب روپی ریشی از خدمت بابا لولی حاجی، ذکر میر نوروز ریشی، خاتمہ در مناجات۔

مضمون تذکرہ ریشیان کرام، زبان فارسی (مثنوی) ناظم مُلّا بہاؤالدین متوفی ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء)، سال تصنیف ۱۲۱۹ھ (۱۸۰۴ء)، "شد ریشی نامہ روح افزای" تاریخ تصنیف ہے۔ پہلے کاتب کا نام دانستہ مٹا دیا گیا ہے۔ دوسرا کاتب محی الدین، تاریخ کتابت ۲۵ ربیع الثانی روز چہار شنبہ (بدھ) ۱۳۱۸ھ (۲۲ اگست ۱۹۰۰ء)، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، فولیو ۵۲، تعداد ابیات فی صفحہ ۱۶، مخطوط میں بے ترتیبی ہے۔ چنانچہ مناقب عثمانؓ، مناقب شاہ ولایت علیؓ اور مناقب امام حسن ورق ۲۴ سے ورق ۴۸ تک مندرج ہیں۔ جبکہ انہیں آغاز میں ہونا چاہیئے تھا تقطیع: ۱۳٫۵ × ۸ × ۲۲٫۵ سنٹی میٹر۔ شروع سے ناقص۔

پہلے صفحہ کا چوتھا شعر:

شہپر جبرئیل و اسرافیل   رفتہ خاکدرت بمہر جزئیل

اختتام: ایں دعا را ز تو اجابت باد   بالنبیّ و آلہ الامجاد

کاتب کا اختتامیہ: تمت تمام شد، کار من نظام شد۔ ایں کتاب مستطاب معلی الالقاب ریشی نامہ جناب حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ بخط کشمیر بہ تصنیف جناب بہاؤالدین صاحب شہیر یوم چہار شنبہ فی التاریخ خمس وعشرون ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ از دستخط فقیر الحقیر.... دوکاندار پائیں بازار متصل جناب حضرت ہردی بابا ریشی رحمۃ اللہ علیہ و دستخط جناب محی الدین.... بوقت سہ پہر اتمام یافت۔

167- ریشی نامہ

شیخ العالم نورالدین ولی نورانیؒ کے خلیفۂ دوم شیخ زین الدین متوفی ۸۵۲ ہجری (۱۴۴۸ء)، ۱۲ ورق (اردو بیساکھ) کے احوال و کرامات میں منظوم رسالہ ہے۔ مصنف نے یہ رسالہ دوستوں کی ایک جماعت کے ایماء و اصرار پر لکھا ہے۔ اصل مطلب پر آنے سے پہلے اپنے پیر جناب عبدالغنی شانی رحمتہ اللہ علیہ اور اُوستاد ولی اللہ کی تعریف ہے۔ بعد ازاں سبب تالیف کتاب ہے۔ مصنف کے مطابق زین الدین ریشی کے احوال و کرامات تواریخ کشمیر مثلاً تاریخ سیّد علی، تذکرہ بابا حاجی ادہم و خواجہ اعظم، تاریخ شایق، تاریخ میر سعداللہ شاہ آبادی، مجموعۃ التواریخ اور نور نامہ نصیب الدین غازی پر مبنی ہیں۔

مضمون تذکرہ بزبان کشمیری منظوم (مثنوی)، مؤلف (افضل)، تاریخ تصنیف سنہ ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ء/ ۱۸۸۹ء)، ناقل خضر مہرازہ، تاریخ نقل یکم ماہ ہاڑ، سنہ ۱۹۹۶ اب سے ۱۸ ساون سنہ ۱۹۹۶ اب تک۔ ناقل نے یہ ریشی نامہ محمد لون ولد منور لون ساکن عیش مقام شریف کیلئے تحریر کیا ہے۔ خط نستعلیق زشت، بھدّا، کاغذ مشینی، فولیو ۷۰، ابیات فی صفحہ ۱۰، مضامین کی سرخیاں لال روشنائی سے فارسی زبان میں، تقطیع ۱۵.۳ × ۱۹ سنٹی میٹر۔

شروع : بعد حمد خداؤ نعتِ رسول بشنو این نکتہ را بسمع قبول

اختتام : ملک گفت از سر کامی گہژک شاد

رضائی زین الدین ژ ہ نڈن بہ امداد

کاتب کا اختتامیہ : ایں ریشی نامہ برای خواندن محمد لون ولد منوّر لون ساکن عیش مقام شریف است، بتاریخ ابتدائے یکم ماہ ہاڑ سنہ ۱۹۹۶ الی ۸ ساون سنہ ۱۹۹۶ بکرمی

بدستخط فقیر الحقیر خضر مہرازہ اختتام شد، الحمد للہ رب العالمین۔

168- ریشی نامہ منظوم

ردیف لام پر مبنی یہ طویل قصیدہ عنوان کے مطابق ریشیان (زاہدان) کشمیر کے محامد و اوصاف میں ہے۔ جو ریشیانِ کرام مخصوص طور پر قصیدہ میں مذکور ہوئے ہیں، یہ ہیں:
ہردی بابا ریشی، شیخ میرک، شیخ نورالدین ریشی، شیخ بام الدین، بابا شکرالدین، نوروز ریشی، گنگ ریشی، اوزن (ارجن) ریشی، روپہ ریشی اور بابا شیدر۔

علاوہ ان ریشیانِ کرام کے تذکرہ قصیدۂ لامیہ مذکور غسل اور ترکِ لحم کے متعلق بعض فقہی مسایل کا بھی حامل ہے۔ شاعر نے دانستہ وہ دلایل دئے ہیں جو گوشت خوری کو منع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایذائے حیوانات کا سبب ہے۔

مضمون شعر و ادب (تذکرہ)، زبان فارسی، قصیدہ نگار بابا داؤد خاکی متوفی ۲ صفر ۹۹۴ھ ہجری (جمعرات ۱۳ جنوری ۱۵۸۶ء)، بوجہ ناقص الآخر کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور۔
اس کے ساتھ ہی چار اوراق (۸ صفحات) اخیر پر بزبان فارسی کشمیر کی منظوم تاریخ کے ملحق ہیں۔ یہ تاریخ راجہ سہدیو کے وقت سے متعلق ہے جو ۷۰۵ھ ہجری (۱۳۰۶/۱۳۰۵ء) میں کشمیر کا راجہ ہوا تھا، اور جس کے عہد میں ذوالقدر خان المعروف ذوالچو نے کشمیر میں تباہی و بربادی مچائی تھی۔ بعد ازاں شہمیر، سلطان صدرالدین اور بابا بلبل کی آمد اور سلطان صدرالدین کے نام ہیں۔

نستعلیق (زشت خط)، کاغذ دیسی (کشمیری)، کُل تعداد اوراق ۱۱ (صفحات ۲۲)

تعداد ابیات فی صفحہ ۱۲، تقطیع ۵ء۱۲ × ۲ء۱۹ سنٹی میٹر۔

ابتداء : بعد حمد خالق و نعتِ رسول ذوالجلال
بادُعای آل و اصحابش بکن گوش این مقال

اختتام: حکمران تا دو سال شش ماه بود بعد ازان نقل زین جہان فرمود

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ACC–4 (S.A.)

169- ریشی نامہ

ریشی نامہ کی پہلی نقل ہے، دوسری نقل جو اس سے قدیم ہے شمارہ نمبر ۵ کے تحت بیان کی جاچکی ہے۔ ترتیب مضامین وہی ہے جو وہاں بالتفصیل مذکور ہوئی۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی و کشمیری، مؤلف بابا کمال، ساکن چرار شریف کشمیر

تاریخ آغاز تالیف ۱۵ ماہ مبارک رمضان ۱۲۴۶ھ ہجری (اتوار، ۲۷ فروری ۱۸۳۱ء)

اور اس تاریخی شعر (ص ۳۷۱) کے مطابق تاریخ اتمام ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۶ء / ۱۸۳۵ء) ہے:

چو از سال تمامش دل بیاسود ہزار و دو صد و پنجاه و یک بود

ناقل: معشوق بابا ریشی ساکن چرار شریف، تاریخ نقل ۲ رجب ۱۳۲۵ھ (اتوار ۱۱ اگست ۱۹۰۸ء) تصحیح کنندہ غلام محمد کلیم، خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، صفحات ۳۷۲، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۴ × ۲۲ سنٹی میٹر۔

شروع : ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا نورنا واغفر لنا وارحمنا انک علی کل شئ قدیر۔ حمد بیحد و عدو شکر بیعد و حد مر حضرت خالقی سزد کہ ذات او منزه است

از لطمۂ زوال وصفاتِ او مبرا است از
ورطۂ انتقال۔

اختتام :

تذکار ریشیا نست از خواندنش بہر دم
از بہر سال اتمام اجری عظیم یابد

اس شعر کی رو سے کتاب کا دوسرا
نام "تذکار ریشیاں" بھی ہے۔

کاتب کا اختتامیہ : ایں کتاب ریشی نامہ
عنبر شمامہ عشرت علامہ کرامت ختامہ
بید فقیر الحقیر معشوق بابا ریشی حسب
الفرمایش خلیل بابای قادر غلطی کشندۂ
ایں کتاب مستطاب اضعف عباد اللہ غلام محمد کلیم ساکنان مقام چرار شریف در ہنگام نیک صورت
اتمام تحریر یافت بتاریخ غلط کشی ۲ رجب ۱۳۲۵ھ

علاوہ ازیں مخطوطہ کے ساتھ یہ کتابیں بھی ملحق ہیں :

۱. مجموعۂ احادیث ۳۹ صفحات۔
۲. احوال و کوائف میر سید علی و دیگر بزرگان کرام صفحات ۲۷۔

۱۷۰- ریشی نامہ

سبب تالیف کے بعد ریشی نامہ حسب ذیل مطالب و مضامین پر مشتمل ہے :

ذکرِ اوّل در حقیقت و حالات و کرامات حضرت شیخ العالمؒ و سبب انابت یاران و مُریدانِ او۔ مقدمہ۔

ذکرِ دوم در ذکرِ ریاضات بابا بامُ الدین و مُریدان او۔

ذکرِ سیوم در حقیقت مجاہدات و ریاضات و کرامات بابا زین الدین و مُریدان او۔

ذکرِ چہارم در حقیقت مجاہدات و ریاضات بابا لطیف الدین و مُریدانِ او۔

ذکرِ پنجم در حقیقت و حالات بابا نصر الدین و مُریدانِ او۔

خاتمہ در تذکار و حالات عارفۂ یگانہ حضرت للہ دیوانہ و بعضی ریشیانِ اُویسی۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی و کشمیری، مؤلف بابا کمال، ساکن چرار شریف، تاریخ آغاز تصنیف ۱۵ رمضان المبارک ۱۲۴۶ھ = اتوار ۲۷ فروری ۱۸۳۱ء، تاریخ اختتام ۱۲۵۱ھ = ۱۸۳۶ء / ۱۸۳۵ء، کاتب محمد خلیل بابا مُحنتہ ولد عزیز بابا مُحنتہ ساکن چرار شریف۔ تاریخ کتابت ۳۰ ماہِ صفر ۱۳۴۵ہجری (۹ ستمبر، روز جمعرات، ۱۹۲۶ء) خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ مشینی، فولیو ۱۳۱، سطور فی صفحہ ۲۱، تقطیع ۱۹،۵×۳۲،۵ سنٹی میٹر۔

آغاز: ربنا اتمم لنا نورنا و اغفر لنا انک علی کل شیٔ قدیر۔

اختتام: از بہر سالِ اتمام اجری عظیم یابد۔

کاتب کا اختتامیہ: ایں کتاب ریشی نامہ فیض شمامہ کرامت ختامہ مورخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۴۵ہجری تمام شد۔ الراقم فقیر حقیر سراپا پُر تقصیر محمد خلیل بابا مُحنتہ ولد عزیز بابا مُحنتہ ساکن چرار شریف سگ داغدار شیخ نور الدین نورانی رحمتہ اللہ علیہ۔

یارب از فضل خویش رحمت کُن
جائے کاتب میانِ جنّت کُن

۱۶۱- ریشی نامہ

شیخ العالم شیخ نورالدین ولی قدس اللہ سرہ العزیز کی کشمیری منظومات، رباعیات اور قطعات کی تشریح و توضیح ہے۔ اس سے قبل ابوالفقراء بابا نصیب الدین غازی منقولات (احادیث و سنن) کا بے حد بیان کر چکے تھے، لیکن کشمیری ابیات کی کما حقہ تشریح نہ کر پائے تھے۔ اس لئے کلامِ شیخ کی دوبارہ تشریح و توضیح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ علاوہ حمدِ خدا و نعتِ رسول اور مناقب چہار یار کے ریشی نامہ کے مضامین و مطالب حسب ذیل ہیں:

مقدمہ در بیان اصطلاحاتِ ریشیان و ریاضات عالی شانِ ایشان۔

ذکر اوّل در حقیقت و حالات و کرامات حضرتِ شیخ العالم و سبب انابتِ یاران و مریدان او۔

ذکر دوم در حقیقت و حالات و ریاضات و کرامات بابا بام الدین و مریدان او۔

ذکر سیوم در حقیقت و مجاہدات و کرامات بابا زین الدین و مریدان او۔

ذکر چہارم در حقیقت و کرامات بابا لطیف الدین و مریدان او۔

ذکر پنجم در حقیقت و حالات بابا نصرالدین و مریدانِ او۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی و کشمیری، مؤلف بابا کمال ساکن چرار شریف، کشمیر، تاریخ تالیف ۱۵، ماہِ مبارک رمضان ۱۲۴۶ھ ہجری (اتوار، ۲۷ فروری ۱۸۳۱ء)، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص الآخر نامعلوم، تاہم اغلباً مؤلف کا خود نوشت یا اُسی کے عہد کی تحریر، خطِ نستعلیق سادہ، عنوانات لال روشنائی سے، کاغذ دیسی (کشمیری)، صفحات ۳۶۰، سطور فی صفحہ ۱۶، تقطیع ۵،۱۲ X ۱،۲۲ سنٹی میٹر۔

شروع: حمد بیحد و شکر بے عدد مر خالقی را سزد کہ ذاتِ او منزّہ است از لطمہ زوال

وصفات او مبرّا است از ورطۂ انتقال۔

اخیر: آنکہ توفیقش ز حق گشتہ رفیق   سرورِ مرتاضیان بابا رفیق
بزم آرائی اویسی بے لقب   مست و مخمور است از جامِ رحیق

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور۔

نوٹ: مخطوطہ کے نام اور مصنّف کی شہادت مخطوطہ سے نہیں ملتی، تاہم مشہور یہی ہیں۔

ACC - 15 (S.A.)

172- ریشی نامہ

شیخ العالم شیخ نورالدین ولیؒ قدس اللہ سرّہ کے حالات و کرامات میں ایک اور مخطوطہ ہے۔ اس میں علاوہ شیخ کے حالات زندگی کے ان کے کشمیری کلام کا بیان اور اُن کی تشریح بھی ہے۔ سوانح حیات فارسی میں اشعار کے ساتھ ساتھ دیدئے گئے ہیں۔

مضمون تذکرہ، زبان کشمیری و فارسی (نظم و نثر دونوں میں)، مؤلف بابا کمال ساکن چرار شریف، سنہ تالیف غیر مذکور، ناقل محی ساکن موضع گیرو، سنہ نقل غیر مذکور تاہم انتہائی جدید، خطِ نستعلیق زشت، کاغذ مشینی، تعداد اوراق ۱۱۲، تعداد سطور فی صفحہ ۱۹،

تقطیع: ۲۰،۷ × ۳۱ سنٹی میٹر۔

شروع: حمد بیحد شکر بیعد مر خدائی سزد کہ ذات او منزّہ از لطمۂ زوال۔

اختتام: خاکیٔ دردمند با دلِ زار   بر درت از امید درمانست

کاتب کا اختتامیہ: کتبہ احقر العباد راجی رحمتہ ربّ العالمین محی عفی عنہ برائے خلافت پناہ میر صاحب قریۂ گیرویہ۔

173- ریشی نامہ

ایک اور نقل ہے۔ ریشی نامہ شیخ نورالدین ولیؒ کشمیری قدس اللہ سرہ متوفی شب قدر ۲۶ رمضان المبارک ۸۴۲ھ مطابق ۸ ماہ پوہ (۱۲ مارچ ۱۴۳۹ء) کے احوال و کرامات اور ان کے کشمیری کلام کی تشریح و توضیح ہے۔ مصنف کے مطابق بابا نصیب الدین غازی نے اگرچہ بیحد منقولات معرض تحریر میں لائے ہیں تاہم انہوں نے شیخ نورالدین ولی کے کشمیری ابیات (غزلیات، رباعیات اور قطعات) کی توضیح سے چشم پوشی کی ہے۔ دیگر مصنفین شیخ کا کلام نہ سمجھنے کے باعث اُس سے دور رہے ہیں۔ اس بناء پر ضرورت محسوس ہوئی کہ شیخ نورالدین ولی کی منظومات، رباعیات اور قطعات کی تشریح میں موجودہ ریشی نامہ تحریر کیا جائے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی و کشمیری، مؤلف بابا کمال ساکن چرار شریف، سنہ تالیف غیر مذکور، ناقل و تاریخ نقل بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری فولیو ۲۰۲ (صفحات ۴۰۴) سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع : ۱۴۰۲ × ۲۳٫۲ سنٹی میٹر۔

شروع : ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا وارحمنا انک علیٰ کل شئ قدیر۔
حمد بیحد و عدو شکر بیحد و عدمر حضرت خالقی سزد کہ ذات او منزہ است از لطمۂ زوال۔

آخری سطر: برادر خورد ش زونہ ریشی بابا در انجا حاضر بود، گفت ایں چیست گفت در مدت زیست بجز امروز ندیدم۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور۔

174- ریشی نامہ منظوم

کشمیر کے طبقۂ ریشیاں کے حالات و کرامات میں ایک مُفصّل کوشش ہے۔ حسب دستور حمد وثنا و نعتِ رسول اور مناقبِ اصحاب کبار کے بعد مصنّف نے اولیاء پاک سے توسّل مانگا ہے۔ بعد ازاں سالک مسالک طریقت شیخ نورالدین ولیؒ اور دیگر ریشیان کرام کے احوال و خوارق عادات کا مُفصّل بیان ہے۔ اسی دوران کشمیر میں آغازِ اسلام کی تاریخ کے بیان کے بعد اس ملک جنّت بے نظیر میں ساداتِ کرام کی آمد آمد اور کشمیر میں رہایش کے ساتھ ساتھ اُن کی رُوحانی تربیتوں کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی نظم بطرز مثنوی، مثنوی نگار مُلّا بہاؤالدین مُتو متوفی ۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۲ء، تاریخ نظم: ۱۲۱۹ھ = ۱۸۰۴ء، فقرہ "شد ریش نامہ روح افزای" تاریخ تصنیف ہے۔ مصنّف نے ریش نامہ پچاس برس کی عمر میں تصنیف کیا تھا۔ جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہے:

عمر پنجاہ سالہ باختہ ام　　　در ہواھاے نفس تاختہ ام

کاتب غیر مذکور، تاریخ کتابت روز چہار شنبہ، ۸ ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ ہجری (۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء)، خطِ نستعلیق معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۱۳۲ (صفحات ۲۶۴)، اوسط ابیات فی صفحہ ۱۵، تقطیع: ۱۴٫۵ × ۲۲ سنٹی میٹر۔ شروع سے ناقص۔

شروع: پس مرانم از در خویش　　　لطف فرما بحالِ مضطرِ خویش

اخیر کے صفحہ پر: شکر للّٰہ کہ نامۂ ریشی　　　یافت اتمام از صفا کیشی

کاتب کا اختتامیہ: تمام شد ریشی نامہ جناب شیخ العالمؒ بروز چہار شنبہ ہشتم ماہ ربیع الآخر۔

سنہ ۱۳۱۹ ہجری. شروع اور اخیر کے ورق کے حواشی پر مرمت کے باعث متن کے کافی اشعار زیر مرمت چلے گئے ہیں.

ریشی نامہ کے متعدد مخطوطات محکمۂ تحقیق واشاعت حکومتِ جموں وکشمیر کی قلمی لائبریری میں محفوظ ہیں.

ACC – 409

175- شرح قصیدۂ ریشینامہ

اس کا دوسرا نام شرح قصیدۂ لامیہ بھی ہے. یہ قصیدہ کشمیر کے ریشیانِ کرام، اور ان کے احوال ومقامات پر بطرزِ شاعری مکمل تبصرہ ہے. مصنف نے اصل قصیدہ اور شرح بابا ہردی ریشی بعض اوصاف واوحال سے متاثر ہو کر لکھا ہے جس کے ضمن میں کشمیر کے بعض دیگر ریشیانِ کرام بھی بیان میں آگئے. شرح قصیدہ ریشی نامہ یوں تو ریشیان کشمیر کے احوال و مقامات کا مفصل تذکرہ ہے، لیکن اس کے ذیل میں بہت سے مسایل فقہی اور رموز وحدت و عرفان بکثرت مذکور ہیں- اس اعتبار سے شرح مذکور نہ صرف ایک تذکرہ ہے، بلکہ دیگر اسلامی علوم وفنون کا ایک بیش بہا ذخیرہ بھی ہے۔

مضمون تذکرہ ریشیانِ کشمیر بطرزِ شعر وسخن. مصنف وشارح شیخ بابا داؤد خاکی فرزند شیخ حسن گنائی بن شیخ محمد گنائی ولد نتو گنائی المتوفی ۲ صفر سنہ ۹۹۴ ہجری (منگل ۱۴ دسمبر ۱۵۸۵ء)، مدفون سرینگر (روضۂ سلطان العارفین مخدوم حمزہ کشمیری علیہ الرحمتہ والرضوان)

کاتب وسالِ کتابت نامعلوم- آغاز کے پہلے تین صفحات کے بعد مخطوطہ ورق ۳۹ (صفحہ ۸۰) سے شروع، صفحہ آخر بوجہ کرم خوردگی ناقابلِ مطالعہ، اس لئے کاتب وتاریخِ کتابت

غیر دستیاب، خطِ نسخ، کاغذ کشمیری، کل دستیاب فولیو ۹۴، سطور فی صفحہ ۱۹،

تقطیع: ۱۱,۳ × ۲۳,۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: اَلحمدُ لِلّٰہ ربّ العالمین والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

اختتام: بخشش بارد، عقدہٗ ......

کاتب کا اختتامیہ کرم خوردہ۔

ACC-7 (S.A)

176- کراماتِ بابا زین الدین

شیخ نورالدین ولیؒ کے خلیفۂ دوم شیخ زین الدین اور اُن کے مُرید بابا شمس الدین کی کرامات کے سوال و جواب میں ایک نامکمل رسالہ ہے۔ اس سے کسی حد تک بابا زین الدین کے حالات و مقامات سے آگہی بھی ہوتی ہے۔ شیخ زین الدین اصل میں کشتواڑ کے رہنے والے تھے اور قوم راجپوت سے متعلق تھے۔ کفر میں وزی سنگھ (وجے سنگھ) نام تھا اور جب شیخ العالم کی نظر سے اسلام میں آئے تو شیخ زین الدین نام پڑ گیا۔ بابا زین الدین اشٹ مقام پہاڑ پر واقع اشٹہ نامی ایک غار میں دفن ہیں، اور اسی غار کی مناسبت سے اس بستی کا نام اشٹہ مقام پڑا ہے جو بطور غلط العام عیش مقام ہو گیا ہے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی و کشمیری، مؤلف نامعلوم، زمانۂ تالیف نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص الاول والآخر نامعلوم، نستعلیق شکستہ، کاغذ کشمیری، صفحات ۱۰، اوسط سطور فی صفحہ ۱۲، تقطیع: ۱۳,۵ × ۲۰ سنٹی میٹر۔ کناروں پر

تمام مخطوط مرمّت شدہ، عبارت کا تسلسل غیر یقینی۔

شروع : گفتند کہ ما ہرگز ز پردہ بر نمی آئیم

ختم : جواب بابا حضرت زین الدین ولی .... اس کے نیچے "گر تو نوندہ" کی رکاب۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر غیر مذکور۔

ACC-8(S.A.)

177- کلامِ حضرت شیخ نور الدین ولیؒ

حسب ذیل منظومات کا مجموعہ ہے :

۱۔ مناجات (۱ - ۸ صفحات)

۲۔ کلامِ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ (ص ۹)

۳۔ منقبت شریف حضرتِ غوث الاعظمؓ (ص ۱۰)

۴۔ بلا عنوان (صفحہ ۱۱)

۵۔ در بیانِ فیِّ زوال، در بیانِ فرائض نماز، در بیانِ واجباتِ نماز، در بیانِ سنّت ھای نماز (۱۲ - ۱۴)

۶۔ بلا عنوان (۱۵ - ۱۶)

۷۔ کلامِ حضرت شیخ العالم (۱۷ - ۲۱)

مضمون شعر و سخن، زبان کشمیری، مصنّف شیخ نور الدین ولی کشمیری متوفّی شب دوشنبہ ۲۶ رمضان ۸۴۲ھ ہجری (۱۲ مارچ ۱۴۳۹ء) زمانۂ تصنیف پندرھویں صدی عیسوی کا آغاز، ناقل و تاریخ نقل غیر مذکور، خطِ نستعلیق انتہائی زشت، کاغذ مشینی و کشمیری۔

صفحات ۲۱، تعداد ابیات فی صفحہ ۱۸، تقطیع: ۹، ۱۶ X ۸، ۲۰ سنٹی میٹر۔

شروع: توش بندہ نماز بیہ رمضانس تی مالِ لگی پانس سیتی

ختم: آدم کرنو خاسس بندہ پننو

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور (بوجہ ناقص الآخر ہونے کے)

178- کلام شیخ نورالدین ولیؒ کشمیری

یہ مجموعہ حسب ذیل مطالب و عنوانات پر مشتمل ہے:

۱۔ غزلیاتِ شیخ ۴ اوراق۔

۲۔ در بیان نسب نامۂ ظاہریٔ خود، ورق ۵ سے ورق ۷ تک۔

۳۔ حضرت شیخ را علوم باطنی حاصل بود و مکالمۂ شیخ با والدۂ خود، ورق ۸ سے ۱۳ تک۔

۴۔ چند غزلیات از شیخ نورالدین ولی و مناجات بسوئے قاضی الحاجات ورق ۱۴ سے ۱۶ تک۔

۵۔ مسایلِ نماز ورق ۱۷ - ۲۲۔

۶۔ مکالمۂ شیخ و برہمن (۲۳ - ۲۸)

۷۔ جواب و سوال بابا نصرالدین با حضرت شیخ قدس سرہ (ورق ۲۹ سے ورق ۳۴ تک)

۸۔ نصیحتِ شیخ بملّا و گفتگوئے شیخ با قاضی صدرالدین (ورق ۳۵ سے ۳۷ تک)

۹- مکالمۂ شیخ با برہمن (۳۸ - ۴۲)

۱۰- جواب و سوال بابا نصرالدین با حضرت شیخ قدس سرہٗ (ورق ۴۲ - ۴۵)

۱۱- تنبیہ نمودن شیخ امام جماعت را بر غفلت و عدم خشوع او در نماز (۴۵-۴۸)

مضمون تصوّف و معرفت، زبان کشمیری (نظم)، ناظم شیخ نورالدین ولی کشمیری عرف نوند ریشی، متوفی ۲۶ رمضان المبارک ۸۴۲ھ ہجری (۱۲ مارچ ۱۴۳۹ء)، کاتب و ناقل غیر مذکور، خطّ نستعلیق معمولی، کاغذ دیسی (کشمیری)، مجموعۂ اوراق ۴۸ (صفحات ۹۶) اشعار صفحہ مختلف التعداد، تقطیع : ۱۴×۲۴٫۵ سنٹی میٹر۔

آغاز : سکرس بون یتہ میلت کہڑی دُر مہ شلتہ کہہ آو سو

اختتام : دپان ہم لون خارن

اختتامیہ ندارد ۔

ACC-14 (S.A.) ۱۷۹- مجموعۂ نور نامہ و کلام شیخ رح

یہ مجموعہ بحیثیت مجموعی دو حصص پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا حصّہ نور نامہ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیدایش نور کے بیان میں ہے، اور اس حدیث کی مکمّل تشریح ہے : " اوّلُ ما خلق اللہ نوری"۔ صفحات ۲۵ - کاتب مُلّا عبدالستار ولد مُلّا حمید اللہ ساکن موضع چوبلہامہ، پرگنہ اسلام آباد۔ تاریخ کتابت ۱۲۱۱ھ = ۱۷۹۶ء۔

مجموعہ کے باقی اوراق کلام شیخ نورالدین نورانیؒ کے حامل ہیں۔ صفحات ۳۲۔ کاتب و تاریخ کتاب غیر مذکور۔

مضمون تصوّف، زبان فارسی و کشمیری، پہلے کا مصنّف نامعلوم، دوسرے حصے کا شیخ نورالدین نورانیؒ، دوسرے کا کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، نستعلیق زشت خط، کاغذ کشمیری، کُل صفحات ۵۷، سطور فی صفحہ مختلف، تقطیع : ۱۰ × ۸، ۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز : الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین

ختم : کینژن موس کینژن مارن۔

پہلے مخطوط کا اختتامیہ : از دستِ پُر معصیت مُلّا عبدالستار ولد مُلّا حمید اللہ ساکن موضع چوپلہامہ، پرگنہ اسلام آباد بوقت چاشت بروز دوشنبہ .... اتمام یافت ۱۲۱۱ سنہ ہجری۔

ACC – 13 (S.A)

180/1- نور نامہ حصۂ اوّل

بنیادی طور پر شیخ نورالدین ولیؒ کے احوال و کرامات میں مُفصّل کتاب ہے، تاہم ان کے ضمن میں کشمیر کے دیگر ریشیانِ کرام کا بھی تذکرہ آگیا ہے۔ اصل مطلب پر آنے سے قبل لفظ ریشی کی لغوی و معنوی تحقیق ہے، بعدازاں اس طبقہ کی فضیلت میں ایک طویل نظم فارسی ہے لیکن آغاز آئمۂ دوازدہم کی فضیلت و احوال سے ہوتا ہے (ورق ۱ سے ورق ۸ تک)۔ اصل چہارم در مذہب مخالفان، اہل بیت رسولؐ میں ہے جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے رسالہ سے ماخوذ ہے۔ ورق ۱۰ پر آئمۂ دوازدہ کی شان و کوائف میں ایک نظم فارسی ہے۔ لیکن اصل کتاب نور نامہ کا آغاز ورق ۱۳ سے ہوتا ہے، جہاں پہلے بابا داوُد خاکی کے فضایل و حالات کا بیان ہے۔ کتاب بلا ترتیب اچانک شروع کر دی گئی ہے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی مخلوط بہ کشمیری، مؤلف بابا نصیب کشمیری متوفی

انوار، ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ (۲۸ مئی ۱۶۳۷ء)، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص و آخر نامعلوم، خطِ نستعلیق باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۱۶۵، اوسط سطور فی صفحہ ۱۷ تقطیع : ۱۴٫۵ × ۲۰٫۴ سنٹی میٹر۔

شروع کے الفاظ : سپردند کہ پاک آمدند و پاک رفتند

اخیر : چو در دم کم بود یارب چہ گویم بزہر آلودہ نزیاک ازچہ جویم

کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

ACC-13 (S.A)

180/2- نورنامہ حصۂ دوم

نورنامہ کا یہ حصہ بھی شیخ نورالدین ولیؒ کے احوال و کرامات میں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شیخ کے کشمیری کلام کی تشریح و توضیح بھی ہے۔ اس کے مطالعہ سے شیخ نورالدین ولیؒ کے اُن اسفار کا بھی علم ہوتا ہے جو انہوں نے مختلف مریدوں کے ساتھ کشمیر کے دیہاتوں کے کئے تھے۔ کتاب کے اخیر کا حصہ بابا داؤد خاکی کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ملک سیف کی فراست و درایت کا تفصیلی تذکرہ ہے، پھر میرزا حیدر کاشغری کے عدل و انصاف اور اُس کے واقعۂ شہادت کا بیان ہے۔

مضمون تذکرہ، زبان فارسی، نثر، مؤلف بابا نصیب غازی متوفی بروز انوار ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ = ۲۸ مئی ۱۶۳۷ء، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص اوّل و آخر غیر مذکور، خطّ نستعلیق خفی، کاغذ دیسی (کشمیری)، صفحات ۱۱۳ سے ۸۰۴ تک، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع : ۱۴٫۵ × ۲۰٫۴ سنٹی میٹر۔

اخیر: حضرت شیخ دایم در ذکر بودی و در ذکر اره قیام نمودی۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

180/3– نور نامہ حصۂ سیوم

مختلف کتب تصوّف پر مبنی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں بطور تیقّن کوئی خاص موضوع نہیں ہے۔ بلا ترتیب جو بات بھی مصنّف کے ذہن میں پیش آگئی ہے اُسے بیان کر دیا گیا ہے تاہم بحیثیت مجموعی نور نامہ کا یہ حصہ کتب احادیث کے تراجم پر مشتمل ہے جن میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے متعلق سُنّی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔

مضمون تذکرہ (متعلق بہ تصوّف)، زبان فارسی، مؤلف بابا نصیب غازی متوفی اتوار ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ ہجری (۲۸ مئی ۱۶۳۷ء)، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص اوّل و ناقص آخر نامعلوم، خط نستعلیق باریک، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۱۲۴ (صفحات ۲۴۸) سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع: ۱۴٫۵ × ۴ و ۲۰ سنٹی میٹر۔

شروع: بکلّی پردازد، اگر ولی حق فرزند نباشد ہیچ پاک نباشد

اخیر: وصیّت کردہ بودند کہ چوں بمیرم مرا بر سر ریگی بہنید و بیرون برید و بغزمین برسانید کہ آنجا سنگی سپید خواہید یافت ازاں نور درخشان باشد۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

تواریخ کشمیر

181- احوال راہ کشمیر بسمت لداخ

مخطوطہ کا یہ شمارہ حسب ذیل کتب و رسائل پر مشتمل ہے:-

۱- احوال راہ کشمیر بسمت لداخ - (۸۲ صفحات)

۲- رسالہ در تعلق چائے (۲ صفحات)۔

۳- حالات حضرت خواجہ عبدالرحیم شیخ کمان (۳ صفحات

۴- حالات یونس خواجہ (ایک صفحہ)

۵- رسالہ فوائد نجومی (۱۴ صفحات)

۶- قصیدہ در مدح شاہ نقشبند (۶ صفحات)

۷- نسک حج منظوم (۲۱ صفحات)

مضمون (پہلے کا سفر نامہ) دوسرے کا شعر و ادب، تیسرے کا سوانح اور چوتھے کا بھی سوانح، پانچویں کا علم ہیئت و نجوم، چھٹے اور ساتویں شعر و ادب اور دینیات)

پہلے کا مصنف نامعلوم، تاریخ تصنیف ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) دوسرے کا شاہ نیاز نقش بندی زمانۂ تصنیف ۱۹ ویں صدی عیسوی، تیسرے کا مصنف نامعلوم، چوتھے کا مصنف کمال الدین علی ابن کمال الدین الحسینی بن علی ایران الحسینی الاصفہانی، زمانۂ تصنیف نامعلوم، چھٹے کا مصنف حبیب اور ساتویں کا بھی حبیب ابن عبدالرسول، زبان فارسی منظوم، تاریخ تصنیف ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۸ء) ناقل کاتب خود مصنف، تاریخ کتابت ۳ شوال ۱۲۸۴ھ = ۲۸ جنوری ۱۸۶۸ء، خط نستعلیق معمولی، مائل بشکستہ، کاغذ کشمیری، صفحات ۱۲۹

سطور فی صفحہ مختلف، تقطیع ۹ء ۹ × ۲۰ و ۱۸ سنٹی میٹر

ابتداء: سوداگرانیکہ از شہر کشمیر عازم لداخ می شوند

اختتام:- راقم نظم لس حجستہ نصیب ابن عبدالرسول بنام حبیب خاکپائے خدام ذوالاکرام و علیہ السلام والاکرام۔
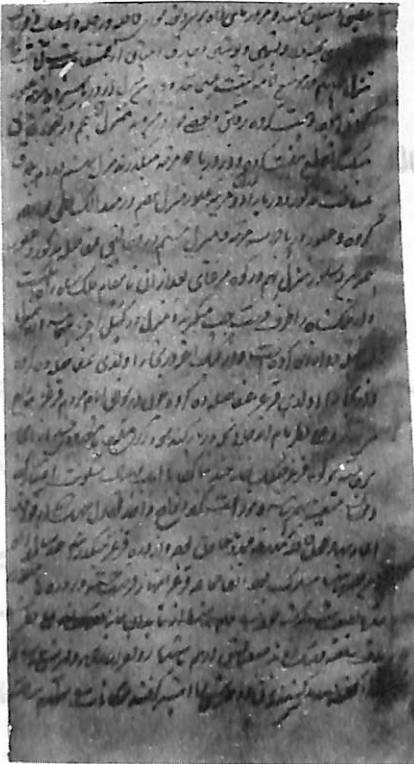
مصنف کا اختتامیہ:- بہ استطاعی ام علی صاحب تحریر یافت بتاریخ سیوم شوال سنہ ۱۲۸۴ھ عذر طول مدت معاف فرمایند بعنداللہ بدعا یاد آرند فقط۔

مجموعہ میں پہلا اور آخری نسخہ نایاب ہے

ماسوائے فوائد نجومی کے باقی تمام تر نسخے کشمیری تاریخ اور شخصیتوں سے متعلق ہیں۔

ا۔

ACC-210

182- اسامی منازل راہ لداخ تا یارکند در موسم تابستان

کشمیر سے لداخ اور وہاں سے یارکند کو سفر کرنے والوں کے راہنما کی حیثیت رکھتا ہے

ضمن میں ترکستان کے شہروں اور وہاں کے طرز حکومت پر بھی قدرے روشنی ڈالی گئی ہے۔ فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

مضمون جغرافیہ، زبان فارسی

متولف خواجہ احمد شاہ نقشبندی، سال تالیف ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء۔ مصنف کا خود نگاشتہ مسودہ جیسا کہ متعدد بار کاٹ چھانٹ سے مفہوم ہوتا ہے، خط مختلف، کہیں شکستہ اور کہیں صاف خوشخط، کاغذ کشمیری، صفحات ۱۴۲، سطور مختلف۔

تقطیع ۲۶×۱۵ سنٹی میٹر

آغاز:- اسامی منازل راہ یالدارخ تا یارکند۔

اختتام:- امیدوار عنایات داشتہ فقط ۔

دُنیا میں واحد نسخہ - ہنوز غیر مطبوعہ۔

ACC-425

183- انتخب از تاریخ سید علی

کشمیر کے آخری ہندو دور سے محمد شاہ بن حسن شاہ کے حالات تک احوال کشمیر کا بطور اختصار مجموعہ ہے۔ ضمن میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے کشمیر میں قدوم میمنت لزوم کا بیان بھی آگیا ہے۔ جو صرف ایک مرتبہ ۷۸۶ھ ہجری (۱۳۸۴ء) کے آغاز میں بعہد سلطان قطب الدین عمل میں آیا۔ انتخاب تاریخ سید علی کے اہم واقعات میں سے میر شمس عراقی کا کشمیر میں ورود، آتش جامع مسجد اور آتش خانقاہ معلی ہیں۔ دراصل یہ انتخاب تاریخ سید علی کے اقتباسات پر مبنی ہے۔ اس کا ماخذ زیادہ تر قاضی ابراہیم فرزند قاضی اسکندر متوفی عہد چکان کی تاریخ کشمیر ہے۔

مضمون تاریخ کشمیر زبان فارسی نثر، مصنف سید علی ملگرے ولد محمد سید ملگرے زمانہ تصنیف ۹۲۳ ہجری (۱۵۰۵ء) کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، اندازاً ۶۰ یا ۷۰ برس پہلے کی نقل، کا نستعلیق خط، املا سے پتہ کشمیری پنڈت طرز تحریر

کاغذ کشمیری، فولیو ۳۰، اوسط سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۲ و ۱۳×۴ و ۲۰ سنٹی میٹر۔

آغاز:۔ و ساعت و ایّام حکومت وی سیزدہ سالہ و سی ماہ بود و در عہد او سنگرام چند پسر بلاد چند سرخیل لشکر بودند۔

اختتام:۔ و بالای آن صوفۂ سنگین را درست نمودند، واللہ اعلم بالصواب۔

مُصنّف کی جانب سے تاریخ کا اختتام:۔ در تاریخ نہصد و نود و سہ گذشتہ سنہ ۹۹۳ ہجری (۱۵۸۵/۱۵۸۴ء)۔

تاریخ سیّد علی انتخاب اور اصل دونوں صورتوں میں نایاب ہے۔ صاحب واقعات کشمیر خواجہ محمد اعظم دیدہ مری متوفی سنہ ۱۱۷۹ ہجری (۱۷۶۶/۱۷۶۵ء) نے اس کا ذکر اپنے ماخذوں میں کیا ہے لیکن بعد میں نایاب ہوگئی ہے بہر کیف تاریخ سید علی ناگرتے کا موجودہ انتخاب بھی انتہائی نادر و قیمتی ہے۔

ACC-394

184- باغِ سلیمان منظوم

یہ طویل منظوم کتاب حسب ذیل مضامین و مطالب پر مبنی ہے

حمد خدا و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، احوال راجگان کشمیر، ظہور حضرت سید البشر و انتقال او، رجوع بقصۂ راجہہائے کشمیر، آمدنِ لشکر ذوالقدر خان و قتل و غارت او، ذکر سلاطین کشمیر، ذکر للّٰہ عارفہ و سید حسین، وارد شدن میر سید علی ہمدانی در کشمیر، ذکر سادات، قیام حکومت مغولان ہند در کشمیر، تسلّطِ افغانان کابل بر کشمیر و تذکرہ اولیائے کرام کشمیر

مضمون تاریخ کشمیر بطرز مثنوی، زبان فارسی، مؤلف ملّا سعد اللّٰہ شاہ آبادی، سال تالیف ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) کتاب کا نام "سلیمان باغ" تاریخ تصنیف ہے۔ جلد ساز کی غلطی سے مخطوط حسب ذیل مقامات پر بے ترتیب ہو گیا ہے، ورق تین اور گیارہ کے مابین اُن کے مابین ورق ۱۵۳، ۸۶ ما اکبر نامہ کے چار اوراق اور ورق ۷۹ و ۸۰ غلطی سے کتاب کے ساتھ جوڑ دیئے گئے ہیں۔ نیز بے ترتیبی ورق ۱۵، ورق ۳۶ بھی ناتمام

ورق ۶۱ ورق ۸۰، ورق ۸۵، ورق ۱۰۴، ورق ۱۰۸، ورق ۱۵۳، ورق ۱۵۵، ورق ۱۹۹ دو مرتبہ پھر بھی نمایاں ہے، کاتب محمد مسعود خانیاری، تاریخ کتابت ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ھ (بمطابق ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء) خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری اوراق ۱۹۹، تعداد اشعار فی صفحہ ۱۹ تقطیع ½۲۱ × ½۱۱ سنٹی میٹر۔

آغاز:- ای بحمدت ورق گہ تحریر رشک از نام گلشن کشمیر

اختتام:- ختم گردید این کتاب سیر ملک کشمیر و راجہا یکسر

کاتب کا اختتامیہ:- ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ھ بقلم محمد مسعود خانیاری

بود تاریخ مہ دوازدہم شہری از سال بدر ربیع دوم

از سنہ یکہزار و سیصد و بیست کہ ز تحریر آن شدم بالیست۔

کشمیر کی منظوم تاریخ باغ سلیمان آزاد خان افغان صوبیدار کشمیر (۱۱۹۰ھ - ۱۱۹۹ھ) (۱۷۸۲ء - ۱۷۸۴ء) کے زمانے تک کی تاریخ ہے۔ اس کے متعدد نسخے کلکتہ تحقیق و اشاعت حکومت جموں و کشمیر واقع اقبال لائبریری کشمیر یونیورسٹی سرینگر میں محفوظ ہیں، موجودہ نسخہ انتہائی جدید عہد کا ہے۔

ACC-109

185- تاریخ حسن

دو جلدوں پر مشتمل کشمیر کی ضخیم اور جامع تاریخ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کشمیر کے جغرافیہ میں اور حصہ دوم آغاز کلجگ سے تا اختتام حکومت مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانی (۱۸۸۵ء) کشمیر کی سیاسی تاریخ کا مفصل احوال ہے۔ مصنف نے یہ تاریخ عبدالرحمان والی کابل کے نام معنون کی ہے جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہے۔

زده در جہان ہمچو خاقان حسین　　امیر عبدالرحمن نقش نگین

مضمون تاریخ کشمیر، زبان فارسی نثر، تاریخ نگار پیرزادہ غلام حسن کھویہامی (۱۲۴۸ھ — ۱۳۱۶ = ۱۸۳۲ء سے ۱۸۹۸ء)، سال تصنیف ۱۳۰۲ھ = ۱۸۸۵/۱۸۸۴ء، کاتب غلام احمد جیدؔ برادر پیر غلام حسن کھویہامی، امام مسجد نقشبند صاحب سرینگر، کشمیر، تاریخ کتابت ۷، شوال ۱۳۰۹ھ (جمعہ)، ۵ مئی ۱۸۹۲ء) "تاریخ کامل" تاریخ حسن کا تاریخی نام ہے

در ہر علم مباحثہ و مناظرہ میفرمود و فحش و غیبت و استہزا بر زبان نمی آورد پس اجنبی ہمیشہ در پورش بی نیاز و استماع نصایح پیشینیان بسر میبرد اما از ردی بد دیانتی اہلکاران کہ ظالم و متعصب و مرتشی و خاین بودند نیکنامی او در اطراف چندان شایع نگشت ورنہ در عہد خود فرد لاثانی بود و عرصہ بیست و ہشت سال و ہشت روز حکمرانی فرمود نظم چنین است رسم این گذرگاہ را ؛ کہ دارد بہ آمد شد این راہ را ؛ یکی را درآرد بہ ہنگامہ تیز ؛ دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز ؛ کرو اند درین دخمہ دائم و دد ؛ چہ تاریخہا دارد از نیک و بد ؛ چہ نیرنگ بازی گردان ساختہ است ؛ چہ گرد نکشان از اسر انداختہ است ؛ مکن زیر این لاجوردی بساط ؛ درین مہرہ کہربا گون نشاط ؛ کند اینچنین چند بازی بسیج ؛ سرانجام بازیش ہیچ است و ہیچ ؛ خاتمہ منظومہ بحمد اللہ از فضل رب اکرام ؛ دوم حصہ امروز شد اختتام ؛ بترتیب [illegible] پسند ؛ مرتب شد این نامہ ارجمند ؛ عروس سخن با ستانی [illegible] شد مسلی سواد ؛ پی سال اتمامش ای نیک خو ؛ خرد گفت تاریخ کامل بگو ؛ پی تہنیت پادشاہ زمان ؛ نہادم من این لاخ [illegible]

خط نستعلیق عمدہ وصاف، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۴۱۱، صفحات ۸۲۲ — سطور فی صفحہ ۱۷ تقطیع ۲۵×۴۰ سنٹی میٹر۔

آغاز: — سرنامۂ عنوان سخن و دیباچہ بیان مدون لطف آرائی ستائش فزنائی — شاہنشاہ بے ہمتائے حقیقی منزہ و مجلیٰ است۔

اختتام: — ا

اختتام خدایا تو این نیر لوزبار
چو خورشید تابندہ پایندہ دار۔

کاتب کا اختتامیہ جلد اول کے اختتام پر مندرجہ ہے۔ تاریخ حسن کا موجودہ مخطوطہ خود مورخ حسن کی زندگی میں اس کے بھائی کے قلم سے تحریر ہے اور انتہائی خوش خط ہے۔ تاریخ حسن کا مکمل مخطوطہ

جو چار جلدوں میں ہے "خانقاہ معلیٰ" کے قلمی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

186- ریاض الاسلام یا تاریخ شایق منظوم

بشکل مثنوی ہے کشمیر کی تاریخ، اس کا رکن اول حمد خدا و نعت رسول، وصف معراج مناقب چہار یار با صفا، بیان اسامی ایمہ اثنا عشر کے بعد حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے
۱۔ سبب نظم کتاب مستطاب ریاض الاسلام و کیفیت مجلس مشاعرہ بارایہ فلک اقتدار۔
۲۔ تعریف سخن متضمن حسن طلب
۳۔ داستان در صفت کشمیر، صفت جلد لو آدمی خوار و بقول راون نام داشت، صفت کشف علیہ ما علیہ۔ در صفت داستانِ کشمیر جنت نظیر ادر وصف گھاٹ این بوستان، اشجار و انہار، صفت کہستان ہموار، در صفت دریاتے بہت، وصف چشمۂ ورناگ، کہ چشمہ کلان از دامن کوہ می جوشد، کیفیت جرہاتے دریاتے بہت، صفت تالاب ڈل و لنک خورد، صفت تالاب کلان اولر در پرگنہ کھویہامہ کیفیت تعمیر لنک، صفت خوبان و عماراتِ کشمیر جنت نظیر کہ اکثر شعرائے متقدمین و متاخرین کردہ اند۔

کتاب کا رکن دوم ریشی نامہ ہے۔ اس کے مطالب حسب ذیل ہیں۔

داستانِ اول از کیفیت ابتدائے ظہور نور اسلام و آغاز سلطنت رنیچو و آمدن حضرت سید شرف الدین بلبل شاہ، داستان در بیان تشریف آوری میر سید حسین با امیر کبیر میر سید علی ہمدانی، بنا نمودن سلطان سکندر مسجد جامع را خواص ارم مسجد، احوال سید محمد مدنی

وتذکرہ سادات، مہاراجہ سلطان سکندر بالشکر ہندوستان، احوال شیخ بہاؤالدین
گنج بخش کشمیری، بیان خانقاہ نوطرح حضرت شیخ اسماعیل، نیا نمودن ملک شمس
چک خانقاہی در مزار قدیم
وقایع کشمیر در زمان حسن شاہ
واقعۂ سوم از غرایب آمدن
میر شمس عراقی است از خراسان
بیان سلطان زادۂ پاک
گوہر مرزا حیدر کاشغری

مضمون تاریخ کشمیر (بشکل مثنوی)
زبان فارسی، مؤلف عبدالوہاب
شائق، تاریخ تالیف ۱۱۷۴ھ
۱۷۶۰ء بعہد افغانان،
کتاب کا نام "ریاض الاسلام"
تاریخی ہے، کاتب و تاریخ کتابت بوجہ ناقص اول و آخر ہونے کے نامعلوم، خط نستعلیق
خفی، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۲۴، ابیات فی صفحہ ۱۲، تقطیع ۱۱×۹ و ۱۸ سنٹی میٹر۔

شروع:- گہی زندہ از مردہ سازد عیان — گہے زندہ را جان برادر روان

ختم: اللہ اللہ، صاحب انتجار — خواجہ اعظم نمودہ اش اظہار

187- ریاض الاسلام یا تاریخ شائق رکن دوئم

منظوم تاریخ کشمیر کا رکن دوئم ہے مطالب مخطوطہ حسب ذیل ہیں۔

منظوم تاریخ کشمیر کا رکن دوئم ہے۔ مطالب مخطوط حسب ذیل ہیں۔

بقیہ داستانِ حضرت ایشاں یعنی شیخ یعقوب صرفی، خاتمہ رکن اوّل از کتاب ریاض الاسلام عذر تقصیر در خدمت پیر روشن ضمیر، داستان در بیان وقایعی کہ بمدت قریب چہل سال در ایام حکومت چکان در کشمیر جنت نظیر بمنصۂ ظہور خلوہ گر گشتہ، و کیفیت اختلاف مذاہب اہل تشیع و اصحاب سنت و جماعت، داستان در بیان حکومت غازی خان چک در کشمیر جنت نظیر، روز دوم غازی خان چک و ملک شمس رینہ جنگہای دلیرانہ و حملہاتِ مردانہ با یکدیگر تصعوبت کردند، محاربۂ روز سیوم واقعۂ غریبی در عہد قاضی حبیب اللہ خوارزمی قاضی و خطیب امام مسجد جامع کشمیر قصہ مرزا مقیم سفیر جلال الدین اکبر بادشاہ و یوسف منڈو رفیقش، کشتہ شدن یوسف منڈو از دست عوام شہید شدن آں دو مفتی بے گناہ داستان در بیان وقایع کہ در عہد حکومت علی شاہ چک در کشمیر جنتِ نظیر بظہور آمدہ ملاقات علی خان با زینی شاہ رفتن علی شاہ بمسجد جامع کلان کیفیت وفات علی شاہ، شہادت قاضی موسیٰ شہید

بحکم یعقوب شاہ چک، محلی از یوسف شاہ، صفت حبہ خاتون، بیان وقائع کشمیر در عہد یعقوب شاہ، حقیقت احمد شاہ درانی در زمان حال کہ ۱۱۸۶ھ، قصہ ملا مینی، داستان در بیان سادات عالی شان۔ مضمون تاریخ کشمیر منظوم، زبان فارسی، مورخ عبدالوہاب شائق، تاریخ تصنیف چہارشنبہ، ۵ ذی الحجہ ۱۱۷۰ ہجری (۶ جون ۱۷۶۶ء) کاتب وتاریخ کتابت غیر مذکور، کاغذ کشمیری، اوراق ۱۰۸ (صفحات ۲۱۶) اوسط سطور فی صفحہ ۱۴، کتاب کے عنوانات نثر فارسی میں ہیں، تقطیع ۵ء۱۱× ۹ و ۱۹ سنٹی میٹر۔

شروع:۔ هم از ریشیان سعادت نشان   هم از عاملان عمل اقتران

اخیر:۔ وزد چون نسیم حقائق نشان   شود گلگل از وی دل عارفان

مخطوطہ کے ساتھ ۱۰۶ اوراق اور ملحق ہیں اور ان کا تعلق نظامی کی مثنوی ہفت پیکر سے ہے تاریخ شائق کا تمام ملک میں یہی مخطوطہ دستیاب ہے اور اس لحاظ سے نوادرات میں سے ہے اور ایڈٹ کئے جانے کے بعد قابل طباعت ہے۔

ACC-449

۱۸۸- ریاض الاسلام منظوم

اس کا دوسرا نام تاریخ شائق بھی ہے یہ طویل مثنوی جس کے اشعار بموجب روایت آٹھ ہزار ہیں، بلحاظ مضمون حسب ذیل تین ارکان پر مشتمل ہے۔

۱- رکن اول در بیان حضرت مرزا حیدر و ملک سیف الدین

۲- رکن دوم در حالات ریشیان کرام

۳- رکن سوم در شرح احوال باکمال حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری و اصحاب و مریدان و

و خلفاتے او کتاب ریاض الاسلام کا یہ حصّہ صرف ریشیانِ کرام کے احوال و کرامات سے متعلق ہے
باقی دو حصے حالات شیخ مخدوم حمزہ اور احوال مرزا حیدر اور ملک سیف الدّین، کتاب کے شروع
سے نکال لئے گئے ہیں کیونکہ یہ رکن ورق، ۵۹ سے شروع ہو کر ورق ۸۰ تک حاوی ہے، البتہ
کچھ اوراق ملک سیف الدّین کے احوال و کوائف کے حامل ہیں جو بلا اعداد و شمار ہیں، عبدالوہاب
شایق بارہویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی عیسوی) میں کشمیر کے مشہور فارسی شعراء سے تھا
اور اُن سات شعراء میں ایک تھا جس کا پینل منظوم تاریخ کشمیر لکھنے کے سلسلے میں راجہ سوکھ جیون نے
قایم کیا تھا۔ شایق کے ذمہ سادات
اور ریشیانِ کرام کے حالات کا انضباط
تھا۔

مضمون تاریخ کشمیر، مثنوی، زبان
فارسی، مثنوی نگار ملّا عبدالوہاب
شایق مثنوی، بارہویں صدی ہجری کا
آخری رُبع (اٹھارویں صدی
عیسوی کا آخری چوتھائی)، مصنّف کا
کا خود نگاشتہ نسخہ، سال تحریر
۱۱۷۴ ہجری (۱۷۶۰ء)، کتاب کا نام
"ریاض الاسلام"، تاریخی ہے جو بحساب
حروف جمل سے ۱۱۷۴ کے اعداد دیتا ہے اور یہی اس کا سال تصنیف ہے، خط نستعلیق باریک، کاغذ دیسی
(کشمیری)، اوراق ۵۹ سے ۸۰ تک، ابیات فی صفحہ ۱۹، تقطیع ۶×۸ و ۵×۱۰ سنٹی میٹر۔

آغاز:- ولی جذب ایزد کشید ش عنان   زشاہی بجید آن وحید زمان

اختتام:- دویدند آن ربشیان تا مقام   بصحرا بدیدند شالی تمام

تاریخ کشمیر کے سلسلے میں کتاب ریاض الاسلام سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ غیر مطبوعہ ہونے کے ساتھ ساتھ نایاب ہے۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص الآخر ہونے کے غیر مذکور۔

Acc-469

189- مجموعہ تاریخ حاکمان کشمیر و برف نامہ

۱:- عہد جلال الدین اکبر سے مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ تک اہم واقعات اور ناظمین کشمیر کی بطور جدول فہرست ہے یہ فہرست نام حاکم اور تاریخ و سنہ پر مشتمل ہے، پانچ صفحات۔

۲:- مجموعہ کا دوسرا حصہ جو منظوم ہے برفباری کے متعلق ہے ہوشاعر کی زندگی میں قابل یادگار تھی سال مذکور نہیں۔ البتہ موسم سرما کے کسی مہینے کی ۱۹ ویں تاریخ یا ۱۹ واں تھا۔ نظم کا دوسرا نام بلکہ اصلی نام "دشینہ شار" ہے۔

مضمون تاریخ (نظم و نثر) برف نامہ کا مصنف محمود گامی شہ آبادی، کاتب و ناقل غیر مذکور نستعلیق مائل بشکستہ، کاغذ دیسی (کشمیری)، تعداد بند ۳۴، تقطیع (دونوں کی) ۵ء۱۸ x ۲۰ سنٹی میٹر

آغاز:- آمدن اکبر جلال الدین در سنہ ۹۹۶ ہجری

اختتام:-

میسر تہو تم پروردگارا،   زین سیون، تبل تہ پوشاک
محمود پر تو استغفارا

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔ اس نظم کی صرف یہی نقل دستیاب ہے۔

ریاضی
منطق
نجوم
اخلاقیات

۱۹۰- حاشیہ عصمت اللہ

عربی زبان میں خلاصۃ الحساب ریاضی کی اہم کتاب ہے ——— یہ حاشیہ اُسی کی تشریح و توضیح ہے۔ محشی عصمت اللہ سہارنپوری ہے۔ حاشیہ کا یہ مخطوطہ خود محشی کے اپنے ہاتھ کا ہے۔ کتاب اور محشی کا نام مخطوطے کے اخیر پر تحریر ہے۔ متن کی طرح حاشیۂ عصمت اللہ بھی عربی میں ہے۔ مخطوطہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

صورۃ الابتداء فی ضرب اکثر عددی کل من مراتب المقسوم علیہ من جانب الیمین۔

اور اختتام ان الفاظ پر:

وللقوم طرق اُخریٰ فی ہذا الباب ترکناھا مخافۃً للاطناب۔

محشی جو کاتب بھی ہے، اُس کا اختتامیہ یہ ہے:

عصمت اللہ سہارنپوری غفر اللہ علیٰ خلاصۃ الحساب

فولیو ۶، تقطیع ۱۰½ × ۱۹½ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری، خط نسخ معمولی، تاریخ کتابت نامعلوم، ناقص از اوّل۔ حواشی پر بانس کے کاغذ سے مرمت شدہ، مجلد، حالت درست۔

۱۹۰/۲- المقالۃ الاولیٰ من تحریر الاوقلیدس

علامہ نصیر الدین محمد الطوسی (۱۲۰۰-۱۲۷۴ء)

کی مشہور عربی "تحریر اصول الہندسہ" جو اقلیدس یا جیومٹری میں ہے، کا مقالۂ اولیٰ ہے۔ یہ کتاب رومہ میں ۱۵۹۴ء میں سب سے پہلے شایع ہوئی۔ کتاب میں جا بجا جیومیٹری یا علم ہندسہ کی اشکال

ہیں۔ مخطوطے کی اہم تقسیم حدود اور علم متعارفہ میں ہے۔ تحریر اوقلیدس کا یہ نسخہ عزیز اللہ ابن ابی احمد کے ہاتھ سے ، رمضان ۱۲۸۱ھ (جمعہ، فروری ۱۸۶۵ء) کی نقل ہے۔

آغاز : النقطة مالا جزء له يعنى من ذوات الاوضاع۔

اختتام : القائمة فهى ايضاً قائمة وذالك ما اردنا

ناقل کا اختتامیہ :

تمت المقالة الاولى من كتاب تحرير الاوقليدس الذى الّفه نصيرالدين الطوسى عليه مايستحقه بيد احقر الخليقة بل لاشئ فى الحقيقة عزيز الله بن ابى احمد سابع رمضان ۱۲۸۱ھ۔

فولیو ۱۵ ، سطور فی صفحہ ۲۲، تقطیع ۱۳ × ۲۲½ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری، خط نسخ سادہ، مکمل، کناروں پر مرمت شدہ ، اول سے لے کر اخیر تک وسط میں کرم خوردگی کے سوراخ، مجلد، حالت درست۔

ACC-48/1   ۱۹۱/۱

رسالۂ در حساب

کسی نامعلوم مصنّف کا علم حساب میں ایک مختصر فارسی رسالہ ہے۔ آغاز میں فارسی انداز کی گنتی ہے جو قدیم زمانے میں کاروباری اور لین دین کے حساب میں مستعمل تھی۔ موجودہ زمانے میں اس کا چلن خال خال ہے۔ اور ماسوائے پیر دیرینہ سال کے دیگر اشخاص بالکل نہیں کرتے۔ بعد ازاں روپیہ، آنہ اور ٹکے کا بیان ہے۔ پھر پیمایش زمین کے اوزان اور حسابات درج ہیں۔ یہاں سے اگلا بیان نقد اور جنس کی تمیز میں ہے۔ کتاب کا آغاز بلا کسی ترتیب یا تمہید کے ہے، اس لئے بجائے ایک مرتّب تصنیف کے بیاض نویسی کے زیادہ قریب ہے۔ اس گمنام رسالے کے دیگر عنوانات

یہ ہیں :

۱. دربیان چہرہ نویسی۔

۲. تقسیم حِصہ ہا۔

۳. نظم دربیان تقسیم فصل۔

۴. دانستن دانہ ہائے انار۔

۵. بیان وزن صنّاع۔

۶. نام ماہ ہائے شمسی و قمری۔

فولیو ۳۲، تقطیع ۱۲½ × ۲۲ سنٹی میٹر، کاغذ غیر کشمیری، معمولی نستعلیق، مجلد، حالت دُرست۔ سطور فی صفحہ ۱۵۔

Acc-48/2

مختصری در حِساب -191/2

فارسی زبان میں آنند بن ہیمراج کایستھ، ساکن گوالیار کا فن حساب میں مختصر رسالہ ہے جس میں قواعد حساب اور فواید حساب سادہ اور آسان زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسالۂ مذکور حسب ذیل سات ابواب پر منقسم ہے :

باب اول دربیان شمار۔

باب دوئم دربیان پہاڑہ۔

باب سویم دربیان جریب۔

باب چہارم دربیان برآوردن تنکہ و غلہ۔

باب پنجم دربیان مکان المد وغیرہ

باب ششم در بیان مدّات۔

باب ہفتم در بیانِ دانستن شمار دانہ ہائے انار۔

رسالہ مختصری در حساب در اصل کتاب لیلاوتی کا انتخاب ہے جسے مصنّف نے بطور خود "مختصری در حساب" کا عنوان دیا ہے۔ لیلاوتی سنسکرت زبان کی علم حساب میں مشہور کتاب ہے اور یہ رسالہ دراصل اُسی کا چیدہ چیدہ انتخاب ہے۔

تحریر ۲۱، ماہ پوہ ۱۸۷۷ بکرمی مطابق ۱۲۳۶ھ (۲۱/۱۸۲۰ء)۔

نام ناقل نامعلوم۔

کتاب کا آغاز ان الفاظ سے:

بعد از ادائے حمد و ثنائے بے شمار حضرت آفریدگار مرفوع ضمایر منایر محاسبان اولی الابصار آنکہ چوں دانستن علم حساب اہل معاش را ناگزیر است، لہذا بندۂ مستمند آنند بن ہیمراج کایستھ ساکن گوالیر بقدر استعداد مختصری در بیان آں تحریر نمود ....."

اور اختتام ان الفاظ پر جو غالباً مصنّف کا اختتامیہ بھی ہے ان الفاظ پر ہوتا ہے

واللہ اعلم بالصواب۔ نسخۂ چند اوراق از کتاب لیلاوتی انتخاب کردہ باشد۔ تحریر بتاریخ بیست و یکم ماہ پوہ ۱۸۷۷، ہجری ۱۲۳۶۔ تمت تمام شد، کار من نظام شد۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید　　نویسندہ را نیست فردا امید

فولیو ۳۳، تقطیع ۱۳½ x ۲۲ سنٹی میٹر، کاغذ غیر کشمیری، خط معمولی نستعلیق، سطور فی صفحہ ۱۵، مجلد، حالت درست۔

192/1 - تجرید الاعتقاد

اس کا دوسرا نام "تجرید الاذہان فی علم الکلام" بھی ہے، غالباً نصیر الدین محمد الطوسی (۱۲۰۰ م - ۱۲۷۳ م) کا عربی رسالہ ہے جو علم کلام یعنی اعتقادات میں ہے۔ نصیر الدین محمد طوس (خراسان، ایران) میں پیدا ہوئے اور بغداد میں وفات پائی۔ ہیئت اور ریاضی دان تھے۔ مراغہ (آذربائیجان، مغربی ایران) میں رصدگاہ بنائی تھی۔ آپ کی تصانیف میں علاوہ "تجرید الکلام" (مطبوعہ بمبئی ۱۸۹۳ اور تہران ۱۸۵۰) کے اقلیدس کی "تحریر اصول الھندسۃ" (مطبوعہ روم ۱۵۹۴ء) بھی ہے۔

تجرید الاعتقاد چھ مقاصد پر مرتب ہے۔ مقصد اوّل میں تین فصول ہیں۔ فصل اوّل عدم اور وجود میں (فولیو ۱ سے ۱۴ تک)، فصل دوم ماہیت اور اُس کے لواحق میں (فولیو ۱۴-۲۲)، فصل سوم علت اور معلول میں (فولیو ۲۲ - ۲۷)۔

دوسرا مقصد جواہر اور اعراض میں ہے اور اس میں حسب ذیل چند فصلیں ہیں:
پہلی فصل جوہر میں (فولیو ۲۲ - ۳۱)، دوسری فصل اجسام میں (اجسام فلکی و عنصری میں) فولیو ۳۱ ـــ ۳۳)، تیسری فصل اجسام کے بقیہ احکام میں (فولیو ۳۳ ـــ ۳۵)، فصل چہارم جوہر مجرّدہ میں۔ (فولیو ۳۵-۵۴)۔

مقصد سوم اثبات صانع تعالیٰ اور اُس کی صفت و آثار ہیں۔ اس کی فصول یہ ہیں:
پہلی فصل وجود باری تعالیٰ میں (فولیو ۵۴)، فصل دوم صفات باری تعالیٰ میں (فولیو ۵۴ ـ ۵۷)، فصل سوم افعال باری تعالیٰ میں (فولیو ۵۷ - ۶۴)،

مقصد رابع نبوّت میں (فولیو ۶۴-۶۷)

مقصد خامس امامت میں (فولیو ۶۷ - ۷۴)

مقصد سادس معاد، وعد، وعید اور اُس کے متعلقات میں (فولیو ۷۴ - ۸۲)

نسخہ جمعرات، ۱۴ شہر جمادی الاولی ۱۲۵۰ھ (۱۰ ستمبر ۱۸۳۴ء) کی نقل ہے۔ ناقل علی ابن احمد الرضوی (فولیو ۸۲) ہے۔ یہ نسخہ اُس نے اپنے بھائی احمد علی کے لئے جو علم کلام کا طالب علم تھا، نقل کیا تھا۔ کتاب کا نام تجرید الاعتقاد فولیو (۱) پر اور تجرید الاذہان فی علم الکلام فولیو ۸۲ پر تحریر ہے۔

ابتداء: اما بعد حمد واجب الوجود علی نعمائه والصلوة علی سید انبیائه۔

اختتام: وشرطها علم فاعلها بالوجه وتجويز التاثير وانتفاء المفسدة"

کاتب کا اختتامیہ (فولیو ۸۲) یوں ہے:

قد فرغت من كتابة هذه النسخة الشريفة المسمّٰى بتجريد الاذهان فی علم الكلام بعون الملک العلّام فی یوم الخميس فی شهر جمادی الاولی فی تاریخ اربعة عشر فی سنة الف ومائتان وخمسون كتبت لاخ السديد والطالب الرشيد اعنی احمد علی وفقه الله تعالى لما يحب ويرضى وجعله من ارتضى۔ كاتبه علی ابن احمد الرضوی غفر الله ذنوبهما وستر عيوبهما بحق الانبياء والمرسلين صلوات الله عليهم اجمعين۔

الٰہی ہر آنکس کہ این خط نوشت عفو کن گناہش عطا کن بہشت

تم

تمام شد

فولیو ۸۲، تقطیع ۱۴ × ۲۳ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری، نسخ سادہ، فی صفحہ سطور، عنوانات اور اہم امور لال روشنائی سے تحریر ہیں۔ رسالہ "اصول منطق" کے ساتھ مجلد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور بارھویں اور تیرھویں صدی ہجری میں کشمیر میں عربی مدارس کے نصاب میں داخل تھی۔ جلد مضبوط اور سرخ چمڑے کی ہے جو جلد سازی کا قدیم دستور تھا۔ حالت عمدہ، مکمل۔

ACC-24/2

192/2- التجرید فی المنطق

علامہ نصیر الدین محمد بن الحسن الطوسی (۱۲۰۰ م - ۱۲۷۴ م) کا عربی زبان میں علم منطق کا مشہور رسالہ ہے۔ اس کی حیثیت بسبب ایجاز و اختصار کے ایک متن کی ہے تاکہ منطق کے طلباء پر اس کا زبانی حفظ آسان ہو جائے۔ علامہ طوسی نے التجرید نام کی دو کتابیں تالیف کی تھیں۔ ایک مذہب یعنی علم عقائد و کلام میں (ملاحظہ ہو اسی شمارہ کا نمبرا حصہ یعنی تجرید الاعتقاد) اور دوسری علم منطق میں جو زیر بحث ہے۔

التجرید فی المنطق حسب ذیل نو فصلوں میں منقسم ہے:

الفصل الاول فی مدخل ھذا العلم (فولیو ۱ سے فولیو ۵ تک)

الفصل الثانی فی المقولات (فولیو ۵ - ۹)

الفصل الثالث فی القضایا و احوالھا (فولیو ۹ - ۲۷)

الفصل الرابع فی القیاس (فولیو ۲۷ - ۵۵)

الفصل الخامس فی البرھان (فولیو ۵۵ - ۶۶)

الفصل السادس فی الجدل (فولیو ۶۶ - ۷۷)

الفصل السابع فی المغالطۃ (فولیو ۷۷ - ۸۷)

الفصل الثامن فی توابع الخطابۃ (فولیو ۸۷ - ۸۹)

الفصل التاسع فی الشعر (فولیو ۸۹ - ۹۱)

مخطوط مذکور انتہائی لاپروائی سے لکھا گیا ہے، کیونکہ الفصل الثانی کی جگہ الفصل السادس ہے جو یقیناً سہوِ کاتب ہے۔ پھر فصل ثالث کے بعد باقی فصول تحریر نہیں ہیں، بلکہ عجلت میں کاتب نے مضامین و مطالب کو خلط ملط کر دیا ہے۔ مخطوطے کے آغاز سے فولیو دس تک، بعد ازاں فولیو ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ پر علامہ حلی (جمال الدین حسن بن یوسف المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ مطابق ۱۳۲۵ء) کی الجواہر النضید فی شرح التجرید سے عربی حواشی ہیں جو ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں لکھے گئے ہیں۔ کاتب علی ابن احمد الرضوی جو اسی شمارہ کی کتاب تجرید الاعتقاد کا ہے۔

آغاز: بحمد اللہ حمد شاکرین ونصلی علی محمد و آلہ الطاہرین۔

اختتام: ولا یمکن اعتداد المواضع والانواع للتخیلات کما یعد للمشہورات لانہا کلما کانت اغرب فہی اللذ واعجب۔

کاتب کی اختتامیہ یادداشت یہ یوں ہے:

بتاریخ بیست ویکم ماہ ذی قعدہ باتمام رسید سنہ یک ہزار دوصد وچہل نہ (یکم اپریل ۱۸۳۴ء) کاتبہ علی ابن احمد الرضوی۔"

فولیو ۹۱، نسخ سادہ، حالت اچھی، تقطیع ۱۴ × ۲۳ سنٹی میٹر، تجرید الاعتقاد (۲۴/۱) کے ساتھ مجلد، کاغذ کشمیری، تعداد سطور فی ۸۔ فصل اوّل، فصل ثانی اور فصل ثالث لال روشنائی سے، تاریخ کتابت ۲۱ ماہ ذی قعدہ ۱۲۴۹ھ = یکم اپریل ۱۸۳۴ء

کاتب علی ابن احمد رضوی۔

۱۹۳- مجموعہ رسائل منطق

یہ مجموعہ حسب ذیل رسائل پر مشتمل ہے۔

۱۔ الیاغوجی مولفہ اثیر الدین ابہری متوفی ۶۶۰ھ (۱۲۶۲/۱۲۶۱ء)، ۷ صفحات تاریخ کتابت ۱۱ ربیع الاولی ۱۱۰۵ہجری (۳۱ اکتوبر، منگل، ۱۶۹۳ء)۔ کاتب محمد شہاب الدین ابن بابا غلام رسول متوطن بلدۂ کشمیر محلہ شہامپورہ۔

۲۔ ایضاً الیاغوجی ۱۲ صفحات، مصنّف نامعلوم، کاتب محمد شہاب الدین متذکرہ صدر تاریخ یا سال تقریباً مذکورہ بالا۔

۳۔ تہذیب المنطق از مسعود بن عمر بن عبداللہ خراسانی ہروی شافعی یا حنفی ملقب بہ سعد الدین معروف بہ ملّا سعد تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ = ۱۳۸۹/۱۳۸۸ء۔ تہذیب المنطق کتب درسیہ سے ہے اور بارہا ہند و ایران میں چھپ چکی ہے۔ بلحاظ متن نہایت اعلیٰ اور علم منطق میں بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ صفحات ۹۔ کاتب وہی محمد شہاب الدین، تاریخ کتابت ۸ ربیع الاول ۱۱۰۵ہجری (۲۹ اکتوبر، اتوار ۱۶۹۳ء)

۴۔ حاشیہ یا شرح تہذیب در منطق از ملّا عبداللہ یزدی۔ تہذیب المنطق کی طرح حاشیہ ملّا عبداللہ بھی ہندوستان میں کتب درسیہ سے ہے اور بارہا ہند و ایران میں چھپ چکا ہے ۱۰۸۔ صفحات، کاتب متذکرہ صدر، تاریخ کتابت ۶ صفر ۱۱۰۵ھ = ۲۷ ستمبر، روز بدھ، ۱۶۹۳ء

۵۔ من شرح اشارات، ۹ صفحات، کاتب متذکرہ صدر محمد شہاب الدین متوطن بلدہ کشمیر محلہ شہامپورہ۔ اسی کے صفحہ ۸ پر اسمائے اصحاب کہف اور تعویذات میں ان کے خواص اسی کاتب کے قلم سے مندرج ہیں۔ سال تحریر ۱۱۰۵ ہجری (۱۶۹۳ء)

۶۔ میزان المنطق ۱۸ صفحات۔ اس کا دوسرا نام ضابطۃ انتاج الاشکال بھی ہے۔ یہ کتاب بھی کشمیر اور بیرون کشمیر میں کتب درسیہ سے رہ چکی ہے اور بارہا ایران و ہند میں شایع ہو چکی ہے
کاتب و تاریخ کتابت مذکورہ بالا۔

مضمون منطق و کلام، خط شکستہ نستعلیق، کاغذ کشمیری، تقطیع ۱۲٫۴ × ۲۳ سنٹی میٹر

ابتدا: قال الشیخ الامام العلّامۃ افضل المتاخرین قدوۃ الحکماء الراسخین اثیر الدین الابہری طیب اللہ ثراہ۔

اختتام: (مجموعہ رسائل کا): ومسایل العلم ھی قضایا تطلب فیھا نسبتہ محمولاتھا علیٰ موضوعاتھا فی ذالک العلم۔

۱۹۴- نجوم و ہیئت

رسالہ نجوم و ہیئت۔ فارسی میں علم نجوم و ہیئت کا بالکل ہی ایک نامکمل رسالہ ہے۔ مصنف اور کتاب کا نام معلوم نہ ہو سکا، کیونکہ رسالۂ مذکور باب دوم دربیان دوایر سے شروع ہوتا ہے۔ مخطوط کا پہلا صفحہ سرخ روشنائی سے بارہ دایروں کا حامل ہے جن کے وسط یا مرکز میں دایرہ زمین ہے۔ اس نامکمل مخطوطے کے آغاز کے الفاظ یہ ہیں:

"وبلندی ھا و پستی ھا کہ بر روی زمین است اورا از کرویہ جستہ بدر نمی آرد۔"

اور اختتام کے الفاظ یہ:

"پس تا پستان دریں بلاد بود و باراں و ابر و ہر چہ لوازم اوست دور می گردد چون پس از شش ماہ جانب بروج شمالیہ آفتاب رود و از سمت راس شمالیہ دور گردد زمستان در بلاد شمالیہ می شود۔"

تعداد اوراق پانچ، ورق تین انتہائی کرم خوردہ، باقی قدرے کم، تقطیع ۱۳x۲۱ سنٹی میٹر
پانچواں ورق جو الحاقی ہے بل کاغذ، باقی چار کاغذ کشمیری پر، تاریخ نقل و ناقل ندارد۔ صاف اور باریک
نستعلیق میں تحریر شدہ، نام ناقل و تاریخ کتابت نامعلوم۔ فی صفحہ ۱۹ سطور۔

ACC-275

۱۹۵- فال الجفر

آیاتِ قرآنی اور اُن کے خواص پر مبنی علم جفر کا رسالہ ہے۔ علم جفر میں حروف شماری کے ذریعہ کسی کام کی نیکی یا بدی، نفع و ضرر یا امر و نہی معلوم کیا جاتا ہے۔ علم جفر فالنامہ کا دوسرا نام ہے۔ اس میں وضو کے بعد سورۂ فاتحہ ایک بار، سورۂ اخلاص تین بار اور آیۃ الکرسی ایک بار پڑھنے کے بعد، صفحہ، مطلب نکال کر اُس کے کسی بھی حرف پر انگلی رکھدی جاتی اور اُس کے بعد اخیر صفحہ تک ہر چھٹا حرف علیحدہ لکھا جاتا ہے، اور اگر صفحہ کا آخری حرف چھٹا حرف نہ ہو تو صفحہ کی ابتداء سے چھٹا حرف ملا کر وہاں تک گنا جاتا ہے جہاں پہلے انگلی رکھی گئی ہے۔ بعد ازاں درمیان کا حرف نکال کر خیر و شر دریافت کی جاتی ہے اسے عمل استخراج کہتے ہیں۔ فال الجفر حسب ذیل فالناموں پر مشتمل ہے:

۱۔ فالنامہ امام ابو عبداللہ جعفر صادق رض (فولیو ۱ سے فولیو ۱۵ تک)

۲۔ فالنامہ امام علی موسیٰ رضا (۱۶ - ۳۷)

یہاں سے تین صفحات رسالۂ غالب و مغلوب سے ہیں جو ارسطالیس بن قیس یونانی کی کتاب پر مبنی ہیں۔ اس کتاب کے مقتضیات پر جو شخص بھی عمل پیرا ہوتا تھا، دشمن پر فتح و ظفر پاتا تھا۔

مضمون علم جفر و فال، زبان فارسی نثر، مصنّف نامعلوم، زمانۂ تصنیف نامعلوم، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، خط نستعلیق و نسخ، مخطوطے کے صفحۂ اول کی لوح قدرے منقّش، کاغذ

کشمیری، فولیو ۳۸، سطور فی صفحہ ۱۷، مخطوطہ کے ٹائٹل صفحہ پر فال نامۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مع ترکیب و مثال مندرج ہے۔

آغاز: الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین۔

اختتام: و رباعی این است (رباعی مرمت کے کاغذ کے نیچے چلی گئی ہے۔

کاتب کا اختتامیہ: تمت تمام شد۔

تقطیع: ۱۳٫۲ × ۲۲٫۸ سنٹی میٹر۔

ACC-490 196- قواعد و اشکال رمل

یہ بے ترتیب مجموعہ حسب ذیل مضامین و مطالب پر مشتمل ہے:

بلا عنوان ایک صفحہ، نقشہ مراتب افراد (صفحہ ۲، ۳، ۴)، قرعہ اندازی ص ۵، ازواج آتشی ہوائی، آبی، خاکی (۶، ۷)، نقطۂ مطلوب (۹، ۱۰) حکم مطابق دوایر (۱۱، ۱۲)، دایرۂ مراتب (۱۳) اشکال و خانہ جات (۱۴ - ۱۶)، اشکال سعد و نحس (۱۸ - ۲۰)، دوائر (۲۱)، دانستن صادق و کاذب اشکال (۲۲)، بیانِ احکام (۲۳ - ۲۶)، بیان احکام بطریق اہلِ ہند (۲۷)، احکام موجب حل و عقد (۲۸)، احکام سال بوقت تحویل آفتاب در برجِ حمل (۲۹ - ۳۱)، بیان احکام موجب نقط (۳۲) احکام کسوف آفتاب و احکام خسوف ماہتاب (۳۳)، در معرفت احوال بیما (۳۴) برائے دفع دردِ دندان (۳۸)، تصدقات ستارہ ھا (۳۹)، در بیان دریافتن مال گم شدہ (۴۰) احکام روز نوروز (۴۱ - ۴۲) احکام قمر در بروج بروز نوروز (۴۳)

مضمون رمل و نجوم، زبان فارسی و اردو، مصنف نامعلوم، تاریخ نقل ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

(سنیچر، ۲۱ اگست ۱۸۹۲ء)، مخطوطہ کے اخیر پر ناقل شمس الدین رفاعی کشمیری اور تاریخ نقل ۶ شعبان ۱۳۱۰ھ دونوں جعلی ہیں۔ خط نستعلیق، کاغذ دیسی (کشمیری)، صفحات ۴۴، سطور صفحات مختلف، تقطیع ۱۵،۲ × ۲۴ سنٹی میٹر۔

شروع : از تعیین

خاتمہ : حوت : درمیان قوم ارذل بیماری بکثرت و اشراف را صحت و تندرستی و باران زیادہ و غلہ ارزان باشد و جانوران پرندہ را بد بود واللہ اعلم۔

کاتب کا اختتامیہ: واللہ اعلم بالصواب۔ تحریر ۲۶ محرم ۱۳۱۰ھ ہجری۔

ACC-209

197- مجموعہ خلاصۃ الجفر

بطرز بیاض و نوٹ بک علم جفر میں ان معلومات کا مجموعہ ہے جو مولف کو سید حسن علی اصفہانی سے بمقام لکھنؤ حاصل ہوئیں۔ بقول مؤلف ابتدا میں وہ اس علم سے کلی نابلد تھا۔ لیکن اچانک میر بہاؤ الدین حسین مغفور نے جو قصبۂ جلالی کے ایک بزرگ تھے تحصیل علم جفر کا شوق پیدا کیا اور بالآخر متذکرہ صدر بزرگ سید حسن علی اصفہانی کی خدمت میں پہنچکر بمحنت و خدمتِ شاقہ اس علم کی تحصیل ہوئی (ملاحظہ ہو مجموعہ کا فارسی مقدمہ ص ص ۱-۳)۔ علم جفر کو علم تکسیر بھی کہتے ہیں اور ایک محاورہ کے مطابق "علم تکسیر بہ از علم اکسیر" (علم تکسیر علم اکسیر (سونا بنانے کا علم، کیمیا گری) سے بہتر ہے)۔ مجموعہ خلاصۃ الجفر حسب ذیل فصول و عنوانات پر مشتمل ہے :

فصل اوّل در بیانِ کتاب جفر جامع (۳-۱۱)

فصل دوم در بیان طریق بسط حروف (۱۱-۱۶)

فصل سوم در بیان اعمالِ جفر (۱۶ - ۱۰۸)

فصل در بیان علم نجوم (۱۰۹ - ۱۵۸) یہ حصہ اردو میں ہے۔

قاعدۂ تسخیر صفحہ ۱۵۹۔

اصطلاحات علم جفر (۱۶۰ - ۱۶۲)

سطر آخر تکسیر (۱۶۳ - ۱۶۵)

ان کے علاوہ دیگر بیانات بشکل بیاض (۱۶۵ - ۲۰۹)

مضمون علم جفر و طب و فال نامہ وغیرہ، زبان فارسی و اردو، مولف نامعلوم لیکن نقشبندی خاندان سے، سال تالیف بیاض ۱۹۴۲ء، کاتب و ناقل نامعلوم، خطِ نستعلیق شکستہ لیکن کہیں صاف اور خوش خط۔ کاغذ مشینی، تحریر شدہ صفحات ۲۰۹، سطور فی صفحہ مختلف۔

تقطیع: ۱۲ × ۲۰½ سنٹی میٹر۔

آغاز: باب سی و دوم در بیانِ علم جفر۔

اختتام: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ بعد غسل قدمیہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ دخل الجنۃ من ای باب شاء ۱۲۔

198- مدخل منظوم و نظم دلپذیر

علم نجوم و رمل میں منظوم دو رسالے ہیں جن میں قدیم اعتقاد کے مطابق ہیئت افلاک، شمار ستارگان، بروج کے نام، کواکب کی شکل، اُن کی طبائع، ہفتوں اور مہینوں کے نام، کواکب کا اوج و ھبوط، درجات اور بارہ بروج یعنی حمل (بکری کا بچہ)، ثور (بیل)، جوزا (جڑواں بھائی)

سرطان (کیکڑا)، اسد (شیر)، سنبلہ (خوشہ)، میزان (تلا یا ترازو)، عقرب (بچھو)، قوس (کمان)، جدی، دلو (ڈول) اور حوت (مچھلی) کا مفصل بیان ہے۔ بعد ازاں چاند کی ۲۸ منازل مذکور ہیں۔ پھر حمام میں جانا، نیا کپڑا سلوانا اور پہننا، عقد کرنا، گھوڑے پر سوار ہونا، خط بھیجنا، درخت لگانا، مکان بنانا، جاگیر خریدنا، کھیتی باڑی کرنا، بیٹا مکتب میں بھیجنا، دوا کھانا، غلام خریدنا، فصد و حجامت کرنا، سفر میں جانا، وعدہ کرنا اور گھوڑے وغیرہ خریدنے میں اختیار کا بیان ہے۔ تمہید میں اپنے اُستاد جمال الدین ابوالمحامد محمد احمد کی مدح ہے جو علم نجوم کے کامل الفن استاد تھے۔ مخطوطہ کے ورق ۲ سے "جام گیتی نما" نام کا علم فلسفہ اور منطق میں کسی گمنام مصنف کا فارسی زبان میں رسالہ تحریر ہے جو ورق ۱۶ تک ممتد (پھیلا ہوا) ہے۔

مضمون علم نجوم و رمل، منظوم، بزبان فارسی، مصنف و زمانۂ تصنیف نامعلوم، تاریخ کتابت ماہ جمید الثانی ۱۰۶۹ھ (فروری ۱۶۵۹ء)، خط نستعلیق، کاغذ کشمیری، صفحات ۲۹، اسی صفحہ کے وسط سے غالباً اسی مصنف کا "رسالۂ دلپذیر منظوم" شروع ہوتا ہے جو علم رمل اور اُس کی اصطلاحات میں ہے (ص ۲۹ - ۶۵)۔ تاریخ کتابت ۱۰۶۶ھ۔ (۱۶۵۶ / ۱۶۵۵ء)۔ کاتب (غالباً) محمد سلیم بغدادی القادری الحسینی الحنفی (ورق ۳۲ کے حاشیے پر)۔ سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۱۳ × ۸، ۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز : خرد دانا سخن ادا نکند　　تا بنام حق ابتدا نکند

اختتام : گر نداری تو این سخن مہمل　　مشکل رمل گردد ذات حاصل

مخطوطہ کے صفحۂ اول پر شاہ برج نامی ایک عمارت کی منظوم تاریخ درج ہے۔

گفت تقدیر بہر تاریخش　　شاہ برج عجب نشاط افزا

۱۰۴۵ھ

۱۹۹ - نسخہ سفینتہ الرمل

اس رسالہ کے مطالب و مضامین حسب ذیل ہیں:

دربیانِ مُدّت، در منسوبات بیوت برائے مطالب، دوایر، گواہ و شاہد، درعمل احکام، در مدت بیان کردن بموجب دایرۂ تسکین، منسوبات بیوت، خانہائے نحس، درعمل احکام موجب دایرہ بروج، خانہائے سعد، دربیان ضمیر۔

مضمون رمل، فارسی نثر، مصنّف نامعلوم، ناقل نامعلوم، تاریخ کتابت ۶ر سنہ ۱۳۱۳ ہجری (منگل، ۱۹ر مئی ۱۸۹۶ء)، خط نستعلیق خفی، کاغذ دیسی (کشمیری)، اوراق ۸، (صفحات ۱۶) مختلف السطور، تقطیع ۱۲ x ۱۹ سنٹی میٹر۔

شروع: اگر پرسند کہ غایب تا چند روز بباید مجموع نقط زوج و فرد را شمار نمودیم مثلاً دریں رمل۔

اخیر: شکل خالی درخانۂ آبی نقطۂ آتشی را حرکت دایرہ درخانۂ ۱۴ کہ آتشی است رسید۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

علم رمل میں ایسا مُشرّح رسالہ نوادرات سے ہے۔
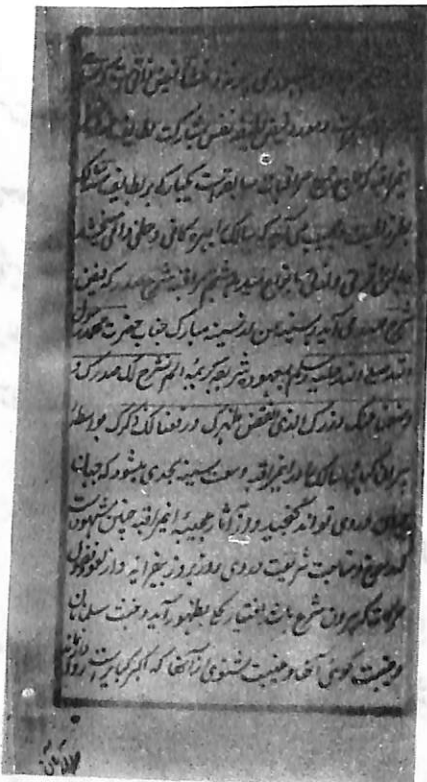
200- احیاءعلوم الدین

مواعظ و اخلاق اور تصوّف اسلامی کی بہترین کتاب ہے۔ بارہا لکھنؤ، مصر اور استنبول وغیرہ میں چھپ چکی ہے۔ احیاء العلوم اخلاقیات اور مذہب کا بہترین شاہکار ہے جو کتابیں اس مضمون میں اس کے بعد لکھی گئیں، وہ احیاء العلوم سے ماخوذ ہیں یا اس پر مبنی ہیں۔ یہ کتاب منکروں اور باطل پرست لوگوں کے بطلان میں تحریر کی گئی ہے۔ ایک سبب وہ حدیث بھی ہے جس میں قیامت کے روز وہ عالم شدید عذاب میں مبتلا ہوگا جو علم سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔

احیاء العلوم بلحاظ ترتیب حسب ذیل چار رُبعوں (چوتھائیوں) پر منقسم ہے: پہلا رُبع (چوتھائی) عبادات میں، دوسرا رُبع عادات میں، تیسرا رُبع مُہلکات میں اور چوتھا منجیات میں ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک دس دس کتابوں پر مشتمل ہے۔ عبادات کے ذیل میں جو دس کتابیں ہیں یہ ہیں:

کتاب العلم، کتاب قواعد العقاید، کتاب اسرار الطہارت، کتاب اسرار الصلوات، کتاب اسرار الزکوٰۃ، کتاب اسرار الصیّام، کتاب اسرار الحج، کتاب ادب تلاوۃ القرآن، کتاب الاذکار والدعوات اور کتاب ترتیب الاوراد فی الاوقات۔

عادات کے ذیل میں حسب ذیل کتب آتی ہیں:

آداب الاکل، آداب النکاح، احکام الکسب، الحلال والحرام، آداب الصحبۃ والعشرۃ العزلۃ، آداب السفر، السماع والوجد، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، اخلاق النبوۃ اور آداب المعیشت۔

رُبع مُہلکات کی دس کتابیں یہ ہیں:

شرح عجائب القلب، ریاضتہ النفس، کسر آفت الشھوتین البطن والفرج، آفات اللسان، آفات الغضب والحقد والحسد، ذم الدنیا، ذم المال والبخل، ذم الجاہ والریاء، ذم الکبر والعجب، اور ذم الغرور۔

رُبع منجیات کی دس کتابیں یہ ہیں:

کتاب التوبہ، کتاب الصبر والشکر، کتاب الخوف والرجاء، کتاب الفقر والزہد، کتاب التوحید والتوکل، کتاب المحبتہ والشوق والانس والرضا، کتاب النیتہ والصدق والاخلاص، کتاب المراقبہ والمحاسبہ، کتاب التفکر اور کتاب ذکر الموت۔

مضمون اخلاق و معرفت، زبان عربی، نثر، مصنّف ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الغزالی (۴۵۰ھ - ۵۰۵ھ = ۱۰۵۸ء - ۱۱۱۱ء) ناقل و تاریخ کتابت نامعلوم، البتہ اخیر پر جہاندار اندبادشاہ غازی کی مُہر ہے، خطِ نسخ پختہ، کاغذ کشمیری، اوراق ۶۲۵، سطور فی صفحہ ۳۱۔ لوح کتاب کا رُبع اول سُنہرا منقش تقطیع ½۱۵ × ½۲۷ سنٹی میٹر۔

ابتداء: قال الشیخ الامام الزاہد

حجۃ الاسلام ابو حامد۔

اختتام: وصلی اللہ علی محمد وآلہ اجمعین۔

۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶ء) میں احیاء العلوم کا مخطوط خواجہ عبدالغفور نقشبندی کی ملکیت میں رہ چکا ہے اور ۱۲۷۴ھ میں زمستان میں کشمیر میں وبا پھیلی تھی۔

ACC-227

201- آداب الصالحین

عالم ربّانی حجۃ الاسلام امام غزالی کی تالیف احیاء العلوم کی بعض ربع معاملات (معاملات کا چوتھائی حصہ) کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم نے یہ ترجمہ بعض احباب کے اصرار سے کیا ہے۔ بقول مترجم (مقدمہ) یہ دوست درد طلب اور سوز محبت سے خالی نہ تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ تمام احکام کی اکسیر صحبت معیشت اور آداب مجالست ہے۔ اُس کی ترتیب اور جمع آوری نہ صرف لازم بلکہ موجب ثواب دارین ہے۔ مؤلف نے متذکرہ صدر کتاب احیاء العلوم بہ دقّت مطالعہ کے بعد تالیف کی ہے۔

آداب الصالحین سات باب پر مشتمل ہے اور ہر باب چند فصول پر۔

۱۔ باب اول در آداب اکل۔

۲۔ باب دوم در آنکہ نکاح افضل است یا تجرید۔

۳۔ فصل چہارم در آداب جماع و ولادت و طلاق۔

۴۔ فصل پنجم در حقوق زوج بر زوجہ۔

۵۔ باب سیوم در آداب صحبت و اخوت، دریں باب چہار فصل است۔ فصل اول در فضیلت اُلفت و اخوت، فصل دوم در بیان صفائی کہ شرط است و اختیار صحبت۔

فصل سیوم در حقوق اخوت و صحبت، فصل چہارم در آداب معیشت و مجالست۔

۶- باب چہارم در حقوق مسلم و قرابت رحم و جوار۔

۷- باب پنجم در بیان عزلت، و دریں باب سہ فصل است: فصل اول در فوائد عزلت فصل دوم در بیان آفات عزلت، فصل سیوم در بیان آفات عزلت۔

۸- باب ششم در آداب سفر و دریں دو فصل است: فصل اول در نیت سفر و فوائد آں، فصل دوم در آداب مسافران۔

۹- باب ہفتم در امر معروف و نہی منکر، و دریں باب ہفت فصل است: فصل اول در فضیلت امر معروف و نہی منکر، فصل دوم در شرائط محتسب، فصل سیوم در شرائط آنچہ احتساب رود، فصل چہارم در درجات احتساب، فصل پنجم در آداب محتسب، فصل ششم در منکرات مالوف درعادات۔ ساتویں فصل مذکور نہیں ہے۔

مضمون آداب معیشت و آداب مجالست (اجتماعیات) زبان فارسی نثر، مترجم عبد الحق بن سیف الدین قادری دہلوی، زمانۂ تالیف سترھویں صدی کا آغاز، نام ناقل ندارد، تاریخ نقل ۲۹ ماہ جمید الثانی ۱۱۴۸ھ (بدھ، ۵ نومبر ۱۷۳۵ء) خطِ نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، اوراق ۱۴۰، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۲ x ۲۲ سنٹی میٹر۔

آغاز: جمیع محامد از ازل تا ابد از ہر حامدی کہ باشد۔

اختتام: برحمتك یا ارحم الراحمین۔

کاتب کا اختتامیہ: وقد حُرِّر فی تاریخ ۲۹ شہر جمید الثانی ۱۱۴۸ سنہ ہزار و یکصد و چہل و ہشت۔

202- آئینۂ ادب واخلاق

مشہور ادب نواز اور علم دوست کرنل ہالرائیڈ صاحب ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم صوبۂ پنجاب کے نام معنون رسالہ ہے۔ کرنل ہالرائیڈ ۱۸۷۲ء میں صوبہ پنجاب ناظم تعلیمات تھے۔ انہیں ادب واخلاق اور ادب میں جدیدیت سے زبردست شغف تھا۔ مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم شرقیہ کے زبردست حامی تھے، اور ایسے اشخاص کی جو عربی، فارسی اور اردو سے شغف رکھتے تھے حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے مولانا محمد حسین آزاد متوفی ۱۹۱۰ء اور مولانا الطاف حسین حالی (م۔ ۱۹۱۴ء) سے اردو میں جدید طرز کی کتابیں لکھوائیں، اور اسی زبان میں جدید اردو شاعری کی بنیاد ڈلوائی جس کے روح رواں اردو کے یہی دوست مولانا آزاد اور حالی تھے۔ آئینۂ ادب و اخلاق کی منظوری اور پسندیدگی میں مسٹر پیرسن ایم اے انسپکٹر مدارس اور مسٹر جی۔ سالم جانشین کرنل ہالرائیڈ کا بھی حصہ ہے۔ آئینۂ ادب و اخلاق کا تاریخی پہلو یہ ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے اخیر تک پنجاب میں فارسی زبان کی تعلیم غالب حیثیت رکھتی تھی۔ ترتیب مضامین حسب ذیل ہے :

۱۔ مصنف کا پیش لفظ ۲۔ احوال زمان و زمانیان ۳۔ مقابلہ عادت سلف با خلف۔ ۴۔ نصائح ۵۔ مواعظ سقراط ۶۔ ارسطا طالیس ۷۔ از سخنان بقراط ۸۔ دیوجانس کلبی۔ ۹۔ فیثا غورث ۱۰۔ جالینوس ۱۱۔ سولن ۱۲۔ زینون شاعر ۱۳۔ بطلیموس۔ ان کے علاوہ جن حکما کے اس کتاب میں اقوال ہیں، یہ ہیں:

باسلوس حکیم، انکاس، اقلیدس، اساقرطیس، اسفیلوس، نظام الملک وزیر ملک شاہ سنجر، خلیفہ مامون رشید، فیلقوس، اسکندر، ہوشنگ، کیخسرو، رستم دستان، بہرام گور،

اردشیر بابک، ہشام بن عبدالملک، حضرت عیسیٰؑ، حضرت بایزید، کرخی، شیخ گنج بخش لاہوری خواجہ معین الدین چشتی، شقیق بلخی، حاتم اصم، جنید بغدادی، ابراہیم ادہم وغیرہ وغیرہ۔

مضمون: اخلاقیات، زبان فارسی، نثر، مؤلف الہٰی بخش ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ضلع سیالکوٹ، ساکن بلدۂ لاہور، زمانۂ تالیف ۱۸۸۲ء، طباعت ۱۸۹۱ء، کاتب میرزا عبدالغفور بمقام بندر کراچی سندھ، تاریخ کتابت انوار ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ (۱۵ جنوری ۱۸۹۳ء) خط نستعلیق معمولی، کاغذ مشینی، صفحات ۲۳۱، سطور فی صفحہ ۱۲۔ تقطیع: ۱۱ × ۱۷ سنٹی میٹر۔

آغاز: ادب تاجی است از لطف الہٰی

اختتام: و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کاتب کا اختتامیہ: بعون اللہ تعالیٰ بتاریخ یوم یکشنبہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۱۰ سنہ ہزار سیصد و دہ ہجری در کراچی بندر بدستخط المذنب الخطاء الضعیف طالب دنیا شرمندۂ عقبیٰ میرزا عبدالغفور۔

ACC—402

۲۰۳- بوستان

دس ابواب پر منقسم منظوم کتاب ہے۔ مصنف کے نزدیک اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ زندگی میں چونکہ اطراف عالم میں پھرا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اہل وطن یعنی اہالیان شیراز کے لئے ایک ایسا تحفہ لیکر جائے جو امتداد زمانہ سے کبھی بھی خراب اور پژمردہ نہ ہو، اس لئے بطور سوغات بوستان تصنیف کی۔ ترتیب مضامین حسب ذیل ہے:

حمد خدا و نعت رسول، سبب نظم کتاب، مدح بادشاہ، مدح شاہزادہ اور اس کے بعد باقی دس ابواب بہ تفصیل ذیل یہ ہیں:

۱۔ باب اول در عدل و تدبیر و رائے ۲۔ باب دوم در احسان ۳۔ باب سوم در عشق۔

۴۔ باب چہارم در تواضع ۵۔ باب پنجم در رضا ۶۔ در قناعت ۷۔ در تربیت ۸۔ در شکر بر عافیت

۹۔ در بیان توبہ ۱۰۔ باب دہم در مناجات و ختم کتاب۔

مضمون اخلاق و حکمت، توحید و اسرار عرفانی، نظم (مثنوی)، زبان فارسی، مصنف

مصلح الدین سعدی شیرازی (۵۷۱ - ۶۹۱ھ = ۱۱۷۵ - ۱۲۹۲ء)، تاریخ تصنیف جمعہ ۶ ذیقعدہ

۱۲۵۵ھ = ۱۶ نومبر ۱۸۳۹ء، کاتب صالح بابا خلف بابا کمال الدین ریشی ساکن مقام متبرکہ چرار

برائے نور الابصار سعادت یار از عمر و دولت برخوردار احسن اللہ ریشی طال اللہ عمرہ و علمہ و عملہ

ACC-424

۲۰۴- تحفۃ الملوک

چالیس ابواب پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے۔ ہر باب چار حکیمانہ نصایح کو شامل ہے

جلد ساز کی غفلت و ناواقفیت سے رسالہ کا صفحہ اول دو اور صفحہ دو اول بنا دیا گیا ہے۔

تحفۃ الملوک باب ۲۶ سے باب ۳۰ تک اور اخیر پر چالیسویں باب کے اعتبار سے ناقص ہے۔

مضمون موعظ و پند (اخلاقیات)، زبان فارسی، نثر، مصنف نامعلوم، زمانہ تالیف

نامعلوم، کاتب اور تاریخ کتابت بوجہ ناقص آخر ہونے کے نامعلوم نستعلیق جلی، انتہائی خوشخط،

کاغذ کشمیری، اوراق ۲۰، سطور فی صفحہ ۴، اخیر کے دو اوراق کی سطور فی صفحہ ۹، ان کا قلم نستعلیق

باریک ہے، تقطیع ۳ء۱۰ × ۷ء۱۸ سنٹی میٹر۔ آغاز صفحہ ۲ سے۔

علیٰ خیر خلقہ و آلہ الطاہرین و اصحابہ الراشدین۔ اما بعد بدانکہ

ایں رسالہ ایست موسوم است بتحفۃ الملوک منسوب بچہل باب۔

اختتام: باب سی و نہم در آنکہ چہارم چیز . . . . کاتب یا مصنف کا اختتامیہ ندارد۔

205- صد کلمۂ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب

مکہّ معظمہ میں لکھا گیا یہ مخطوطہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سو کلمات (ملفوظات) کا مجموعہ ہے۔ لیکن موجودہ مخطوطہ صرف ۸۲ (بیاسی) اقوال پر مشتمل ہے۔ فولیو ۶ پر "ہر چہ آن" کی رکاب (تسلسل) منقطع ہونے کے باعث اٹھارہ اقوال مخطوطہ سے غائب ہیں۔ صد کلمۂ حضرت امیر المومنین علاوہ عربی متن کے منظوم فارسی ترجمہ کا بھی حامل ہے اور اس اعتبار سے مخطوطہ عربی و فارسی دونوں زبانوں کا امتزاج ہے۔

مضمون اخلاق و آداب (اجتماعیات - Sociology)، زبان عربی و فارسی، اصل یعنی عربی کے مصنف شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ، مترجم بزبان فارسی منظوم نامعلوم، کاتب محمد رزہ، مقام کتابت مکہّ معظمہ، تاریخ کتابت بغیر مذکور، لیکن کتاب کے عنوان کے صفحہ کے مطابق ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰۹۶ھ (ستمبر/اکتوبر ۱۶۸۵ء) خط نستعلیق نہایت عمدہ۔

خوش خطی خطّاطی کا نادر و نایاب نمونہ، لوح سنہری منقّش، خوشنویسی کی جداول کے مابین تحریر

نصف اقوال لال روشنائی سے اور نصف کالی روشنائی سے تحریر، متن اور ترجمہ افشاں دار، فولیو اوّل کے دونوں صفحوں کے منظوم ترجمے بیل بوٹوں سے محیط، متن سیدھا تحریر اور ترجمہ مائل بہ کجی۔ عنوان کی تحریر کے مطابق کاتب محمد رزہ نے صد کلمۂ امیرالمومنین اور تواریخ اسی خط سے لکھے تھے، جبکہ معصوم رزہ نے "پندہات النوشیروان" اپنے بھتیجے واقعہ نویس کے لئے تحریر کیا تھا۔ یہ تمام مخطوطے ۱۶ جمادی الاول ۱۱۰۵ھ ہجری (۲ فروری جمعہ ۱۶۹۴ء) کو داخل کئے گئے تھے۔ فولیو ۱۴، تقطیع ۷،۱۶ × ۳،۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز : لوکشف الغطاما ازددت یقیناً

اخیر : ہر کرا کبر پیشہ شد ہمہ خلق در محافل جفائے او گویند
وانکہ بر منہج تواضع رفت ہمہ عالم ثنای او گویند

کاتب کا اختتامیہ : " من کلام حضرت امیرالمومنین و امام المتقین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ الصلوۃ والسلام۔ در مکہ معظمہ شرّف اللہ تعالیٰ تعظیماً و تکریماً نوشتہ شد۔ کتبۃ العبد المذنب محمد الکاتب رزہ"

اخیر پر " محمود، معبود، جود، وجود " کے الفاظ کی مربع مہر۔ نیز ٹائٹل صفحہ پر دو ناقابل مطالعہ مٹی ہوئی مہریں۔

ACC–254

206- کیمیائے سعادت

حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد المعروف بہ امام غزالی (۴۵۰ - ۵۰۵ھ = ۱۰۵۸ - ۱۱۱۱ء) کی اخلاق و مواعظ میں ضخیم کتاب کیمیائے سعادت کا خلاصہ یا اقتباس ہے۔

خود کیمیائے سعادت دراصل امام ہی کی عربی تالیف احیاء علوم الدین کا فارسی ترجمہ ہے۔ بہرکیف کیمیای سعادت کا یہ اقتباس صرف چار عنوان اور چالیس اصول کی شرح پر حاوی ہے۔ چار عنوان یہ ہیں:

۱۔ شناختن خویش ۲۔ شناختن حق تعالیٰ ۳۔ شناختن حقیقتِ دنیا اور ۴۔ شناختن حقیقتِ آخرت۔ یہ چار معرفتیں در حقیقت مسلمانی کا عنوان ہیں۔

علاوہ چار عنوانات کے کیمیائے سعادت چار ارکان کے بھی حامل ہے اور ہر رکن کے تحت دس اصول ہیں، اور اس طرح بحیثیت مجموعی کل کتاب ۴۰ اصول پر منقسم ہوتی ہے۔ چار ارکان یہ ہیں:

۱۔ رکن اوّل گذاردنِ فرمانِ حق تعالیٰ ۲۔ رکن دوم نگاہ داشتن ادب در حرکات و سکنات و معاش ۳۔ رکن سوم در بریدن عقبات در راہِ دین ۴۔ رکن چہارم در منجیات۔

اس سے قبل دس صفحات پر مشتمل اعتقاد اہل سنت پر بے نام کی مختصر سی کتاب ہے اور ان میں صرف عبادات کا رکن اوّل (جس میں دس اصول ہیں) بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مؤلف کا نام اور مشخصات (خصوصیات) تحقیق نہ ہو سکیں۔

مضمون اخلاق و مواعظ، زبان فارسی نثر، اصل مصنف ابو حامد امام غزالی، اقتباس کنندہ نامعلوم، زمانۂ اقتباس نامعلوم، کاتب و ناقل و تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق شکستہ بطرز ایرانی، کاغذ کشمیری، فولیو ۵۵، سطور فی صفحہ ۱۷، تقطیع ۱۲½ × ۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز: رکن اوّل در عبادات۔

اختتام: تمام شد عنوانِ مسلمانی والسلام والاکرام۔

کاتب کا اختتامیہ: ندارد۔

گلستان -207

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی سنہ ۶۹۱ھ (۱۲۹۲ء) کی تصنیف ہے۔ شیخ نے یہ کتاب اپنے مربّی اتابک ابوبکر بن سعد زنگی کے نام سے معنون کی ہے۔ گلستان ایک مخلص دوست کے نام پر لکھی گئی ہے۔ اپنے نام کی طرح کتاب مذکور سنہ ۶۵۶ھ کے موسم بہار میں تکمیل پذیر ہوئی۔ شیخ کے مطابق گلستان متکلمین (فلاسفہ) کے لئے مفید اور خط و کتابت کنندگان کے لئے مایۂ بلاغت ہوگی۔ کتاب مذکور آٹھ ابواب اور ایک طویل مقدمہ پر مشتمل ہے جسمیں حمدِ خدا، نعتِ رسول، سبب تالیفِ کتاب اور اُس بادشاہ کا ذکر ہے جس کے نام پر کتاب معنون کی گئی ہے۔ گلستان اخلاقی انداز میں سعدی کے اُن تجربات و احساسات کا نچوڑ ہے جو انہوں نے اطرافِ عالم کی سیاحت سے حاصل کئے تھے۔

مضمون آداب و اخلاق، زبان فارسی نثر مخلوط بہ نظم، سال تصنیف سنہ ۶۵۶ھ موسم بہار، ربیع الثانی (اپریل سنہ ۱۲۵۸ء)، کاتب گیتا، تاریخ کتابت ۱۱ جمادالثانی سنہ ۴۷ جلوس عالمگیر مطابق سنہ ۱۱۱۵ھ (۱۱ اکتوبر، پیر سنہ ۱۷۰۳ء)۔ پچھلے ورق پر کسی شخص جو کھیان فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی سنہ ۲۴ جلوس کی مُہر ہے۔ مقام کتابت دار الخلافہ شاہ جہاں آباد (دہلی)۔ کشمیر میں یہ کتاب بابا محی الدین ابن بابا عبداللہ مخدومی ساکن محلۂ مخدوم منڈو، کلاشپورہ کے قبضہ میں رہ چکی ہے۔ کاغذ غیر کشمیری، خط نستعلیق سادہ، صفحات ۲۱۰، تعداد سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۲ x ۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز: منت خدایرا عزوجل کہ طاعتش موجب قربت است۔

اختتام: واطلب لنفسك من خير تريد بها

من بعد ذالك غفرانا لكاتبه

کاتب و ناقل کا اختتامیہ :

" تمام شد گلستان بخط رکیک احقر عاصی گپتا یا گیتا غفر اللہ ذنوبہ و ستر عیوبہ بتاریخ یازدہم شہر جمادالثانی سنہ ۳۷ جلوس عالمگیری مطابق ۱۱۰۵ ہجری، در دار الخلافہ شاہ جہاں آباد۔"

ACC-62

بوستاں -208

اخلاقیات وپند نصایح میں شیخ سعدی کی منظوم تصنیف ہے۔ گلستان کی طرح یہ کتاب بھی ابوبکر بن سعد زنگی کے نام سے معنون ہے۔ بوستان حمد و ثنا و نعت رسول مقبول صلعم کے بعد سبب تالیف کتاب، مدح اتابک محمد سعد زنگی اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔

مضمون اخلاق وپند و نصایح، زبان فارسی، پیرایۂ بیان مثنوی، مصنف شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء، تاریخ تصنیف ۴ یا ۵ ماہ ذی قعدہ سنہ ۶۵۵ھ ۱۳ یا ۱۴ نومبر روز منگل یا بدھ سنہ ۱۲۵۷ء) جیسا کہ ان اشعار سے مفہوم ہے:

بروز ہمایون و روز سعید — بتاریخ فرخ میان دو عید
ز ششصد فزون بود و پنجاہ و پنج — کہ پر در شد ایں نامہ بردار گنج

ناقل نامعلوم، تاریخ کتابت ۲۷ شوال المکرم سنہ ۱۱۲۹ھ (۲۳ ستمبر پیر سنہ ۱۷۱۷ء) خط نستعلیق سادہ، کاغذ غیر کشمیری، صفحات ۳۳۶، سطور فی صفحہ ۱۳، تقطیع ۱۲ × ۲۱ سنٹی میٹر۔ گلستان کی طرح اس کے اخیر پر بھی "جو کھیاں فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی سنہ ۲۴ جلوس" کی مہر ہے۔

ابتداء: بنام خداوند جان آفرین — حکیم سخن بر زبان آفرین

اختتام: بضاعت نیاوردم الا امید — خدایا ز عفوم مکن ناامید

ناقل کا اختتامیہ:

" باتمام رسید نسخۂ شریفہ بوستان از تصنیف عارف اسرار سبحانی و واقف غوامض یزدانی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نور اللہ مرقدہ بتاریخ ۲۷ شوال المکرم ۱۱۲۹ھ ہجری

اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ واحسن الیھما والیہ"

آخری صفحہ ناقابل مطالعہ پانچ مُہور کا حامل ہے۔

ACC-162

209- گلستان و بوستان مُصوّر

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ (۱۲۹۲ء) کی گلستاں کا باتصویر قلمی نسخہ ہے۔ حاشیہ پر شیخ کی دوسری منظوم مثنوی بوستان تحریر ہے۔ گلستان جو نظم و نثر دونوں کی کتاب ہے، آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ترتیب مضامین یوں ہے:

مقدمہ، سبب تالیف کتاب، باب اول در سیرت بادشاہاں، باب دوم در اخلاق درویشاں، باب سیوم در فضیلت قناعت، باب چہارم در فواید خاموشی، باب پنجم در عشق و جوانی، باب ششم در ضعفِ پیری، باب ہفتم در تاثیر صحبت، باب ہشتم در آداب مجلس و حکمت۔ گلستان اتابک اعظم مظفر الدین والدنیا ابوبکر بن سعد زنگی کے نام سے معنون ہے۔

مضمون اخلاق، زبان فارسی نثر و نظم، مصنف شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، سال تصنیف ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) جیسا کہ ان ابیات سے مفہوم ہے۔

دراں مدت کہ مارا وقت خوش بود ز ہجرت شش صد و پنجاہ و شش بود
مراد ما نصیحت بود و گفتیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم

کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت بوستان ۱۲ شعبان سنہ ۱۲۵۴ھ (۹؟) ھ (۳۱ اکتوبر سنہ ۱۸۳۸ء)
خط نستعلیق باریک عمدہ، لوح طلائی، ۱۴ عدد رنگین روغنی تصاویر، حاشیۂ کتاب موش خوردہ، ترمیم شدہ و وصلہ زدہ (پیوند شدہ)، مجلّد، مصوّر غالباً کشمیری مسلمان، کشمیر میں سکھ دور حکومت کی تحریر، کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۳۱۲، سطور فی صفحہ ۱۱، سطور حواشی ۲۸ (چودہ ابیات)

تقطیع ۱۴×۲۲،۲ سنٹی میٹر

آغاز: منت مر خدای را عزو جل که طاعتش موجب قربت است۔

اختتام:

انا المسئی و انت مولی محسن
ها فقد اسأتُ واطلب الاحسان

کاتب کا اختتامیہ: کتاب مستطاب بوستان بعنایت بے غایت رب المستعان بروز شنبہ بتاریخ دوازدہم ماہ شعبان سنہ ۱۲ھ۔

گلستان اور بوستان کے مُصوّر نسخے بہت کم ملتے ہیں اور اس لحاظ سے نادر تصاویر کا معیار اعلیٰ۔ اور کشمیری قلم کا نمونہ۔

210- گلستان و بوستان

متذکرہ صدر دو کتابوں کا مجموعہ ہے' اس طرح سے کہ حوض میں گلستان اور حاشیہ پر بوستان تحریر ہے۔ بلحاظ ترتیب گلستان آٹھ ابواب پر اور بوستان دس پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں کتابیں اپنی اپنی تصنیف کے فوراً بعد ہی مقبول خاص و عام رہی ہیں اور اُسی وقت سے داخلِ درس رہی ہیں۔ گلستان کے آٹھ ابواب یہ ہیں:

باب اوّل در سیرتِ پادشاہان' باب دوم در اخلاق درویشان' باب سیوم در فضیلت قناعت، باب چہارم در فوایدِ خاموشی' باب پنجم در عشق و جوانی، باب ششم در ضعف پیری' باب ہفتم در تاثیر تربیت، باب ہشتم در آداب صحبت۔

اور بوستان کے دس ابواب یہ ہیں: عدل' احسان، عشق و مستی، تواضع، قناعت، تربیت، شکر، برعافیت، توبہ، مناجات اور ختم کتاب۔

متذکرہ صدر دونوں کتابیں سعد زنگی کے فرزند سعد ابوبکر کے نام معنون ہیں۔ بقول مصنّف سعد کے نام پر معنون کرنے کی وجہ اُس کی مدح و توصیف نہیں' بلکہ وقت اور زمانہ کی شناخت و تعیّن سے مثلاً:

که سعدی که گوئے بلاغت ربود در ایّام بوبکر بن سعد بود

هم از بخت فرخنده فرجام تست که تاریخ سعدی در ایّام تست

آغاز مضمون سے پہلے دونوں کتابوں کا سبب تالیف علیحدہ علیحدہ درج ہے گلستان ایک دوست کی فرمایش سے موسم گل میں لکھی گئی اور اسی لئے اس کا نام گلستان قرار پایا۔ بوستان

کا سبب تالیف سیاحتِ عالم کے بعد دوستوں میں خالی ہاتھ لوٹنا نامناسب معلوم ہوا، اس لئے چمن عالم سے اہلِ شیراز کے لئے بوستان کا تحفہ لانا مناسب معلوم ہوا۔

مضمون موعظ و اخلاق، زبان فارسی، پیرایہ بیان نثر و نظم (مثنوی) مصنّف شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی متوفّی شوّال، روز جمعہ ۶۹۱ھ (۱۹ یا ۲۶ ستمبر یا ۲ یا ۹ اکتوبر ۱۲۹۲ء) سال تصنیفِ گلستان ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) اور بوستان (۱۲۵۷ء)۔

ناقل و کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ماہ صفر ۱۲۷۲ھ (ستمبر، اکتوبر ۱۸۵۵ء) خط نستعلیق خفی، خوش نویسی اور خطّاطی کا اعلیٰ نمونہ، لوح طلائی منقش، تمام مخطوط خوش نویسی کی جداول کے مابین تحریر، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۸۲، سطور فی صفحہ (ماسوائے اشعار حواشی) ۱۱، تقطیع ۸ء۷ × ۸ء۱۳ سنٹی میٹر۔

آغاز : منت خدایرا عزوجل کہ طاعتش موجب قربت است۔

اختتام : کہ گرد دخیرہ گرگِ تیز دندان۔

کاتب کا اختتامیہ : حسب الفرمودۂ خدام ذوی المجد والاحترام صاحب الاعظم و مخدوم الافخم الاکرام زبدۃ الاماثل والاقران صاحبی مخدومی سردار محمد امین خان مدظلہ العالی قلمی شد فی شہر صفر ۱۲۷۲ ہجری (۱۲۷۲ھ)

ACC-23/1

۲۱۱/۱- گیان مالا

اخلاقیات میں فارسی زبان کا مختصر نثری رسالہ ہے جس میں شری کرشن کے اُن جوابات کا بیان ہے جو انہوں نے ارجن دیو کے سوالات کے سلسلے میں دئے۔ ان جوابات کا تعلق ہندو مُت

کے سماج اور مذہبی امور سے ہے۔ غالباً "گیان مالا" کا مصنف کوئی کشمیری پنڈت ہے جو فارسی کا ماہر اہلِ قلم تھا۔ نسخہ مذکور نایاب ہے اور کشمیر جنت نظیر میں قلمبند کیا گیا ہے۔ سال کتابت ۲۱ شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۵ ہجری (بپیر، ۲۸ دسمبر سنہ ۱۸۱۳ء) ہے۔
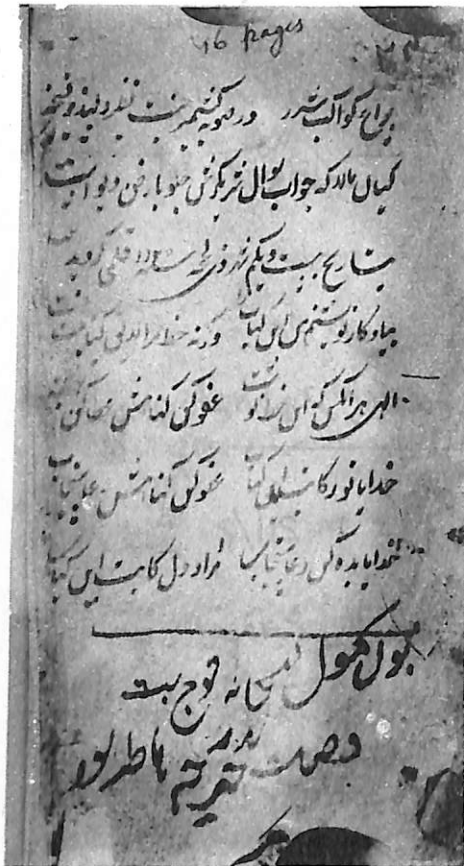
ابتداء میں نامعلوم اوراق سے نامکمل، تعداد فولیو ۲۴، نستعلیق معمولی، کاغذ باریک کشمیری، تعداد سطور فی صفحہ ۹، تقطیع ۹ × ۱۴ سنٹی میٹر متعدد مقامات حواشی اور کناروں پر سفید کاغذ کے ٹکڑوں سے مرمت کیا گیا ہے۔ فولیو ۷، ۸ کے وسط میں کے باعث کچھ متن ضایع ہوگیا ہے۔

موجودہ مخطوطہ کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے:

"مرد را باید کہ در خدمت زہر دریغ نکند چہ در دولت و چہ در بیدولتی انکار نکند و شکر را مجبوراً بجا آوردہ لیل و نہار بزبان خدمت می نمودہ باشد"۔

اور اختتامی الفاظ ہیں: "اے ارجن شخصی کہ نان وغیرہ طعام بردست گرفتہ میخورد نہایت عذابیست، در آن خانہ فلاکت آید و بے شک در دوزخ برود کامد سبع چراغ کواکب شرتہ"

اخیر پر کاتب کا اختتامیہ یوں ہے:

"درصوبۂ کشمیر جنت نظیر دلپذیر نسخۂ گیان مالا کہ جواب سوال شری کرشن جیو بارجن دیو است، بتاریخ بیست ویکم شہر ذی الحجہ ۱۱۲۵ھ قلمی گردید بیت:

بیادگار نوشتم من ایں کتاب را — وگرنہ خطِ مرا لایق کتابت نیست

الٰہی ہر آنکس کہ ایں خط نوشت — عفو کن گناہش عطا کن بہشت

خدایا تو از کاتب ایں کتاب — عفو کن گناہش دعا مستجاب

خدایا بدہ، کن دُعا مستجاب

مرادِ دلِ کاتب ایں کتاب

دیوانِ حافظ اندراج نمبر ۲۳/۲ کے ساتھ مجلّد ہے۔ حالت متوسط، کہیں کہیں داغدار۔

ACC -23/2

دیوانِ حافظ -211/2

لسان الغیب خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی قدس سرّہ (تقریباً ۱۳۲۰-۱۳۸۹) کا مجموعۂ غزلیات، ترجیع بند، رباعیات و مثنویات ہے۔ شیراز (ایران) میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے غنائیہ شاعر ہیں۔ اُن کے اشعار میں واردات عشق کا بیان نہایت وفادارانہ اور خوبصورت ہے حافظ نے بظاہر کسی پیرِ طریقت کا دامن نہیں پکڑا، تاہم اُن کا کلام اہلِ تصوف کے مشرب و ذوق کا ہے

ایک بزرگ کا خیال ہے کہ تصوف و معرفت میں کوئی دیوان خواجہ حافظ شیرازی کے دیوان کو نہیں پہنچتا۔

دیوان حافظ کی غزلیات حروف تہجی کی ترتیب پر ہیں جن کے بعد قطعات، ترجیع بند،

۱۳۵ ، ۱۴۳، ۱۸۵ ، ۱۸۶ کے حواشی پر دیوانِ حافظ کے کچھ ایسے اشعار تحریر ہیں جو کتابت کے دوران کاتب سے چھوٹ گئے تھے۔ فولیو ۱۹۸ پر ایک غزل قدیم اُردو (ریختہ) کی اور فارسی کی ایک مختصر مثنوی تحریر ہے۔

خط باریک نستعلیق، کاتب کنہیا لال گنگا رام عرف کلّو۔ تاریخ نقل ۲۰ شعبان ۱۲۳۸ھ (۲ مئی جمعہ ۱۸۲۳ء) ورق ۴۴ تباہ شدہ ہے۔ مجلّد، حالت اچھی، مرمت شدہ صفحہ اول چوتھائی والا حصہ کسی قدر منقش ہے۔

ACC-437

212 - مثنوی بلا عنوان

قصص و حکایات پر مبنی مجموعۂ مثنویات ہے۔ مطالب مثنوی بلا عنوان ہیں، تاہم بعد از مطالعہ حسب ذیل پائے گئے ہیں:

حمد و شکر خدا، حکایت دلربا و عاشق مشرب، قصۂ چہار کس یعنی کور و کل و خفتی و بنگی، حکایت مفلسی جوع زدہ، حکایت یک جوان کہ برائے معیشت عزم ہندوستان کردہ بود، حکایت دو گدا، قصۂ نازنین شاہ روح، داستان قاضی و مفتی، حکایت شیخ مصری، حکایتِ زاہد، داستانِ شیخ عیّار، حکایت عابد و ترک، حکایت بادشاہ، حکایت روزۂ تریاکی، حکایت رفتن شخصی بہ بیت اللہ، داستان درویش و مار سیاہ، حکایت عاشق و مجلسِ عُرس، قصۂ شاہ محمود غزنوی، حکایت نوجوان کہ غشی کردہ بود، حکایت دو کس کہ یکی از ان کور بود، حکایتِ ملاح و تیغ بندان، حکایت سنگ پشت و دو بط، داستانِ صیّاد کہ شکار رفتہ بود، حکایت شاہ دختر، حکایت بیگناہ مُسافر، حکایت سُلطان زادہ،

رباعیات اور ایک طویل مثنوی ہے۔

ابتداء: الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا

کہ عشق آساں نمود اوّل ولی افتاد مشکلہا

اختتام: غنیمت دان وصال گل غنیمت بمی خوردن نصیبم کن عزیمت

کہ حافظ گوش کن ایں پند گیرم مزن بے جام می واللہ اعلم

مخطوطہ کے اخیر پر کاتب کا اختتامیہ اس طرح ہے:

ایں کتاب دیوان حافظ بدستخط فدویت خصال کنہیا لال مسمی بعبودیت فرجام گنہگارم عرف کلو ساکن اہلمرمن محلات صوبۂ کشمیر جنت نظیر بفرمایشی سعادت آگند مہر چند بتاریخ بیستم شہر شعبان ۱۲۳۸ھ ہجری بموجب حساب سنکرات دوم زیب تسوید یافتہ شد۔ اگر سہوی و خطای رفتہ باشد معاف فرمایند قلم اصلاح برائے قاری دارند۔ بپوش گر بخطا ئے رسی و طعنہ مزن کہ ہیچ نقش بشر خالی از خطا نبود

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا امید

قاریا برمن مکن قہر و عتاب

گر خطائے رفتہ باشد در کتاب

فولیو ۱۹۷، تقطیع ۹ × ۱۴ سنٹی میٹر، فی صفحہ ۱۱ سطور، اشعار سرخ و زرد دوہری جدولوں کے مابین تحریر ہیں۔ مقطع کا ہر شعر غزل کے باقی اشعار سے وسط میں تحریر ہے۔ کہیں کہیں مقطع لال روشنائی میں ہے۔ مخطوطہ اصلاح شدہ ہے۔ فولیو ۳، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۹، ۵۰، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۳۳،

داستانِ امام شافعی، داستان عابد مرتاض۔

مضمونِ اخلاقیات، زبان فارسی (مجموعۂ مثنویات) شاعر نامعلوم (غالباً نعمت خان عالی) زمانۂ تصنیف ۱۰۶۸ھ ہجری (۱۶۵۸/۱۶۵۷ء) ناقل و تاریخ نقل غیر مذکور، تاہم ساٹھ ستر برس پُرانی تحریر (۱۹۸۵ء کے اعتبار سے) خطِ نستعلیق، کاغذ دیسی (کشمیری) اوراق ۸۶، ابیات فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۱۴ × ۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز: حمد و شُکر او را کہ ہر چہ ہست از وست

دام ہستی حلقہ دار از ہائے اوست

اختتام: بیخرد چون خویش را داند لبیب

در حقیقت می دہد خود را فریب

کاتب کا اختتامیہ ندارد:

مثنوی کا زمانۂ تصنیف جو شاعر کے حسب حال ہے، اس شعر سے مفہوم ہے

(ورق ۵۳)

ما جرائے در حضورِ من گذشت — سالِ ہجری بُد ہزار و شصت ہشت
۱۰۶۸ھ

ACC -517

213- مجموعۂ گلستان و بوستان

قدیم مدارس کی مشہور درسی کتابوں گُلستان اور بوستان کا مجموعہ ہے۔ گُلستان آٹھ ابواب میں اور بوستان دس ابواب میں منقسم ہے۔ دونوں مجموعے معاصر بادشاہ فارس ابوبکر بن سعد زنگی کے نام پر معنون ہیں۔ دونوں مجموعے علاوہ متذکرہ صدر ابواب کے آغاز میں ایک دیباچہ (مقدمہ) کے حامل ہیں جن میں حمدِ خدا و نعتِ رسولؐ کے بعد بالتفصیل سبب تالیف بیان کیا گیا ہے۔

گلستان ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) اور بوستان روزِ جمعہ، ۷ ذی القعدہ ۶۵۵ھ (۱۶ نومبر ۱۲۵۷ء) کو معرضِ تحریر میں آئی ہے۔ بوستان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سعدی کے سفرِ سومنات جس کا تعلق براہِ راست تاریخ ہند سے ہے، پر مشتمل ہے۔ سعدی کا سفرِ ہند ساتویں صدی ہجری کے دوسرے یا تیسرے عشرہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت سعدی کی عمر چالیس اور پچاس سال کے درمیان تھی۔

مضمون اخلاق و آداب، نثر و نظم، زبان فارسی، مصنّف (دونوں کا) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی (۵۷۱-۶۹۱ھ = ۱۱۷۵-۱۲۹۲ء)۔ ناقل گلستان کا حسن شاہ برائے سیّد احمد شاہ، تاریخ نقل غرّۂ ماہ رجب ۱۲۴۶ھ (جمعرات، دسمبر ۱۶، ۱۸۳۰ء) بوستان کا ناقل غیر مذکور، لیکن غالباً وہی جو گلستان کا ہے، گلستان مکمل اور بوستان ورق ۲۱ سے شروع، باقی اوراق غائب، خطِ نستعلیق درمیانہ، کاغذ دیسی (کشمیری) فولیو بالترتیب ۱۰۳ و ۱۴۲، اوسط سطور فی صفحہ ۱۲، تقطیع: ۶ء۱۰ × ۵ء۱۷ سنٹی میٹر۔

شروع: منّت مر خدایرا عزّ و جل کہ طاعتش موجب قربت است۔

ختم: ز لطفت ہمیں چشم داریم نیز

بریں بے بضاعت بہ بخش اے عزیز

گلستان میں کاتب کا ترقیمہ:

فقیر الحقیر حسن شاہ جہت سیّد احمد شاہ تحریر یافت .... آنست کہ چوں کسی مطالعہ نماید ایں احقر بدعائے خیر و فاتحہ کہ فتح جمع مشکلات است یاد آرند تا جانبین بسعادت دارین داخل شویم۔ بتاریخ غرّۂ ماہ رجب ۱۲۴۶ ہجری۔

214- مجموعۂ وصایا با تصویر

مندرجہ ذیل وصایا کا مجموعہ ہے:

مضمون اخلاقیات، زبان فارسی نثر، ہر وصایا کا پہلا اور دوسرا صفحہ انتہائی منقش و
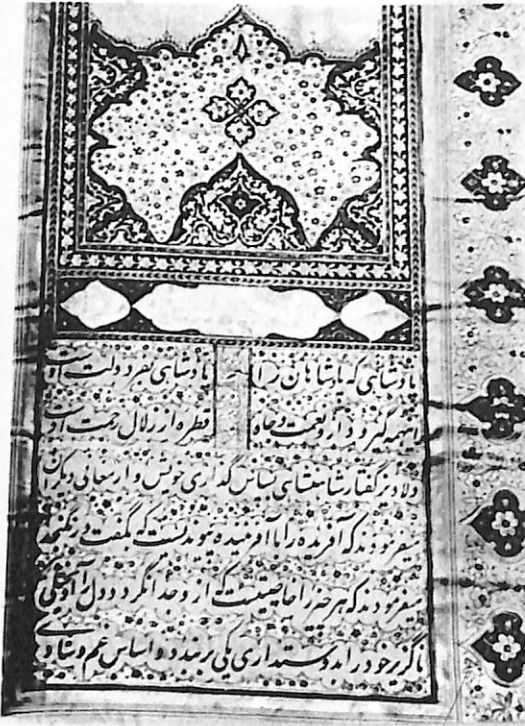
مزین، بیل بوٹوں سے آراستہ و پیراستہ، فی صفحہ بارہ سطور، خط نستعلیق جلی استادانہ اعلیٰ نقّاشی اور تذہیب کاری کا نادر نمونہ، تعداد صفحات ۲۰۴، نام کتاب ندارد، انیسویں صدی عیسوی کے نصف اخیر کی تحریر، کاغذ کشمیری،

تقطیع: ۲۰×۳۳ سنٹی میٹر

حالت نہایت عمدہ۔

فہرست تصاویر:

۱۔ جلال الدین اکبر بادشاہ باز کے ساتھ (صفحہ ۳ اور ۴ کے مابین)

۲۔ نورالدین جہانگیر ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے تخت پر براجمان (صفحہ ۵۸ اور صفحہ ۵۹ کے مابین)

۳۔ شاہ جہان تلوار لئے تخت پر براجمان (۱۱۳ اور ۱۱۴ صفحہ کے مابین)

۴۔ محمد اورنگ زیب عالمگیر (صفحہ ۱۲۸ اور صفحہ ۱۲۹ کے مابین)

ابتداء:

پادشاہی کہ پادشاہاں را | پادشاہی بفرّ دولت اوست
این ہمہ گیر و دار و نعمت و جاہ | قطرۂ از لال رحمت اوست

اختتام: جواب: اخلاق نیکو و تواضع اختیار کند، تمت بالخیر۔

سیاسیات و سماجیات

215 - توقیعات کسروی

فارسی میں علم سیاست پر سلاطین و امراء کے فرامین اور نصایح کا ایک رسالہ ہے۔ ابتداء میں رسالۂ مذکور عربی زبان میں تھا، لیکن شہزادہ مراد بخش کے حکم و ایماء سے عربی سے فارسی میں منتقل کیا گیا ہے۔ منتقل کرنے والا کوئی شخص محمد ملقب بہ جلال الدین طبا طبائیؔ زوّاری ہے۔ اگرچہ بقول مترجم یہ کتاب ترجمہ ہے، تاہم وضاحت کے لئے کہیں کہیں مترجم نے فرامین و نصایح کی توضیح کے لئے اپنی مثالیں بھی دی ہیں۔ مثال کے طور پر یعقوب خان چک آخری شہنشاہِ کشمیر کے وزیر با تدبیر محمد بٹ کی دانائی اور بیدار مغزی کی بات پوری شرح و بسط کے ساتھ ورق ۱۴ اور ۱۵ پر مندرج ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب محض ترجمہ ہی نہیں ہے بلکہ تخلیقی نوعیت کی بھی حامل ہے۔ محمد جلال الدین طبا طبائیؔ کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں کا تھا، تاہم قرائن سے اُس کا کشمیری ہونا مترشح ہوتا ہے۔ حواشی پر مشکل الفاظ کی وضاحت اور تشریح فارسی زبان میں ہے اور یہ حواشی یقیناً کسی کشمیری غالباً پنڈت اہلِ علم کے ہیں۔

مضمون سیاست، زبان فارسی نثر، مترجم یا مصنف محمد جلال الدین طبا طبائیؔ زوّاری، سال تصنیف ۱۰۶۴ھ (۱۶۵۴ء) (بدستور نامہ کسروی) تاریخ ہے۔ ناقل پنڈت شیوہ ناتھ مدرس، تاریخ نقل ۵ شہر ماگھ یوم دوشنبہ (پیر) ۱۸۴۱ء۔ کاغذ کشمیری، تعداد فولیو ۶۱، تعداد سطور فی صفحہ ۱۴، خط نستعلیق متوسط، تقطیع ۱۲ × ۲۱ سنٹی میٹر۔ مخطوطہ کے متعدد نسخے محکمۂ تحقیقات و اشاعت حکومت جموں و کشمیر کی قلمی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے دیگر قلمی کتاب خانوں میں بھی اس کی نقول دستیاب ہیں۔

آغاز: الحمد للہ الذی ربط سلسلۂ نظام العالم بسیاست ریاست الانسان و ربط قومی رباطہ بوثاقتہ عروق العدل والاحسان۔

اختتام: چون سرزند ز سپیدۂ موی از شب سیاه
جز وقت ذکر یا حمد و یا اله نیست
وقت دوگانہ بہر سپاس یگانہ است
یعنی مقام صوت و دوگاہ و سہ گاہ نیست
تمت الکتاب بعون الملک الوہاب
اخیر پر کاتب کا ترقیمہ دانستہ مٹا دیا گیا ہے۔

ACC-339

216- توقیعات کسرویّہ

اسی نام کی عربی کتاب کا فارسی ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ شاہزادہ مراد بخش کے ایما و ارشاد سے کیا گیا ہے۔ ایک روز شاہزادہ کی محفل میں ایران کے سابق بادشاہوں بالخصوص اُس عہد کی تصنیف توقیعات کسرویّہ کی اندازہ اور حد سے زیادہ تعریف کی گئی۔ توقیعات کسرویّہ ابتدا میں پہلوی کے دری لہجہ میں ترجمہ ہوئی تھی اور بعد ازاں عربی میں منتقل ہو گئی تھی، اس لئے شہزادہ کی جانب سے حکم ہوا کہ فائدہ عام کے لئے مروّجہ فارسی زبان میں دوبارہ ترجمہ کی جائے، تاکہ ہر شے اصل کی جانب لوٹ سکے۔ اس مقصد کے لئے بقول مترجم اس ضعیف کے نام پر قرعہ تفویض پڑا اور اس لئے الامر فوق الادب کے پیش نظر ذمہ داری اُٹھالی۔

مضمون قوانین سلطنت (سیاست و حکومت)، زبان فارسی، مترجم از پہلوی در فارسئ امروزہ جلال الدین محمد طباطبائی زوّاری، زمانہ ترجمہ گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) بعہد شاہجہاں، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم، نستعلیق شکستہ، کاغذ کشمیری فولیو ۱۰۹، سطور فی صفحہ ۹، ٹائٹل صفحہ پر ح س ن کے عنوان سے حسن شاہ نقشبندی کی

مُہر جس کا سال تاریخ ۱۲۸۹ ہجری ہے، نیز فولیو اول پہ آٹھ مہریں جن میں تین مُہریں کبیر کی، چار مہریں سیّد حسن نقشبندی اور ایک محمد صالح کی ثبت ہے' فولیو ۴ پر" غلام شاہ جیلان سربلند است" عنوان کی ایک مُہر، سال ۱۲۳۱ھ اسی طرح اسی عنوان کی ایک مہر فولیو ۱۱۲ پر۔ توقیعات کسرویہ کے اختتام پر ۵ فولیو" صد پند سود مند دل پسند" سے متعلق ہیں اور اسی خط میں ہیں جس میں توقیعات کسرویہ تحریر ہے۔

آغاز : الحمد للّٰہ الذی ربط سلسلۃ نظام العالم بسیاسۃ۔

انجام : مارا از روئے رحمت است آں دہ کہ آں ہ۔ یا رب تو برحمت۔

توقیعات کسرویّہ کے سلسلہ میں نیز اندراج

ACC-304

217 - ذخیرۃ الملوک

اسی نام کے مخطوطہ کی چوتھی نقل ہے۔ باقی نقول زیر اندراج نمبر ۲۹۲، ۳۱۳ اور ۳۱۴ ملاحظہ ہوں۔

مضمون سیاست و معاشرت، مصنّف سیّد علی ہمدانی متوفی ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ (جمعرات ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء)' زبان فارسی نثر، زمانۂ تالیف آٹھویں صدی ہجری کا وسط (چودھویں صدی عیسوی کا درمیان)۔ یہ کتاب مصنّف نے بعض ملوک اور حکام کی التجا پر لکھی ہے جو عرصہ دراز سے اس بات کے متمنی تھے (ملاحظہ ہو مقدمہ فولیو اوّل الف و ب) کاتب حسین ابن اسحاق بن نصیر بن حسین بن محمد' تاریخ کتابت ۷ ربیع الاول ۸۳۳ھ ہجری (منگل، نومبر ۲۹ ۱۴۲۹ء)' زشت خط' فولیو ۲۰۱، سطور فی صفحہ ۱۲، تقطیع ۱۳½ × ۸، ۲۳ سنٹی میٹر۔

آغاز : حمد بسیار و ثناء بے شمار حضرت ملکی را کہ اسباب معاش تشنگان خطۂ دنیوی

را بہ تمہید قانون سیاستِ محکمی نظام داد۔

اختتام: انه قریب مجیب، والحمد للّٰہ وحدہ، والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

کاتب کا اختتامیہ فولیو ۲۰۱ پر:

کاتبه اضعف العباد حسین بن نصیر بن حسین بن محمد (؟) قد اصلح اللّٰہ شانه وصانه عما شانه ورحم اللّٰہ اشیاعه، غفر اللّٰہ له ولوالدیه
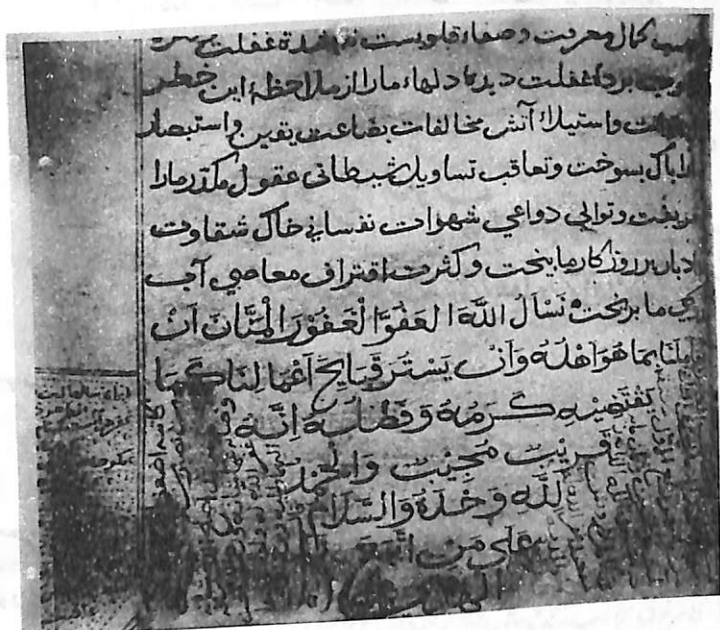
کمال معرفت و صفا قلوبست ... غفلت
بردۀ غفلت دیدۀ دلهاء ما را از ملاحظۀ این خطر
واستیلاء آتش مخالفات بضاعت یقین و استبصار
باک بسوخت و تعاقب تساویل شیطانی عقول مکدر ما را
بفت و توالی دواعی شهوات نفسانی خاک شقاوت
دبار بر روزکار ما بیخت و کثرت اقتراف معاصی آب
ما بر بخت. نسأل الله العفو الغفور المنان ان
لنا بما هو اهله وان یستر قبایح اعمالنا بما
یقتضیه کرمه وفضله انه
قریب مجیب والحمد
لله وحده والسلام
على من اتبع

واحسن الیهما والیه ویرحم اللّٰہ عبداً قال آمین۔ تمت کتابه کتاب الذخیرہ بعون الملک المتعالی فی الثانی من شهر ربیع الاوّل سنة ثلث وثلاثین وثمان مایة۔ صاحبه ومالکه الزاهد والکامل درویش سعید غفر اللّٰہ له ولوالدیه۔

نوٹ: ذخیرۃ الملوک کا یہ مخطوط غالباً دنیا کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ یہ مخطوط مصنّف کی وفات کے ۷۰ برس بعد بعہد سلطان زین العابدین لکھا گیا ہے۔

ACC -293

218- ذخیرۃ الملوک

یہ طویل و عریض مقالہ بقول مصنّف ملوک و حُکام اسلام کے ایماء و اشارہ پر لکھا گیا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں مصنّف سے عقیدت اور فرط اعتقاد تھا۔ مصنّف کے مطابق طویل عرصہ تک متردّد رہا۔ بالآخر ایک مخصوص شخص کے کہنے پر (نام نہیں دیا گیا) تالیف پر عزم بالجزم کر لیا۔ ذخیرۃ الملوک حسب ذیل دس ابواب پر مشتمل ہے:

۱۔ باب اوّل در شرائط و احکام ایمان ۲۔ باب دوم در حقوق عبودیت ۳۔ باب سیوم در مکارم اخلاق ۴۔ باب چہارم در حقوق والدین و زوج و زوجہ و اولاد و عبید و اقارب و صدقاء ۵۔ باب پنجم در احکام سلطنت ۶۔ باب ششم در شہر سلطنت معنوی ۷۔ باب ہفتم در بیان امر معروف و نہی منکر ۸۔ باب ہشتم در بیانِ حقائق شکر نعمت و ذکر اصناف انعام ۹۔ باب نہم در حقیقت صبر ۱۰۔ باب دہم در مذمت تکبّر و بغض و حقیقت آں۔ ان دس ابواب کے علاوہ ایک خاتمہ ہے۔ کتاب کا نام ذخیرۃ الملوک مقدمہ میں واضح طور درج ہے۔

مضمون سیاسیات و معاشیات، زبان فارسی نثر، مصنّف علی بن شھاب الدین الھمدانی (۷۱۴-۷۸۶ھ = ۱۳۱۴ء جنوری ۱۳۸۵ء)، کاتب و ناقل محمد عارف ساکن موضع شینو تپہ ماور از پرگنہ کامراج، صوبہ کشمیر، تاریخ کتابت غرّہ ماہ جمید الاول (جُمادی الاولیٰ) روز اتوار ۱۱۱۹ھ در عہد پادشاہ غازی شاہ عالم مطابق ۲۰ جولائی ۱۷۰۷ء، خطِّ نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۴۱، سطور فی صفحہ ۲۱، تصحیح شدہ، کہیں کہیں فارسی میں عربی کے مشکل الفاظ کے معنی،

تقطیع: ۱۳½ × ۲۱ سنٹی میٹر

آغاز۔ حمد بسیار و ثناءِ بی شمار مر حضرتِ ملکی را کہ اسباب معاش شُکّانِ خطّۂ ملک دنیوی را بہ تمہید قانونِ سیاست حکمی نظام دادہ۔

اختتام: الحمد للّٰہ وحدہ والسّلام علیٰ من اتبّع الھُدیٰ

کاتب کا اختتامیہ: فی التاریخ غُرّۂ شہر جمید الاول روز یک شنبہ سنہ الف و مائتہ و التسع عشر من الہجرۃ النبّویۃ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مطابق ابتدائی جلوس جہان پناہ جہانگیر اورنگ نشین جاہ و جلال پادشاہ غازی شاہ عالم خلّد اللّٰہ ملکہ.......... قد وقع الفراغ من تسوید ہذہ النسخۃ الشریفۃ المیمونۃ المسمّیٰ بذخیرۃ الملوک من کلام...... حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی..... بید ضعیف النحیف..... محمد عارف ساکن موضع شینو پتہ ماور از پرگنۂ کامراج من مضاف صوبۂ کشمیر۔

ACC-341   ذخیرۃ الملوک -219

ذخیرۃ الملوک کا ایک اور مخطوطہ ہے۔ پہلا مخطوطہ زیر اندراج نمبر ۲۱۳ آچکا ہے۔ مصنف نے یہ کتاب ملوک و حکام اہلِ اسلام کی التماس و درخواست پر تصنیف کی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں امورِ دین اور اصلاحِ نفس کا خاص خیال تھا۔ کچھ مدت عوارض مانع رہے، بالآخر تصنیف پر عزم صمیم کرلیا اور یہ کتاب معرضِ وجود میں آئی۔ یہ مختصر قواعدِ سلطنت اور احکامِ حکومت و ولایت کے بیان میں ہے۔ ذخیرۃ الملوک دس ابواب پر مشتمل ہے تفصیل اندراج نمبر ۲۱۳ کے نسخے میں ملاحظہ ہو۔ چونکہ اس کتاب کی تصنیف کا اصلی سبب امراء و سلاطین تھے، اور درحقیقت اُنہیں کیلئے معرضِ وجود میں آئی ہے، اس لئے اُنہیں کی مناسبت سے اس کا نام "ذخیرۃ الملوک" (بادشاہوں

کاسامان یا گنجینہ' قرار پایا۔

مضمون حکومت وسیاست' زبان فارسی نثر' مؤلف علی ابن سید شہاب الدین الہمدانی (۱۴ھ - ۷۸۶ھ = ۱۳۱۴ء - ۱۳۸۵ء)' زمانۂ تالیف چودھویں صدی عیسوی' کاتب نور محمد ساکن محلۂ سرنل' اسلام آباد، تاریخ کتابت سنیچر، ۲۳ شعبان ۱۱۶۲ھ ہجری (۲۹ جولائی ۱۷۴۹ء) خطِ نسخ، کاغذ کشمیری، فولیو ۲۵۹، سطور فی صفحہ ۱۶، تقطیع ۱۲ × ۲۳ ، ۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز : حمد بسیار وثنائے بیشمار مر حضرت ملکی را کہ اسباب معاشِ سکانِ خطہ ملک دنیوی

اختتام : والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

کاتب کا اختتامیہ : قد فرغ الکتاب من الاکتتاب بعون الملک الموفق الوھاب بید ضعیف النحیف اقل التلامیذ المولوی العالم بعلم اللہ من الفروع والوصول المسمیٰ بحافظ داؤد المغفور المرحوم برحمۃ اللہ الودود غفر لہ ولمن تولدہ وتعلمہ نور محمد ساکنۃ فی قریۃ سرنل ھی کالمحلۃ من بلدۃ اسلام آباد فی یوم السبت فی شھر شعبان قبیل العصر فی التاریخ ثلثۃ وعشرون منہ ۱۱۶۲ ھجری۔

ACC-11

220 ذخیرۃ الملوک

ذخیرۃ الملوک اخلاق وتصوف اور دینیات کی کتاب ہے جو نہایت ہی سلیس لیکن فارسی کی اعلیٰ نثر میں ہے۔ مصنف نے جیسا کہ کتاب کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے' اسے ملوک اور حکام اہلِ اسلام کی ایک جماعت کے لئے لکھا ہے۔ مقصد اہل دین کی اصلاح اور میل کچیل سے لوگوں کا تحفظ ہے۔ کتاب کا نام ذخیرۃ الملوک (فولیو ۲) ہے۔ اور حسب ذیل دس ابواب

پر مشتمل ہے:

باب اوّل در شرائط و احکام ایمان۔

باب دوم در ادائے حقوقِ عبودیت۔

باب سوم در مکارم اخلاق۔

باب چہارم در حقوق والدین و زوج و زوجہ و اولاد و عبید و اقارب و الصدقاء۔

باب پنجم در احکام سلطنت و ولایت۔

باب ششم در شرح سلطنت معنوی و اسرار خلافت انسانی۔

باب ہفتم در بیان امر معروف و نہی منکر۔

باب ہشتم در بیان حقائق شکر نعمت و ذکر اصناف انعام و افضال حضرت صمدیت۔

باب نہم در حقیقت صبر بر مکارہ و مصائب۔

باب دہم در مذمت تکبر و غضب و حقیقت آں و ختم کتاب۔

ذخیرۃ الملوک کے مصنف میر سیّد علی بن شہاب بن محمد الہمدانی قدس سرہ آٹھویں صدی ہجری (۱۴ ویں صدی عیسوی) کے اہل دل بزرگ تھے۔ علاوہ ذخیرۃ الملوک کے کتاب اسرار النقط شرح اسماء اللہ، شرح فصوص الحکم اور شرح قصیدۂ فارضیہ وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ شیخ شرف الدین محمود بن عبداللہ مزدقانی اور شیخ تقی الدین علی دوستی کے مُرید تھے۔ اپنے مرشد شیخ شرف الدین کے حکم سے تین مرتبہ ربع مسکون کا دورہ کیا۔ اس سیر میں چار ہزار چار سو اولیاء سے ملاقات کی۔ ان میں سے چار سو کو ایک ہی مجلس میں حاضر پایا۔ ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ (جمعرات ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء) کو ولایت کبر و سواد (کنر و صوات) میں انتقال کیا اور وہاں سے آپ کی نعش ختلان (موجودہ کولابہ، روسی ترکستان) پہنچادی گئی۔

ذخیرۃ الملوک کا زیر بحث قلمی نسخہ متوسط تقطیع کے ۲۰۳ فولیوز پر حاوی ہے۔ درست اور صحیح حالت میں ہے۔ مخطوطہ کا کاغذ کشمیری۔ ابتدائی چودہ اوراق دامن کی طرف اُستادانہ مرمت شدہ ہیں۔ خطِ نستعلیق معمولی، تعدادِ سطور اوسطاً فی صفحہ ۱۸۔ مخطوطہ بروز چہارشنبہ (بدھ) بوقت پیشین (نمازِ ظہر) مبارک محرم الحرام ۱۲۷۰ھ (اکتوبر ۱۸۵۳ء) میں بابا محمد افضل عرف خاکی کے ہاتھ کی نقل ہے اور عمر شاہ درویش کی استدعا پر لکھا گیا ہے۔

آغاز: حمد و ثنائے بے شمار مر حضرت ملکی را سزد کہ اسباب معاش سکّان خطۂ ملک دنیوی را بہ تمہید قانون سیاست حکمی نظام داد۔

اختتام: نسئل اللّٰہ العافیتہ الغفور المنان ان لعاملنا بما ہو اھلہ وان یستر قبایح اعمالنا کما یقضیہ کرمہ وفضلہ انہ قریب مجیب والحمد للّٰہ وحدہٗ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

اور کاتب کا ترقیمہ (Colophon) جو اخیر پر ہے یوں ہے:

"بروز چہارشنبہ بوقت پیشین در ماہ مبارک محرم الحرام از دست بندۂ بے عمل را برحمتِ خلّاق لم یزل بابا محمد افضل عرف خاکی موجب استدعائے عمر شاہ درویش تحریر یافت ۱۲۷۰ھ۔

قاریا برمن مکن قہر و عتاب | گر خطائے رفتہ باشد در کتاب

تم تم تم تم تمام باشد

کاتب زخدا عفو خدا می طلبد | وز جملۂ مومناں دعا می طلبد

221 - ذخیرۃ الملوک

سلاطین و حکام کی امور سلطنت میں رہنمائی کے لئے ایک جامع اور مکمل لائحۂ عمل ہے جو کتابی صورت میں روبعمل آیا ہے۔ مصنّف نے یہ رسالہ بعض اہلِ عقیدت کے ایماء و اشارہ سے قلمبند کیا ہے۔ ذخیرۃ الملوک حسب ذیل مضامین و مطالب پر مشتمل ہے:

باب اول در شرایط و احکام و ایمان، باب دوم در ادائے حقوق عبودیت، باب سوم در مکارم اخلاق و حسن خلق و وجوب تمسّک حاکم و بادشاہ بسیرت خلفاء راشدین، باب چہارم در حقوق والدین و زوج و زوجہ و اولاد و عبید و اقارب والصدقاء، باب پنجم در احکام سلطنت باب ششم در شرح سلطنت معنوی، باب ہفتم در بیان امر معروف و نہی منکر، باب ہشتم در بیان حقایق شکر نعمت، باب نہم در حقیقت صبر، باب دہم در مذمت تکبّر و غضب۔

مضمون سیاسیات و اجتماعیات، زبان فارسی نثر، مصنف علی بن الشہاب ہمدانی (۷۱۴ھ – ۷۸۶ھ = ۱۳۱۴ء – ۱۳۸۴ء) ناقل و تاریخ کتابت غیر مذکور، خطِ نستعلیق مائل بہ شکستہ، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۳۲، سطور فی صفحہ ۲۰، تقطیع ۱۴ × ۲۲، ۲۳ سنٹی میٹر۔

ذخیرۃ الملوک کے ساتھ حسب ذیل رسایل ملحق ہیں:

۱۔ مکتوباتِ حضرت امیر کبیر سیّد علی بن شہاب ہمدانی (فولیو ۱۳۲ - ۱۵۵)

۲۔ اوراد فتحیہ مصنّف متذکرہ صدر (۱۵۵ - ۱۵۶)

۳۔ مکتوبات (۱۵۶ - ۱۸۰)

۴۔ حُلیۂ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۱۸۰ - ۱۸۱)

۵۔ مکتوبات فارسیہ حضرت امیر (۱۸۲ - ۱۸۵)

۶۔ اخلاقیہ (۱۸۶ - ۱۸۸)

۷۔ کشف الحقایق نور بخشیہ (۱۸۸ - ۱۹۲)

۸۔ اصطلاحات نور الدین جعفر (۱۹۲ - ۱۹۴)

۹۔ رسالہ قدوسیہ (۱۹۴ - ۱۹۷) یہ رسالہ انسان اور اُس کے مرتبہ کی بلندی کے متعلق ہے۔

مجموعہ کی ابتداء : حمد بسیار و ثنائے بے شمار حضرت ملکی را کہ اسباب معاش ..... تمہید قانونِ سیاست حکمی نظام داد۔

اختتام : وقد کتب فی ہذا الاوراق الاسرار مفاتیح الاستغراق الجمعا للہ فی القلب البراق بحق محمد وآلہ ذوی الارزاق الاخلاق۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔ متذکرہ صدر کتب و رسایل ایک ہی قلم کی تحریر ہیں۔ زمانۂ کتابت تقریباً دو سو برس پیشتر کا۔

AEC-433

222- رسالہ نصیحت المسلمین

بدعت و شرک کی برائیوں میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے۔ اس سے تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں مسلمانان ہند کے رسم و رواج اور عادات کا بھی علم ہوتا ہے رسالہ کی ترتیب درج ذیل پانچ فصول پر ہے :

۱۔ فصل پہلی میں اس کا بیان ہے کہ شرک کس کو کہتے ہیں۔

۲۔ فصل دوسری میں شرک کرنے والوں کی حماقت کا بیان ہے۔

۳۔ فصل تیسری میں اُن چیزوں کا بیان ہے کہ جو اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے مخصوص کی ہیں۔

۴۔ فصل چوتھی میں رسومات شرک کا ذکر ہے۔

۵۔ فصل پانچویں میں شرک کی برائی اور شرک کرنے والے کی سزا کا بیان ہے۔

مضمون سماجیات، زبان اردو، نثر (زیر بحث رسالہ تیرھویں صدی ہجری میں مروّج قدیم اردو کا اتنا طویل بہترین نمونہ ہے)، مصنّف خورم علی، سال تصنیف ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۲/۱۸۲۳ء)، ناقل و تاریخ نقل غیر مذکور، تاہم مصنف کے عہد کی، رسالہ کا حصۂ نثر مکمل، مگر نظم کے کچھ اشعار محفوظ، اور اس لحاظ سے ناقص الآخر، خطِ نستعلیق سادہ، کاغذ دیسی (غیر کشمیری)، اوراق ۲۸ (صفحات ۵۶)، سطور فی صفحہ ۱۴، شمار صفحات غیر مذکور، البتہ یہی کام پاورق کی رکاب سے لیا گیا ہے، تقطیع ۱۵،۴ × ۲۴،۶ سنٹی میٹر

آغاز: سبحان اللہ کیا شان ہے تیری کہ بغیر مدد دوسرے کے اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا۔

اختتام: خبر قرآن میں ہے یہ محقق نہ بخشے گا خدا مشرک کو مطلق

آخری صفحہ کے پاورق پر " اگر قرآن" کی رکاب ہے۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

ادب

انشاء و مراسلات

223- انشائے تمیز

فارسی نثر میں رقعات و مکتوب نگاری کا رسالہ ہے۔ اس کے مؤلف منشی کالی رائے تمیز ابن دینی پرشاد المتخلص بہ عزیز کائستھ ہیں۔ منشی کالی رائے تمیز کے اجداد بلدۂ شاہ جہاں آباد (دہلی) کے تھے، مگر ان کی ولادت خطۂ پاک بنیاد فتح گڈھ ضلع فرخ آباد میں ہوئی تھی۔ ——— فرخ آباد آخری دور کے مغل بادشاہ فرخ سیر نے بارہویں صدی ہجری (اٹھارہویں صدی عیسوی) میں آباد کیا تھا۔ یہ شہر مطابق کالی رائے تمیز ایک عشرت انگیز اور صفا آمیز مقام ہے۔ منشی کالی رائے نے مراسلہ نگاری اور انشاء پردازی کا آغاز شباب میں اپنے بھائی منشی بدری پرشاد رئیس بلگرام ملازم سابق سرکار شاہ اودھ سے سیکھی تھی۔ شعر گوئی میں جناب اعتصام الدولہ امیر کلب حسین خان بہادر مبارز فیروز جنگ ڈپٹی کلکٹر المتخلص بہ نادر سے تلمذ تھا۔

انشائے تمیز حسب ذیل دو مقام پر مشتمل ہے:

۱۔ مقام اول مشتمل بر شعبہ ہائے طرب انگیز صنعت تقطیع الحروف۔

۲۔ مقام دوم مُشعر نغمہ ہائے دلاویز باقسام صنائع بدائع

خاتمۂ کتاب۔

کتاب کا تاریخی نام "خورشید فراست موزون" ہے جو عالی مناقب جناب منشی شیو سہائے صاحب کا تجویز کردہ ہے۔ اصل مضمون پر آنے سے قبل منشی کالی رائے تمیز نے غلطی و سہو پر اس مشہور شعر کے ذریعہ معذرت کی ہے۔

بپوش اگر بخطائے رسی و طعنہ مزن   کہ ہیچ نقش بشر خالی از خطا نبود

انشائے تمیز کے اختتام پر شیخ علیم الدین صاحب اور منشی طولارام کی فارسی تقریظیں اور تاریخیں ہیں۔

مضمون انشاء و مراسلہ نگاری
زبان فارسی نثر، جا بجا اصلاح شدہ
مؤلف کالی رائے تمیز، سال تالیف ۱۸۶۱ء، غالباً مؤلف کا خود نگاشتہ اس لئے کہ متعدد مقامات پر قطع و برید کا حامل ہے۔ تاریخ کتابت بوجہ عدم تکمیل اوّل و آخر دستیاب نہیں
کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۸۶، سطور فی صفحہ ۱۱، تقطیع ۱۲ × ۲۲ سنٹی میٹر خطِ نستعلیق معمولی مخطوطہ کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

" بزم رسالست کہ آوازۂ انا افصح العرب و العجم در چار حد کتبی بلند ساختہ "

اور ترقیمہ کے الفاظ یہ ہیں: افزود بہار طبع انشایم را گفتم ز عنایتش بغایت مشکور
تاریخ دعائیہ چنیں گفت سروش جاوید ... مشہور

ACC-105

-224 انشائے طغراء

انشا طغرائے مشہدی کا دوسرا نسخہ ہے۔ طغرا مشہدی شاعر خوش فکر اور معنی یاب

تھا۔ طبعزاد اور خیال بندی کے مضامین لکھا کرتا تھا۔ طغرا کشمیر میں محلۂ نایدیار میں ایک دکان پر دیوانہ وار رہا کرتا تھا۔ یہیں پر وفات پاکر مزار شاعران واقع محلہ درگجن، سرینگر کشمیر میں دفن ہوا۔ انشائے طغرا کے زیر بحث مخطوطہ کی ترتیب ہے :

۱۔ فردوسیۂ طغرا از ورق ایک تا ورق ۲۳۔

۲۔ تاج المدایح از ورق ۲۴ تا ورق ۳۷۔

۳۔ الہامیۂ طغرا از ورق ۳۸ (ب) تا ورق ۵۱ (ب)

۴۔ تجلیات از ورق ۵۲ (ب) تا ورق ۶۲ (ب)

۵۔ جلوسیۂ طغرا از ورق ۶۳ (ب) تا ورق ۸۰ (الف)

۶۔ پری خانۂ طغرا از ورق ۸۰ (ب) تا ورق ۹۲ (ب)

۷۔ ضیافت معنوی طغرا از ورق ۹۲ (ب) تا ورق ۹۹ (ب)

۸۔ نوحۂ شاہ وگدا از ورق ۱۰۰ (الف) تا ورق ۱۰۵ (ب)

۹۔ آشوب نامۂ طغرا از ورق ۱۰۶ (الف) تا ورق ۱۲۲ (الف)

۱۰۔ معراج الفصاحۂ طغرا از ورق ۱۰۶ (الف) تا ورق ۱۲۷ (ب)

۱۱۔ چشمۂ فیض طغرا از ورق ۱۲۸ (الف) تا ورق ۱۷۶ (الف)

۱۲۔ مشابہات طغرا از ورق ۱۷۶ (ب) تا ورق ۱۸۰ (ب)

۱۳۔ مرآۃ الفتوح ۱۸۱ تا ۱۹۳۔

۱۴۔ تحقیقات طغرا ۱۹۳ تا ۱۹۶ (ب)

۱۵۔ مجمع الغرائب ۱۹۷ تا ۲۲۲ (ب)

۱۶۔ مرقعات طغرا ۲۲۲ (ب) تا ۲۲۸۔

۱۷۔ کنز المعانی طغرا از ۲۲۸ تا ۲۴۰۔

۱۸۔ وجدیہ ۲۴۱ - ۲۶۴۔

۱۹۔ انوار المشارق طغرا ۲۶۴ - ۲۸۱۔

۲۰۔ تعداد النوادر طغرا ۲۸۱ - ۲۸۵۔

۲۱۔ رقعات ۲۸۵ - ۳۷۱۔

۲۲۔ تذکرۃ الاخیار ۳۷۱ - ۳۷۵ (ب)

مضمون، ادب (انشاء نظم و نثر) مؤلف طغرائے مشہدی، سال تالیف گیارھویں صدی ہجری، (سترھویں صدی عیسوی)، نام کاتب نامعلوم، تاریخ کتابت ۲۰ شہر ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ ہجری (۲۸ اکتوبر ۱۶۸۵ء)

خط نستعلیق سادہ، عنوانات بالعموم لال روشنائی سے، کاغذ کشمیری عمدہ، حالت مخطوطہ عمدہ تعداد سطور فی صفحہ ۱۲، کاتبانہ جداول کے مابین تحریر۔ تعداد اوراق ۳۷۵، تقطیع ۱۰ × ۱۶½ سنٹی میٹر آغاز: فردوسیۂ طغرا عیار تست از یں بوستان معنی پروری کہ چوں در موسم اردی بہشت۔

مضمون انشاء و مراسلات، زبان فارسی، پیرایۂ بیان نثر، انشاء نگار علامی فہامی ابوالفضل۔ یہ خطوط و مراسلات ابوالفضل کی وفات کے بعد اُس کے بھانجے نے تگ و دو کے بعد منصۂ شہود پر لائے تھے۔ اس امر کا اظہار مُدوّن (جمع کنندہ) نے دفتر اوّل کے دیباچے یوں کر دیا ہے۔ وقت گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی)، ناقل محمد مراد، سال نقل روز دوشنبہ، ۵ ربیع الاول ۴۲ جلوس والا۔ (غالباً شاہ عالم) = ۱۲۱۵ھ = ۲۷ جولائی ۱۸۰۰ء۔ خط نستعلیق خفی اُستادانہ، تعداد صفحات ۳۶۹، سطور فی صفحہ ۱۹، حواشی پر تصحیح شدہ، کاغذ

کشمیری، تقطیع ۱۱ × ۲۰.۱/۲ سنٹی میٹر، دفتر اول کے پہلے صفحہ کے بعد چند اوراق غائب ۸، محرم الحرام سنہ ۱۲۱۰ھ (۲۵ جولائی سنیچر ۱۷۹۵ء) کو مخطوطہ شنکر داس کے ذریعہ مبلغ تیس روپیہ میں خریدا گیا ہے اور اسی روز سے ملکیت میں داخل ہوا ہے۔ ایک اور مالک لچھمن پنڈت ولد ہرہ پنڈت ابن ابیلاش پنڈت (ص ۱۲۴) بھی رہا ہے۔

آغاز : گوناگون نیایش... کہ وجود بشر را از کارخانۂ عنایت کسوت حیات پوشانید۔

اختتام : اللہ تعالیٰ فراخ حوصلگی و برداشت ناملایم و خیر خواہی جمہور الانام کہ شعار بخت در آن است نصیب کناد۔

ناقل کا ترقیمہ : تمام شد دفتر ثانی کہ از انشاے علامی فہامی شیخ ابوالفضل روز دوشنبہ پنجم ربیع الاول سنہ جلوس والا چہل و سہ بحسب فرمایش مودت و موالات مرتبت میاں محمد اسماعیل جیو نشو یدنمودہ شد :

بپوش گر بخطائی رسی و طعنہ مزن   کہ ہیچ وقت بشر خالی از خطا بود

کاتب کا ترقیمہ اخیر پر : الٰہی ہر آنکس کہ ایں خط نوشت   عفو کن گناہش عطا کن بہشت

بتاریخ بیستم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۰۹۷ جلد نسخۂ ملا طغرا اتمام یافت۔

انشائے طغرا اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں کشمیر اور ریاست کے دیگر مقامات مثلاً ٹھٹھہ، پوشانہ، پیر پنچال، نوشہرہ اور بہرام گلہ خصوصیات کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ مخطوطہ غیر مطبوعہ ہے۔

ACC-572

225- انشائے عطائی

چند نامربوط و بے ترتیب خطوط و مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ یہ رقعات مصنّف نے اپنے فرزند عبدالرسول معروف بہ ریشی ڈار کے مطالعہ اور تربیت کے لئے معرضِ تحریر میں لائے ہیں۔ یہ وہ ضروری رقعات ہیں جن کی عملی زندگی میں عام طور پر ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ یہ خطوط مصنف نے پردیس کی حالت میں بطور مشغلہ لکھے تھے تاکہ فرزند کے لئے فنونِ انشا میں مدد مل سکے۔ یہ مکاتیب اگرچہ خیالی اور فرزند کی مشق کی خاطر لکھے گئے ہیں، تاہم ان سے کشمیری ماحول اور ناموں کی عکاسی ہوتی ہے مثلاً شعبان بٹ، آستانِ متبرکہ حضرت شیخ نورالدین ولی اور سالن خشک وغیرہ۔ اس سے قبل، ۷ اوراق (صفحات ۱۴) پر مشتمل مختلف فارسی شعراء کی بیاضِ اشعار ہے جو اول و اخیر سے ناقص ہے۔

مضمون انشاء زبان فارسی نثر۔ مصنّف مُلّا عطاء اللہ عطائی دربہ گامی علاقۂ شوپیان کشمیر۔ مصنّف کا نام اور سببِ تالیف ورق ۲۲ (صفحہ ۴۳ و ۴۴) پر مندرج ہے۔ تاریخ تصنیف و تاریخ کتابت نامعلوم، ناقل بھی نامعلوم۔ مخطوط انتہائی بے ترتیبی سے جوڑا ہے، شروع کے اوراق بعد میں اور بعد کے شروع میں کر دئے گئے ہیں۔ نستعلیق زشت خط، کاغذ کشمیری تعداد کُل اوراق ۳۴ (صفحات ۶۸)، سطور فی صفحہ ۱۰، تقطیع : ۹،۲ × ۱۸،۳ سنٹی میٹر۔

(نوٹ) انشائے عطائیہ میں ورق ۲۷ (الف) پر چائے سبز کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالۂ مذکور تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) کی تصنیف ہے۔

ابتدا : ہر بلائے کز و رسد بہ پذیر   ہر جفا کہ او کند بہ پسند

اختتام : بشرطِ حیات فقیر ہم با نورِ چشمان بروز دہم ماہ شعبان المعظم خود را بانسمت ...... بوجہ ناقصِ آخر کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

226 - انشائے علّامی ابوالفضل

جلال الدین محمد اکبر شہنشاہِ ہند کے وزیراعظم اور میر منشی کے اُن مجموعۂ خطوط کا نام ہے جو ابوالفضل نے اکبر کے حکم سے ہند اور بیرون ہند کی شخصیتوں کو فارسی میں لکھے تھے یہ خطوط تاریخی ہیں اور اُس عہد کی معروف شخصیتوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ابوالفضل ابوالفیض ابن شیخ مبارک فیضی ناگوری کا چھوٹا بھائی تھا۔ ابوالفضل علّامی اور مؤرخ کے نام سے مشہور ہے۔ ۹۵۷ھ یا ۹۵۸ھ (۱۵۵۰/۱۵۵۱ء) میں پیدا ہوا، اور ۱۰۱۱ھ (۱۶۰۱ء) میں فوت ہوگیا۔ یہ وفات امراء اور شاہزادوں کے حسد کے باعث رونما ہوئی۔ اکبر کو اس کی وفات سے صدمۂ عظیم پیش آیا تھا۔

انشائے علّامی ابوالفضل کا موجودہ مخطوطہ دو دفتروں میں منقسم ہے۔ دفتر اول صفحہ ۱ سے صفحہ ۱۲۰ تک اور دفتر دوم صفحہ ۱۲۱ سے صفحہ ۳۶۹ تک ہے۔ مراسلات کے عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔

227- انشائے علّامی ابوالفضل

شیخ ابوالفضل بن شیخ مبارک ناگوری کے مجموعۂ خطوط کا دوسرا نسخہ ہے (پہلے نسخہ کے لئے ملاحظہ ہو شمارہ ۱۲۱)۔ یہ خطوط جلال الدین محمد اکبر کے وزیر اعظم شیخ ابوالفضل نے متعدد اوقات پر شہنشاہ کے حکم سے والیان ممالک کو لکھے تھے۔ ابوالفضل کی زندگی میں یہ خطوط بحالت انتشار بکھرے پڑے تھے کہ اُس کی وفات (۱۰۱۱ھ = ۱۶۰۱ء) کے تھوڑے عرصہ بعد اُس کے بھانجے عبدالصمد بن افضل محمد نے بڑی کدو کاوش کے بعد جمع کر کے شایع کئے۔ اس امر کا اظہار مؤلف نے اس مجموعۂ خطوط میں پوری تفصیل سے بیان کردیا ہے۔ مؤلف کا پیش لفظ بھی عبارت آرائی اور لفاظی میں ابوالفضل سے کم نہیں ہے۔ مولف کے نزدیک انشائے علّامی ابوالفضل تین قسموں پر مشتمل ہے۔ قسم اوّل مکاتبات و فرامین از زبان حضرت شاہنشاہی بملوکِ ایران و توران و امرائے عالیشان، قسم دوم عرائض و خطوط کہ خود بحضرت خاقان و خوانین بلند مکان نگارش فرمودہ، قسم سوم خطب و اختتام انتخاب کتب و بیاضہا۔

انشائے علّامی ابوالفضل کے پیشِ نظر مخطوطہ کی فہرست مضامین یوں ہے:

۱۔ مقدمہ از عبدالصمد بن افضل (فولیو ۱-۴)

۲۔ مکاتبات و فرامین (فولیو ۴ - ۱۳۷)۔ یہاں دفتر اوّل کا اختتام ہوتا ہے۔

۳۔ عرائض و خطوطِ ابوالفضل یعنی اس مجموعہ کا دفتر دوم از فولیو ۱۳۸ تا فولیو ۱۷۶۔

یہاں مخطوطہ اچانک طور پر ختم ہو گیا ہے۔ "پناہی" کی رکاب سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ صفحہ کی عبارت اس صفحہ سے شروع ہونے والی تھی۔

مضمون انشاء و مراسلات، فارسی نثر، اصل مصنّف علّامی فہّامی ابوالفضل

مدوّن عبد الصمد بن افضل محمد ہمشیرہ زادہ علامی، زمانہ تدوین سترھویں صدی عیسوی کا آغاز
ناقل نامعلوم، زمانۂ نقل مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانی کا زمانہ (۱۸۵۶ء - ۱۸۸۵ء) خط شکستہ نستعلیق
کاغذ کشمیری، تعداد فولیو ۱۲۶، سطور فی صفحہ ۸، تقطیع : ۲۱٫۵ × ۱۲ سنٹی میٹر۔ مخطوطہ صرف
دفتر دوم تک ہے اور وہ بھی اخیر سے نامکمل۔

دفتر اوّل کی ابتداء : گوناگوں نیایش مرداوری را کہ وجود بشر از کارخانۂ عنایت
کسوت حیات پوشانیدہ۔

انتہا : بجلوۂ ظہور خود پرسید۔

ناقل کا ترقیمہ : تمام شدہ و انتظام و انتساق یافت یک قسم از سہ قسم شیخ ابوالفضل من
تصنیفات شیخ ابوالفضل در عمل راجہ رنبیر سنگ۔

دفتر دوم کی ابتداء : عرضداشت کمترین بندہ ہا ابوالفضل متوجہ ایزدی عنایت پادشاہی
آخری صفحہ کے آخری سطر کی عبارت : از فرط توجہ کثرت التفات خاطر دریا مقاطر حضرت خلافت

ACC -22

انشائے فارسی - 228

فارسی رقعات و خطوط کا مجموعہ ہے جسے فارسی زبان کے طلبا کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔
اگرچہ مؤلف نے اپنا نام اور نام کتاب کہیں نہیں دیا ہے، تاہم کتاب کے آغاز میں تمہید سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ کارنامہ اُس نے برادر عالی مقدار، خجستہ اطوار کی محبت اور خواہش سے انجام دیا ہے۔ رقعات
وخطوط کا یہ مجموعہ زیادہ تر عزیز و اقارب اور امراء اور بڑے لوگوں کے لئے نمونے کے خطوط پر مشتمل
ہے۔ اخیر میں ایک دو نمونے پیغ وشعراء کے بھی ہیں۔ مجموعہ کی اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا
مولف کوئی ایسا مسلمان ہے جس کا تعلق مذہب اثنا عشریہ سے ہے، کیونکہ مجموعے کے اخیر پر (فولیو ۱۲)

پر ایک شرعی استفسار علمائے امامیہ اور فقہاء اثنا عشریہ سے طفولیت میں ایک عورت کے دودھ پینے سے متعلق ہے۔ نسخہ اگرچہ بلا تاریخ ہے، لیکن اندازہ ہے کہ ۱۲۰۶ھ (۱۷۹۱ء) یا اس کے قرب و جوار کے سالوں میں لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ کا آخری فولیو فارسی رقوم اور حساب پر مشتمل ہے۔ اخیر پر اختیارات کے عنوان سے امام جعفرؓ کے حوالے سے کپڑوں کی کتر بیونت اور اُن کے پہننے کا مسئلہ مطابق مذہب اثنا عشریہ ہے۔ مخطوطے کا آغاز ان الفاظ سے:

لآلیٔ شکریزۂ واریتاب و جواہر ثنا ہاے اولوا الالباب نثار پیش گاہ کریاس دوراز ہر ہراس حکیمی است کہ ہر شب حکمت بے اشتباہ۔

اور اختتام ان الفاظ پر ہے: "تمت الکتاب بعون الملک الوہاب"۔

فولیو ۱۹، خط شکستہ ایرانی۔ تقطیع ۱۶ × ۲۳ سنٹی میٹر، مجلد۔ کہیں کہیں کیڑوں کے سوراخ، کاغذ کشمیری، کاتب و تاریخ کتابت نامعلوم۔ تعداد سطور فی صفحہ ۹۔ کسی وقت میں مخطوطہ (فولیو ۱) اصغر علی الشہیر محلاتی کی ملکیت رہ چکا ہے۔ حالت درست مکمل۔

 -229

انشائے فارسی

فارسی زبان کے شایقین اور طالب علموں کے لئے خطوط نگاری سکھانے والا مجموعہ ہے۔ اس میں معاصر زمانے میں مروج ہر قسم کے خطوط کی عملی مثال پیش کر دی گئی ہے۔ انشا کے خطوط اگرچہ فرضی اور خیالی ہیں، تاہم ان سے ہندوستان میں آخری مغل دور کے سماج اور سرکاری عہدوں کی عکاسی ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا نظم و نسق چلانے کے لئے واقعہ نگار اور خفیہ پولیس ضرور ہوا کرتے تھے جو پرگنوں اور چکلوں کی ڈائری باقاعدہ اپنے کارندوں اور گماشتوں کے ذریعہ اعلیٰ حکام کو بھیجا کرتے تھے۔

مضمون انشا، زبان فارسی نثر، ابتداء سے ناقص اور اخیر سے عبارت محو ہو جانے کے باعث مصنف نامعلوم، زمانۂ تصنیف نامعلوم، لیکن اغلباً ہندوستان میں آخری مغل دور کی تصنیف، کاتب و ناقل شاہ مقبول کرالہ واری، سال کتابت ۱۲۲۵ھ ہجری (۱۸۱۰ء) مکتوبات کے عنوانات لال روشنائی سے، خط نستعلیق باریک معمولی، کاغذ کشمیری، مخطوطہ کے ابتدائی پانچ صفحات ندارد، فولیو ۶۵ (صفحات ۱۳۰) سطور فی صفحہ ۱۱۔ تقطیع ۹½ × ۱۸ سنٹی میٹر۔

شروع کے الفاظ : دائرۂ شہریاری و نقطۂ وحیفۂ کامگاری۔

اخیر کے الفاظ : آرام و آرامش انشا باد

کاتب کا اختتامیہ : تمام شد انشائے...... از دست فقیر الحقیر ظلوم وجہول شاہ مقبول کرالہ واری۔ اس طرح سے یہ کل پیپر کے مصنف کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خود نوشت نسخہ ہے۔

ACC-238

230- انشائے وحید

اُن تاریخی خطوط و مراسلات کا مجموعہ ہے جو مرزا محمد طاہر قزوینی نے شاہ عباس صفوی ثانی (۱۰۵۲ - ۱۰۷۸ ھ = ۱۶۴۲ - ۱۶۶۷ء) کے عہد میں والیانِ ہند، ترکستان، اور گنج اور خوندکار (بزبان ترکی بادشاہ) روم کو شاہ کے ایماء سے لکھے تھے۔ ان میں متعدد کا تعلق فتح قندھار سے ہے جسے شاہ عباس صفوی ثانی کی افواج نے شہنشاہ ہند شاہ جہاں کے قبضہ سے نکال کر اپنے تصرف میں کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ کچھ نشانات (احکامات و پروانہ جات) ہیں جو شاہ مذکور کی جانب سے اُس دور کی مختلف شخصیتوں کے نام جاری کئے گئے تھے۔ یہ خطوط انتہائی مصنوعی اور عبارت آرائی کے باعث بجائے تاریخی مکاتیب کے انشاء کے دائرہ میں آچکے ہیں۔ میرزا محمد طاہر قزوینی شاہ

عباس صفوی ثانی کا منشی اور تاریخ نگار تھا۔ شاہ کی وفات پر ۱۱۰۱ ہجری (۱۶۹۰ء) میں شاہ سلیمان بن شاہ عباس کی وزارت سنبھال لی تھی اور مرجع امراء و سفراء ہو گیا تھا۔ ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) میں ایک سو برس کی عمر پا کر فوت ہو گیا۔

مضمون انشاء و مراسلات (تاریخی خطوط)، زبان فارسی نثر، انشاء نگار میرزا محمد طاہر قزوینی متوفی ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء)، زمانۂ تحریر سترھویں صدی عیسوی کا وسط، کاتب و ناقل نامعلوم، تاریخ کتابت جمعرات ۲۵ شعبان المعظم ۱۲۸۰ھ (۴ فروری ۱۸۶۴ء)، خط نستعلیق سادہ، کاغذ کشمیری، فولیوز ۱۵۸، تعداد سطور فی صفحہ ۱۹، تقطیع ۱۲ × ۲۰½ سنٹی میٹر۔

ابتداء : مکتوب بمصحوب کلب علی سلطان نخوند کار روم در تہنیت و تعزیت نوشتہ شدہ۔

اختتام : عزل و نصب محتسبان را مخصوص برای و روّیت او شناسند الی آخرہ۔

کاتب کا ترقیمہ : بتاریخ بیست و پنجم شعبان المعظم یوم الخمیس ۱۲۸۰ھ۔

(نوٹ) ان خطوط سے سترھویں صدی عیسوی کے ایران و ہند کے تواریخی حالات و تعلقات پر اچھی خاصی روشنی پڑتی ہے۔

ACC-250

231- انشاے وحید

مرزا محمد طاہر قزوینی متوفی ۱۱۲۰ھ (۱۷۰۸ء) کے مکاتیب و خطوط کی دوسری نقل ہے۔ پہلی نقل کا بیان شمارہ ۲۳۰ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ انشائے وحید اُن تاریخی خطوط کا مجموعہ ہے جو مرزا محمد طاہر قزوینی نے شاہ عباس صفوی ثانی (۱۶۴۲ - ۱۶۶۷ء) کے حکم سے اپنے عہد کے معاصر حکمرانوں اور اہم شخصیتوں کے نام لکھے تھے۔ یہ خطوط علاوہ مصنوعی اور لفاظی کی انشا پردازی کے تاریخی خطوط کے دائرے میں بھی آتے ہیں، اور ان سے اُس عہد کی معاصر تاریخ پر اچھی خاصی

روشنی پڑتی ہے۔ تفصیل خطوط یہ ہے:

۱- پہلا مکتوب بلا عنوان، مگر قضیہ جانگزای (وفات) سلطان خلد آشیان اور والیٔ ہندوستان پر فتح کے سلسلے میں۔

۲- رسالہ در تعلیم جوارح (پرندگان شکاری) ۳- دیباچہ بر بیاض میرزا حسین طبیب۔ ۴- جواب کتابت حاکم ملتان کہ از زبان ذوالفقار نوشتہ۔ ۵- سواد مکتوبی کہ در جواب نامۂ سلطان داراشکوہ در شیمنی کہ ارادہ آمدن داشتہ نوشتہ شد۔ ۶- بیکی از دوستان نوشتہ شد۔ ۷- مسودہ کہ مقرر شدہ بود کہ قورچی باشی و بیگلربیگیٔ آذربائیجان بوزیر اعظم خونکار قلمی نمایند۔ ۸- بپادشاہ اقلیم ہند در طلب صوبۂ قندھار نوشتہ۔ ۹- نامہ کہ در باب فتح قندھار بپادشاہ والاتبار نوشتہ۔ ۱۰- در جواب نامۂ داراشکوہ در شیمنی کہ ارادۂ ایران داشتہ بود۔ ۱۱- برائے شاہزادہ مرادبخش نوشتہ شد۔ ۱۲- مسوّدۂ مکتوبی کہ بوالیٔ بیجاپور فرستادہ شد۔ ۱۳- مکتوب بوالیٔ دکھن نوشتہ شد۔ ۱۴- در جواب مرادبخش نوشتہ۔ ۱۵- تودّد نامہ بجہت پادشاہ والاجاہ اورنگ زیب نوشتہ شد۔ ۱۶- تودّد نامہ کہ بجانب عبدالعزیز خان والیٔ شہر بلخ نوشتہ شد۔ ۱۷- ایضاً در جواب نامۂ عبدالعزیز خان۔ ۱۸- صلح نامہ کہ نزد عبدالعزیز خان نوشتہ شد۔ ۱۹- نیز تودّد نامہ بعہد عبدالعزیز خان۔ ۲۰- نامۂ بوالیٔ ملک روس نوشتہ شد۔ ۲۱- بہ عبدالعزیز خان والیٔ بلخ۔ ۲۲- ایضاً بوالیٔ بلخ۔ ۲۳- بہ ابوالغازی خان والیٔ اورگنج۔ ۲۴- در جواب نامۂ عبدالعزیز خان۔ ۲۵- بوالیٔ اورگنج۔ ۲۶- نامہ بقطب شاہ والیٔ دارالملک دکھن۔ ۲۷- نامہ بہ عبدالعزیز خان والیٔ شہر بلخ، ایضاً بہ عبدالعزیز خان ایضاً، ۲۸- نامہ کہ بمرادبخش نوشتہ شد۔ ۲۹- بجانب الغازی خان۔ ۳۰- سواد فتح نامۂ دارالقرار صوبۂ قندھار نوشتہ شد۔ ۳۱- فتح نامۂ قندھار بعد از استحصال داراشکوہ نوشتہ، ایضاً فتح نامۂ دارالقرار قندھار۔

۳۳۔ رقمی کہ بتقی سلطان کہ از حکام روم بود نوشتہ شد۔ ۳۴۔ رقمی کہ بجہت امتیاز الویۂ نوشتہ شد۔ ۳۵۔ رقمی کہ میرزا مقیم کتاب دار ایلچی گری ہند نوشتہ شد۔ ۳۶۔ بہ محمد بیگ اعتماد الدولہ نوشتہ شد۔

ان کے علاوہ دیگر مکاتیب مُلّا محسن کاشی، محمد بیگ، خلعت میرزا محمد شفیع اور ایک طبیب کی سیورغال (مدد معاش) کے سلسلے میں ہیں۔

مضمون انشاء و مراسلات (تاریخی خطوط)، زبان فارسی نثر، مصنّف و انشاء نگار میرزا محمد طاہر وحید قزوینی، زمانۂ تحریر سترھویں صدی کا وسط، ناقل غیر مذکور، تاریخ کتابت غیر مذکور، خط نستعلیق معمولی، کاغذ کشمیری، فولیو ۱۲۲، سطور فی صفحہ ۱۶، تقطیع ۱۰×۲۱ سنٹی میٹر۔

آغاز : زبان بتقدیم محمدت قدیمی مفتاح گنجینۂ مقال تواند بود۔

اختتام : بدعائے ذات مرضیۃ السجّیات اکتفامی نماید۔

ACC-287

۔232 بیاض فارسی

اُن مکاتیب و خطوط کی بیاض ہے جو منشی چیت مل نے فاخر خان نامی ایک شخص کو وقتاً فوقتاً تحریر کئے تھے (ورق ۷۹)۔ اس کے علاوہ اس میں اُن خطوط کے مُسوّدات بھی شامل ہیں، جو دلباغ رائے پسر آتمارام نے منشی چیت مل کی اصلاح کے بعد وصول کئے تھے۔ بیاض میں اصلاح شدہ خطوط منشی چیت مل کی اجازت سے شامل کئے گئے ہیں۔ بیاض فارسی درحقیقت قدیم زمانہ کی مروّجہ فارسی انشا پردازی کی تعلیم کی غرض سے تدوین کی گئی ہے اور خطوط و مکاتیب اُس کا نمونہ ہیں۔ یہ خطوط اصل مطالب سے زیادہ لفّاظی اور عبارت آرائی پر مشتمل ہیں جو قدیم فارسی ادب کا طرّۂ اُمتیاز تھا۔ علاوہ انشاء پردازی کے نمونوں کے یہ بیاض قلم و کاغذ اور خطوط کی تاریخ پر

بھی مشتمل ہے۔ اس سے قبل علم کی تعریف ہے اور اُسے تمام ہنروں کا تاجِ سر قرار دیا گیا ہے (ورق ۱۰۴-۱۱۲) کاغذ کی تاریخ میں ورق ۱۰۸ پر کشمیر کا ذکر ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ زمانے میں نوشت وخواند اکثر ولایات میں ہرن کی کھال پر ہوتی تھی اور کشمیر میں درخت کی چھال پر جو اس وقت بھی مروّج ہے۔ بیاض مذکور خلاصۂ مکاتیب (ورق ۹۶) کے ایک اقتباس پر بھی مشتمل ہے۔ خلاصۂ مکاتیب ۴۲ سنہ جلوس عالمگیری مطابق ۱۱۰۹ھ (۱۶۹۸/۱۶۹۷ء) مرتب کی گئی تھی

بحیثیت مجموعی بیاض فارسی کے مضامین حسبِ ذیل دو حصوں پر مشتمل ہیں:

۱۔ مضامین متفرقہ ورق ایک سے ورق ۱۱۳ تک۔

۲۔ مسوّدات دلباغ رائے جو نمونہ ہائے خطوط کی شکل میں ہیں (ورق ۱۱۴ سے ورق ۱۷۷ تک)

مضمون: خطوط نگاری و انشاء پردازی، زبان فارسی نثر، مؤلف بیاض نامعلوم، لیکن منشی چیت مل اور منشی دلباغ رائے کی نگارشات پر مشتمل۔ زمانہ تالیف بیاض غالباً گیارھویں صدی ہجری کا آغاز (اٹھارویں صدی عیسوی کی ابتداء)، کاغذ کشمیری، خطِ شکستہ اُستادانہ، اوراق ۱۷۷، تحریر ترچھی، اوسط سطور فی صفحہ ۱۴، تقطیع ۸ × ۱۲ سنٹی میٹر۔ اوّل و آخر سے نامکمل؛

ابتداء کے الفاظ: مع ہذا گوہرِ حُسنِ استعداد در بازار بضاعتِ طبع من کجا بہم میرسد که لایق بناگوش شاہد ارشاد گردد۔

اختتام: ورجا کہ احدی دلخواہ شدہ تشنہ حجل محصول چہار شانہ مصرف شیراز۔

کاتب کا اختتامیہ بوجہ ناقص اوّل و آخر ہونے کے ندارد۔

233- جامع القوانین المعروف بہ رقعات جامی

اُن رقعات و خطوط کا مجموعہ ہے جو فارسی میں خطوط نگاری اور انشاء پردازی کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نوعیت مشقیہ یا تعلیمی خطوط کی ہے۔ مؤلف کے مروجہ زمانے کیمطابق اصل مطلب کے بیان سے زیادہ لفّاظی، لغت تراشی اور اظہار علمیت پر زور ہے۔ مضمون کو جابجا فارسی و عربی اشعار سے مزّین کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس مجموعۂ خطوط میں جا بجا انسانوں کے نام مندرج ہیں، تاہم ان سب کی نوعیت فرضی اور غیر حقیقی ناموں کی ہے۔ مخطوطے کے آخر پر منسوب اور جامی کی ایک ایک فارسی غزل درج ہے۔

مضمون خطوط و انشاء نگاری، زبان فارسی، نثر، مصنّف مولانا نورالدین عبدالرحمان جامی متوفی ۱۷ محرم الحرام ۸۹۸ھ (۸ نومبر ۱۴۹۲ء)، زمانۂ تالیف پندرھویں صدی عیسوی ناقل امیرالدین، تاریخ نقل شوال ۱۲۷۷ہجری (اپریل ۱۸۶۱ء) خطِ نستعلیق جلی، کاغذ کشمیری مخطوط کی لوح پیپر ماشی کی منقّش، فولیو ۹۹، اخیر پر کاتب امیرالدین کی بخط فارسی مُہر، کل فولیو ۱۲۷۔ باقی ۲۸ فولیو کا تعلق غیر معروف انشاء پردازی کی کتاب سے، تاہم قرائن سے اس کا مصنّف کشمیری، سطور فی صفحہ ۱۳، خوشنویسی کی جداول کے مابین تحریر، تقطیع: ۷ء۱۴ × ۵ء۲۳ سنٹی میٹر

شروع: بعد از انشاء صحائیف ثنا و محمدت للّٰہ الذی علیٰ عبادہ الکتاب۔

اختتام: والسلام، تمت الکلام والاکرام

کاتب کا اختتامیہ: تمام شد کتاب مستطاب رقعات مولوی جامی بتاریخ یکہزار و دو صد و هفتاد و هفت در ماه شوال ۱۲۷۷ہجری۔

نامۂ رقعات مولوی جامی فقیر احقر و مضطر غلام نام امیر

بحکم عالیٔ والی شهر علم و ادب برائے کامل انصاف زائی صاف ضمیر

بجسم الطف و اشرف باسم عبداللہ — زواردات سعادات یافتہ تخمیر

قبول ساز خدائے ئے ایمانش — بحق تربت یا کانِ خطۂ کشمیر

بنائے دار حیاتش نگاہدار ز فضل — ز رخنہا و خللہا و آفت و تدمیر

جامع القوانین کا ایک اور مخطوط زیر نمبر

ACC-4

234 - رقعاتِ خاتم الکمال

فارسی انشاء پردازی اور تاریخی خطوط کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔ اس کے مصنّف مولانا میر کمال الدین کشمیری ہیں۔ آپ گیارھویں و بارھویں صدی ہجری (سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی) کے ایک مشہور اور فارسی کے انشاء پرداز تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کی اتالیقی میں بسر کیا۔ ۶ ربیع الاوّل ۱۱۳۲ھ مطابق جمعرات ۶ جنوری ۱۷۲۰ء کو جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے۔ مولانا کمال الدین کشمیری کے رقعات و خطوط پراگندہ حالت میں تھے۔ مولانا کی وفات کے پچاس سال بعد اُن کے ایک وفادار شاگرد کچھی رام ولد ہرداس نے بڑی محنت اور
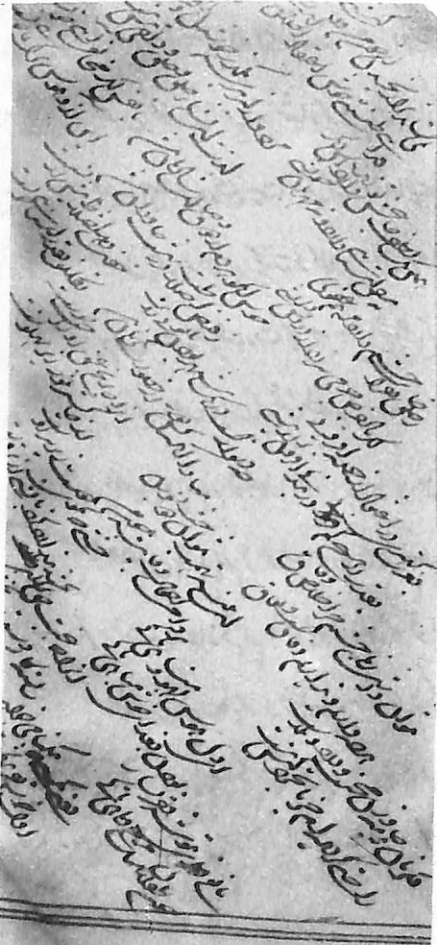
عرق ریزی کے بعد جمع کر کے شایع کئے اور اس طرح حق شاگردی جیسا کہ چاہیئے ادا کر دیا۔

مخطوطہ رقعاتِ خاتم الکمال کے آغاز میں مؤلف کا سات صفحاتی مقدمہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اسے مندرجہ ذیل نو فصلوں پر منقسم کیا ہے۔

فصل اوّل در تہنیت نامہ جات (فولیو ۴ سے فولیو ۵۷ تک)

فصل دوم در طلب اشیاء (فولیو ۵۹ سے فولیو ۱۰۲ تک)

فصل سوم در رسید اشیاء (فولیو ۱۰۷ سے فولیو ۱۲۹ تک)

فصل چہارم در سفارش نامہ جات۔ (اوراق غائب)

فصل پنجم در جواب رقعات۔ (اوراق غائب)

فصل ششم در دعوت کہ جمعی دوستاں را بعنوانِ مہمانی وضیافت بخانہ طلبیدہ (غائب)

فصل ہفتم در مصحوب اشیاء کہ بجہت یاران و اصدقا و احبای تمام وفا فرستادہ (غائب)

فصل ہشتم در حکایت متنوّعہ و رقعاتِ متفرقہ (کچھ مکاتیب غائب ہیں)

فصل نہم در کلام ریختہ و کلام منظوم و اشعار و غیرآں (فولیو ۱۶۱ سے فولیو ۱۶۵ تک)

یہاں سے پھر عبارت کا تسلسل ٹوٹ گیا ہے۔

مقدمے میں بیان کی گئی فصول کے برعکس مذکورہ فصول بھی مخطوطہ میں موجود ہیں۔

فصل دہم از فولیو ۱۹۱ تا فولیو ۲۰۶۔

فصل یازدہم (فولیو ۲۰۸ تا فولیو ۲۱۵)

فصل دوازدہم (فولیو ۲۱۷ تا فولیو ۲۳۰)

فصل سیزدہم (فولیو ۲۳۰ تا فولیو ۲۴۳)

فصل چہاردہم (فولیو ۲۴۶ تا فولیو ۲۸۲)

مخطوطہ اخیر میں چھ اور فولیوز یعنی فولیو ۲۸۲ تا فولیو ۲۸۷ پر مشتمل ہے۔ ان اوراق کے مضامین ہیں:

۱۔ من کلام حضرت شاہ صادق۔ (فولیو ۲۸۲)

۲۔ قصۂ شیخ صنعان منظوم بزبان کشمیری (فولیو ۲۸۳ و ۲۸۴)

۳۔ اشعار فارسی حضرت عالمگیر و محمد شاہ (فولیو ۲۸۴ب)

۴۔ کلام منظوم فارسی از ندیم، رباعی حضرت غلام شاہ صاحب، از حضرت شاہ نقشبند، خواجہ امان اللہ، محمد توفیق اور صائب (فولیو ۲۸۵ سے ۲۸۷ تک)۔

کاغذ کشمیری، تقطیع خورد، خط شکستہ (ماسوائے پہلے آٹھ فولیو کے)، نمبر اندراج ۴۔

نام مصنف فولیو (۱) پر۔ تاریخ وفات فولیو (۲) پر، مؤلف کا نام فولیو (۲) پر اور مجموعۂ رقعات کا نام رقعاتِ خاتم الکمال فولیو پر درج ہے۔ بحیثیت مجموعی مخطوط درست حالت میں ہے۔ مخطوط ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

بعد حمد ثنائے نامحصور حضرتِ آفرینندۂ بے چون کہ بیک کاف و نون سپنج سرائے مشحون بآلائے گوناں گوں و دنیائے مملو بنعمائے بوقلمون از حیطۂ وہم و قیاس افزون از عالم عدم بجہانِ وجود ظاہر نمود۔

اور ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے:

بساغر لعل سرخ از خم شراب آہستہ آہستہ

برآمد از پس کوہ آفتاب آہستہ آہستہ

تاریخ کتابت ۱۶ ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۸۲۴ء ہے جو ان الفاظ میں ہے:

"از غرۂ شہر صفر المظفر ہمراہ اخون صاحب ہر ماہ تا شانزدہم ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ" مخطوط کے اخیر پر دی ہوئی (الگ ورق پر) عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رقعات خاتم الکمال کا نسخہ کسی شخص محمد صدر الدین کی ملکیت میں رہ چکا ہے۔ اس ملکیت کی تاریخ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۰۱ء ہے۔

ACC - 53   235 - رقعات میرزا طاہر وحید

میرزا طاہر وحید قزوینی کے تاریخی خطوط کا مجموعہ ہے۔ یہ خطوط ایران و توران، ہندستان و روس کے سربراہوں، وزراء اور سلاطین و بادشاہوں کے نام ہیں۔ مصنف نے واقعات سے زیادہ لفاظی اور انشاء پردازی پر زور دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ میرزا طاہر فارسی انشاء پردازی میں مؤرخ سے زیادہ خطوط و مراسلات میں ایک خاص اسلوب کے بانی کی حیثیت سے مشہور ہے۔ خطوط کے عنوانات سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔ علاوہ امراء و سلاطین کے خطوط کے کچھ تقریظات بھی ہیں جو معاصر شعراء کی بیاض و تصانیف پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن سب میں وہی لفاظی و مبالغہ آرائی کا عنصر کارفرما ہے، مطلب اصلی جو خطوط کی اصل ہے، پردۂ خفا میں ہے۔

رقعات میرزا طاہر وحید کا زیر بحث نسخہ ۲ رجب المرجب ۱۲۵۸ھ (۹ اگست، منگل ۱۸۴۲ء) کو بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ اسد اللہ کشمیری متخلص بہ نخوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ کتاب اور ناقل کا نام مخطوطے کے اخیر پر درج ہے۔

آغاز: مکتوبی کہ مصحوب کلب علی سلطان بخوندکار روم نوشتہ شد۔ انامل تقدیم محمدت قدیمی مفتاح گنجینۂ مقال تواند بود ...... اس کے چند سطور بعد متن کرم خوردگی کے باعث غائب ہے۔

اختتام: امید کہ کامروائے نشأتین و فایز بقدح معلی امتیاز دارین باشند۔

ناقل کا اختتامیہ :

تم تم تمام شد رقعات میرزا طاہر وحید بتاریخ دوم شہر رجب المرجب ۱۲۵۸ھ ایک ہزار و دو صد و پنجاہ ہشت ہجری از دست بندۂ کوچہ گرد شہرستان بے عقلی و تدبیری اسد اللہ کشمیری متخلص بہ نحوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمن استغفر۔

فولیو ۱۲۴، تقطیع ۱۱ x ۲۱ سنٹی میٹر، کاغذ کشمیری، خط نستعلیق، باریک سادہ، فی صفحہ ۱۰ اسطور، سفید کاغذ سے مرمت شدہ، صفحۂ اول کی صرف تین سطور صحیح حالت میں ہیں، باقی کرم خوردگی کے باعث جاتی رہی ہیں۔ مجلد، باقی کی حالت درست۔

ACC -67

236- شبستان خیال

فتاحی نیشاپوری کی خیالی و ادبی نگارشات کا مجموعہ ہے۔ یہ خیال آرائی زیادہ تر الفاظ کی معمہ بازی اور صنعت ذومعنیین پر مبنی ہے۔ یہ وصف اول سے لے کر اخیر تک نمایاں ہے، حتیٰ کہ حمد و نعت بھی ضلع جگت اور الفاظ کے کھیل سے نہ بچ سکے۔ مضامین کے اعتبار سے "شبستان خیال" حمد و نعت اور مناجات پر مشتمل ہونے کے علاوہ حریم بہشت کی طرح آٹھ ابواب کی حامل ہے، اور ہر باب کے ضمن میں چند فصول ہیں۔ شبستان خیال کا موجودہ نسخہ صرف باب اوّل کی چند فصول پر مشتمل ہے، اور اس لحاظ سے نامکمل ہے۔

آغاز : حمد خدا را کہ چشمۂ نعیم حمدش دریائے است در حد کمال کرم و دارۂ میم نعمتش گنسفرۂ ایست در نعت نوال قدم۔

اختتام : دال درس است آبکش از چار فیض

یافتہ طلّاب ازوی طل و آب

فولیو ۵۴، تقطیع ۱۲ × ۲۰ سنٹی میٹر، مل کاغذ، نہایت خوش خط خطِ نستعلیق، تاریخ کتابت ۲۴ محرم الحرام مگر سنہ ندارد۔ غالباً وسط بیسویں صدی کی تحریر۔ فولیو ۱ ب پر دو مہریں جنکی بطرز مصرع یہ عبارت ہے: "فخرم ہمیں بس است غلام محمدم" اور اس لئے کاتب غالباً غلام محمد نام کا کوئی شخص ہے۔ کناروں پر جا بجا تشریحی حاشیے۔ حالت اچھی لیکن نامکمل، مجلّد۔ مل کاغذ۔

ACC-252

237- صحیفۂ شاہی

بادشاہ خراسان سلطان حسین کے فرزند ابوالحسن کے نام معنون رسالہ ہے۔ اس سے قبل مؤلف مخزن الانشاء نام کی ایک کتاب تصنیف کر چکا تھا جو ملازمانِ درگاہِ عالم پناہ کو پسند آئی تھی اسی کی نہج اور طریقہ پر یہ دوسری تالیف ہے۔ صحیفۂ شاہی ابیات عربی و فارسی اور فقرات جوالئے وخطالی پر مشتمل ہے۔ بلحاظ ترتیب و مطالب صحیفۂ شاہی ایک عنوان، تین صحیفوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ خاتمہ بادشاہِ وقت کی دُعا کا حامل ہے۔

مضمون انشاء و خطوط نگاری، زبان فارسی و عربی، مؤلف حسین بن علی الواعظ الکاشفی متوفی ۹۱۰ھ ہجری (۱۵۰۵/۱۵۰۴ء) لفظ "شیخ" تاریخ وفات ہے۔ زمانۂ تالیف پندرھویں صدی عیسوی کا نصف آخر، کاتب و تاریخ کتابت غیر مذکور، خطِ نستعلیق عمدہ و صاف اور خط شکستہ، کاغذ دیسی (کشمیری)، فولیو ۱۰۶، تقطیع ۱۹،۵ × ۳۱،۱ سنٹی میٹر۔

ابتداء: اے بنامت صحیفۂ شاہی شدہ مشہور ماہ تا ماہی
نقش نام تو زیب خامۂ من نامور از تو گشتہ نامۂ من

اختتام: تصرف در الفاظ و کلمات و تقدیم و تاخیرِ آنہا تعلق بذہن کاتب دارد۔ واللہ الموفق والمعین۔ کاتب کا اختتامیہ غیر مذکور۔

ACC-88

238- گلشن خیال

مرزا محمد طاہر نصیرآبادی کی فارسی نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ مؤلف ایک طویل تمہید کے بعد جو حمد و ثنا پر مشتمل ہے، رقمطراز ہے کہ گلشن خیال مرزا محمد طاہر نصیرآبادی کا کلام ہے۔ مرزا محمد طاہر ایران کے شہر نصرآباد سے تھا۔ گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) کے اواخر کے ادباء اور شعراء سے تھا۔ تاریخ گوئی میں ید طولیٰ (مہارت کامل) رکھتا تھا۔ سال وفات اگرچہ دستیاب نہیں تاہم ۱۰۹۹ھ (۱۶۸۷ء - ۱۶۸۸) میں بقید حیات تھا۔ قبر نصرآباد کے ایک چھوٹے سے مقبرہ میں ہے جو میرزاؤں کے مقبرہ کے نام سے موسوم ہے۔ گلشن خیال قصص و حکایات اور اشعار کا رواں دواں اور آسان نثر میں بیان ہے۔ اس سے فارسی کے گذشتہ شعراء اور اہل قلم کے کلام اور حالات سے بھی کسی قدر بہم رسانی ہوتی ہے۔ مثلاً سلمان ساوجی، جامی، عسجدی، عنصری وغیرہ وغیرہ۔ گذشتہ زمانے میں فارسی انشاء پردازی جو لفاظی اور عبارت آرائی سے عبارت تھی، گلشن خیال بطور درس پڑھائی جاتی تھی۔ اس کے بعض قصص و حکایات مثلاً "حکایت دزد و قاضی" انتہائی طویل اور دلچسپ ہیں۔ اس سے مؤلف کی اسلامی روایات اور مذہب سے پوری واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو ورق ۳۸ سے ورق ۴۱ تک)۔ گلشن خیال ورق ۴۲ سے ورق ۸۹ تک فارسی شعراء کے کلام کا مجموعہ انتخاب ہے۔ ورق ۸۹ اور ۹۰ پھر نثر و نظم پر مشتمل ہے۔ کتاب کی حیثیت بحیثیت مجموعی مستقل کتاب کی بجائے ایک بیاض کی ہے جس میں بلا ترتیب خیال میں آنے والی ہر چیز مؤلف نے مندرج کر دی ہے۔ خط شکستہ نستعلیق، تعداد سطور کہیں زیادہ کہیں کم، کتابت کا ڈھنگ انتہائی ناہموار، تعداد اوراق ۹۰۔ تقطیع ۱۸ x ۲۹ سنٹی میٹر، حالت مخطوط متوسط، مضمون انشاء و ادب، گذشتہ زمانے میں فارسی زبان کے نصاب میں داخل۔ کاتب نامعلوم، تاہم غالباً کشمیری پنڈت۔ ٹائٹل کے صفحہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے مخطوطہ اپنے فرزند لسہ کاک

کے مطالعہ کے لئے تحریر کیا تھا۔ تاریخ کتابت نامعلوم، تاہم انیسویں صدی عیسوی کا وسط۔ زبان فارسی۔

آغاز : دلربائے چہرۂ شاہد کلام بزیور ستائش جان آفرینی است کہ مشاطۂ لطفش بیاض گردن نوعروسان حجلۂ معانی را از آب و تاب جواہر الفاظ بزینت لطافت و نزہت رسانیدہ۔

اخیر کی عبارت :

دردا کہ مرغ دل کہ شد بسمل ز تیر غمزہ اش

غافل ز زخم کاریش ابرو جانم می رود

239- لطایف الطوایف

ملا حسین واعظ کاشفی کے فرزند مولانا علی ابن حسین المشتہر بالصفی کا مجموعہ لطایف الطوایف ہے۔ یہ کتاب اُس نے ۹۳۹ھ (۳۳/۱۵۳۲ء) کے شہور میں اُس وقت قلمبند کی جب اپنے بقول وہ ہرات میں ایک سال کی حبس چاہ کے بعد شاہ محمد سلطان والئ ہرات کی وساطت سے رہا ہوا تھا۔ مجموعہ "لطایف الطوایف" مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے :

باب اوّل در بیان استحباب مزاح۔

باب دوم در ذکر بعضی از نکات شریفہ۔

باب سوم در ذکر لطیفۂ ملوک و ظریفۂ سلاطین۔

باب چہارم در ذکر لطائف امراء و مقربان و ظرایف وزراء و ارباب دیوان۔

باب پنجم در لطایف ادیبان و منشیان۔

باب ششم۔ در لطایف و اعراب و نکات فصحاء و بُلغا۔

باب ہفتم در لطایف مشایخ و علماء و فقہاء و قضاة و واعظین۔

باب ہشتم در لطایف حکمائے متقدمین و متأخرین۔

باب نہم در لطایف شعراء و بدیہہ گفتن ایشاں در محلہا۔

باب دہم در لطایف ظریفان از مرداں و زناں۔

باب یازدہم در حکایات و لطایف بخیلاں و پُرخواران و طفیلیاں۔

باب دوازدہم در لطایف طامعان و گدایان و کوران و کران۔

باب سیزدہم در لطایف کودکان و غلامان و کنیزکانِ زیرک۔

باب چہاردہم در حکایات ابلہان و کذّابان و مدّعیانِ نبوّت و دیوانگان۔

لطایف الطوایف اپنی تالیف کے بعد فارسی ادب میں گلستان و بوستان و بہارستانِ جامی کی طرح ہمیشہ سے مقبول ہوتے ہوئے داخل نصاب رہی ہے۔

آغاز : بعد از ادائے لطایف تحمیدات الٰہی و وظایف صلوات حضرت رسالت پناہی، علیہ و آلہ و اصحابہ صلوۃً مصونۃً عن التناہی . . . .

اختتام : منتظر باش و چشم بردر دار

گو نظر را در انتظار بدار

تاریخ کتابت یا تاریخ نقل ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء)۔ نام ناقل نامعلوم۔

تعداد فولیو ۲۵۷، تقطیع ۱۵ x ۲۱ سنٹی میٹر، سطور فی صفحہ ۱۳،

کاغذ کشمیری، عمدہ خط نستعلیق میں تحریر، عنوانات لال روشنائی سے، قرآنی آیات اور بعض دیگر الفاظ پر اوپر کی جانب سرخ لکیر۔ مکمل حالت عمدہ، مجلّد۔ ابتداء میں الحاقی

دو ورق۔ صفحہ اول کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوط ہذا خواجہ سیف الدین شال مغفور متوفی ۲۸ رمضان ۱۳۲۵ھ (۴ نومبر روز دوشنبہ ۱۹۰۷ء) کے کتب خانے کا حصہ تھی۔ ورق دوم کا پہلا صفحہ غلام محمد ولد خواجہ سیف الدین شال مرحوم کے خاندان کے شجرۂ نسب کا حامل ہے۔ یہ شجرہ ۵ شوال المکرم ۱۳۵۶ھ (۹ دسمبر پنجشنبہ ۱۹۳۷ء) میں لکھا گیا ہے۔

---

240 - مجموعۂ فضایل

ان خطوط و رسایل کا مجموعہ ہے جو مصنّف نے وقتاً فوقتاً بزرگوں اور عزیزوں کو لکھے تھے مقصود یہ تھا کہ اگر زمانہ گردش کر جائے، تب یہ مجموعہ زمانۂ نشاط کی یاد دلا سکے۔ ان مکاتیب کی تدوین بعض دوست و احباب کے ایماء پر عمل میں لائی گئی ہے۔ مؤلف کے مطابق یہ مجموعہ حسب ذیل چار فصول پر مرتب کیا گیا ہے:

۱۔ فصل اول در مکتوبات ۲۔ فصل دوم در رقعات ۳۔ فصل سیوم مشتمل بر دو قسم قسم اوّل در مراسلات تہنیت آمیز، قسم دوم در مکاتبات تعزیت انگیز ۴۔ فصل چہارم در آدابِ القاب و خاتمۂ کتاب۔ مجموعۂ فضایل اوّل و آخر سے قدرے ناقص ہے، تاہم کتاب کا نام ورق (صفحہ ۱) پر محفوظ ہے۔

مضمون انشاء و مراسلات، زبان فارسی نثر، مصنّف ابتداء میں ایک دو اوراق کی گمشدگی کے باعث نامعلوم، تاہم اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شہر قنوج میں طالب علم رہا ہے اور بعد ازاں شہر قنوج اور اس کے حسینوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ سال تصنیف ۱۰۸۵ھ (۱۶۷۴ء) کتاب کا نام "مجموعۂ فضایل" تاریخی ہے۔ مجموعہ فضایل کے تمام تر خطوط تاریخی ہیں اور ان سے مصنّف کے معاصر زمانے کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ خطِ نستعلیق قدرے مایل بہ شکستہ،

کاغذ کشمیری، تعداد صفحات ۲۲۸، سطور فی صفحہ ۸۔ ناقل و تاریخ کتاب اخیر سے بوجہ عدم تکمیل کے نامعلوم، تقطیع ۱۳ × ۱۹ سنٹی میٹر۔

ابتداء: از سموم غمم بباغ وجود   ہرگز ایں غنچۂ دلم نکشود

اختتام: در بیان آسامیٔ مکاتبات کہ در محاورات نویسند: نوازش نامۂ فیض آمود، سرافراز نامۂ عنایت شمامہ، مرحمت نامۂ فیض آگین، امتیاز نامۂ تلطف قرین، گرامی نامۂ تلطف شمامہ۔

کاتب کا اختتامیہ ندارد۔

241- محمود نامۂ فارسی

حروف تہجی پر مبنی فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ شاعر نے غزلیات کی معنویت کی بجائے ہر غزل کے کسی نہ کسی حرف ہجاء سے آغاز پر زور دیا ہے۔ غالباً بیت بازی کی غرض سے منظوم کیا گیا ہے جو گذشتہ زمانے میں ادباء و شعراء کا محبوب مشغلہ تھا۔ تخلص سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محمود نامی اس کا ناظم ہے۔

مخطوطہ خطاطی، تذہیب کاری اور نقاشی کا بہترین نمونہ ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ابتداء سے لے کر اخیر تک خط ناخونی میں سنہری جدولوں کے مابین تحریر ہے۔ کاتب غلام مصطفیٰ بن محمد رمضان خوش نویس ساکن سنترپال ضلع سیالکوٹ مقیم دار السلطنت لاہور ہے۔ غلام مصطفیٰ مالک مطبع کوہ نور لاہور منشی ہرسکھ رائے کا ملازم تھا۔ تاریخ کتابت ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳-۱۸۶۴ء) ہے۔ مخطوطہ کے اختتام پر محمد مردان علی خان رعنا، دیوان امرناتھ اکبری رئیس لاہور، مولوی فرید الدین ساکن مزنگ لاہور اور غلام سرور سرور ملازم سردار بھگوان

سنگھ کے فارسی اور اردو قطعاتِ تاریخی ہیں۔ حواشی پر انسان، حیوانات اور پرندوں کی فنکارانہ تصاویر ہیں جو بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے بنائی گئی ہیں۔

فی صفحہ سات مصرع، خط نستعلیق جلی اُستادانہ، تعداد صفحات ۶۴، کاغذ دبیز مشینی۔ تقطیع ۲۲ × ۲۷ سنٹی میٹر۔ پہلا ورق انتہائی منقّش اور بیل بوٹوں سے آراستہ، اوّل سے لے کر اخیر تک کاغذ کے ایک طرف اس طرح لکھا ہوا کہ اُس کی جھلکی دوسری طرف صاف نمایاں ہے، حواشی پر جا بجا مشکل الفاظ کے معانی۔ دنیا کی دیگر قلمی لائبریریوں میں اس کے نسخے دستیاب ہیں۔ حالت نہایت عمدہ۔
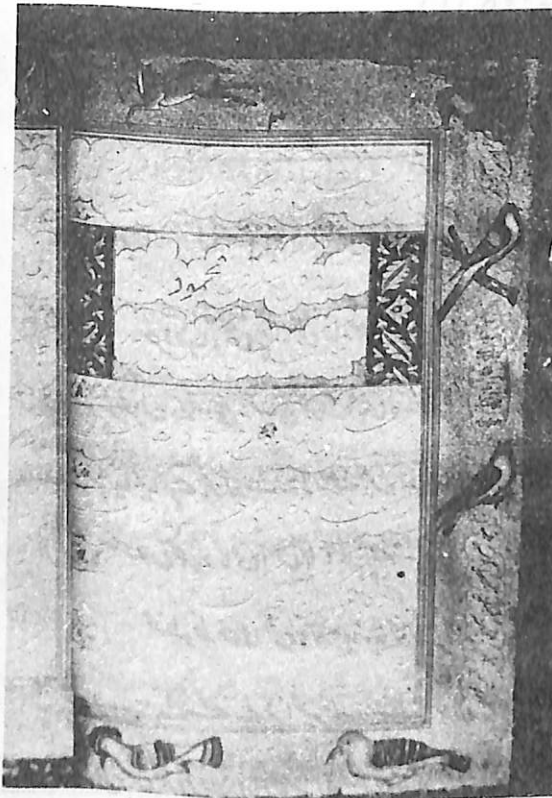
بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد مخطوط کا آغاز اس بیت سے :

اے داغ بر دل از غم خال تو لالہ را
شرمندہ ساخت آہوئے چشمت غزالہ را

اور اختتام اس بیت پر ہے :

یافتہ محمود ہر کس بر درِ آں شاہ بار
ایں گدا را ہم بران دربار بودی کاشکی

ACC-527

مکتُوب -242

دعاؤ سلام اور پرسش حال و احوال پر مبنی ایک نجی مکتوب ہے۔ خط کے عین انتظار

کے موقعہ پر موصول ہونے پر شکریہ ہے۔ یہ مکتوب کاتب کے بھائی میر احمد علی زاد لطف کے نام ہے جو الور میں تھے۔ بیماری پر بیمار کربلا کے طفیل درستیٔ صحت کی دعا ہے۔ خط کے مطابق جسم خاکی لکھنو میں اور روح الور میں ہے۔ علاوہ ازیں مکتوب میں لکھنو سے باہر نہ جانے کے چند اسباب کا بیان ہے جو بخلف لکھے گئے ہیں۔ جاگیر کے متعلق لکھا ہے کہ ابھی تک اُس کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ بعد ازاں کچھ موروثی تنازعات کا بیان ہے۔ اخیر پر مرحومہ بہن سردار بیگم کے انتقال پر بطفیل حضرات چہاردہ معصوم دعائے مغفرت ہے۔ بھائی احمد بہزاد صاحب کے فالج میں مبتلا ہونے پر ان کے حق میں صحت کاملہ کی دعا ہے۔

مضمون نجی اور ذاتی خط، زبان اردو، مکتوب نگار سیّد محمد قاسم خاں عرف سید ابراہیم بہزاد، تاریخ تحریر ۴ر فروری (سنیچر) ۱۹۲۲ء، مقام کتابت لکھنو کٹرہ خدا یار خاں، تھانہ سعادت یار گنج، خط انتہائی شکستہ (اُستادانہ) تحریر بلا ٹکٹ چھوٹے سائز کے پوسٹ کارڈ پر جو اُن دنوں محکمہ ڈاک میں رائج تھا۔ چار طرف دوہری لکیروں کے مابین خط کی اگلی اور پچھلی جانب تحریر، تعداد سطور ۳۲ (پتہ کی دو سطور خارج)' کارڈ کے ایک جانب ۱۶ سطور اور دوسری جانب ۸ سطور' تقطیع: ۷ × ۲ء ۱۰ اسنٹی میٹر۔

آغاز: ۷۸۶ کے بعد: برادر عزیز القدر میر احمد علی صاحب زاد لطف، تسلیم۔

اخیر: مجکو آجکل بالکل مشق لکھنے کی نہیں ہے، یہ کارڈ بسبیل تعجیل میں لکھا ہے بالکل خراب لکھا ہے۔

مکتوب نگار کا اختتامیہ: فقط راقم آثم آپ کا تابعدار و دعاگو سیّد محمد قاسم خاں عرف سیّد ابراہیم بہزاد عفی عنہ۔ ۴ر فروری ۱۹۲۲ء۔

پوسٹ کارڈ کا سائز آج ۶۳ برس پہلے کے مروّجہ پوسٹ کارڈوں کے استعمال کی نشاندہی

کرتا ہے، اس لئے تاریخی ہے۔

ACC-201

243- مکتوب ڈاکٹر سر محمد اقبال

مرحوم شیخ محمد عبداللہ کے نام تحریر ڈاکٹر سر محمد اقبال متوفی ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء مدفون پادشاہی مسجد لاہور کا نجی خط ہے جو شیخ صاحب کے خط کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں امید کی گئی ہے کہ بزرگان کشمیر بہت جلد اپنے معاملات کو سلجھا لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اظہار افسوس ہے کہ وہ مشاغل کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہو سکیں گے۔

DR. SIR MUHAMMAD IQBAL. LAHORE.

BARRISTER-AT-LAW.

تاریخ کتابت ۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء

مقام تحریر لاہور۔ کاغذ مشینی (مل کا)

یہ خط انگریزی پیڈ کے ورق پر ہے جس پر بحروف انگریزی "ڈاکٹر سر محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لا" اور بائیں جانب بحروف انگریزی "لاہور" اور لمبے ڈیش —— کے بعد ۱۹۳ درج ہے

ڈاکٹر سر محمد اقبال کا خود نوشت، خط شکستہ نستعلیق (فارسی)۔

تقطیع: ۲۲ × ۱۳ سنٹی میٹر

کاتب کا اختتامیہ بحروف شکستہ: محمد اقبال لاہور۔

اصل خط نادر و نایاب۔ شاید کشمیر میں علامہ اقبال کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی واحد تحریر۔

ACC-181

244۔ منشآتِ صغیر شاہ جلال الدین طاہر عراقی

شاہ طاہر کے ادبی و تاریخی و نجی رقعات کا مجموعہ ہے۔ شاہ طاہر دکن کے بادشاہ نظام الملک کا درباری منشی اور کاتب تھا اور یا پھر اُس کے عہد کا ایک بزرگ۔ منشآت طاہر انتہائی درجہ پُر تکلف اور مصنوعی عبارت سے بھر پور ہے، تاہم اس سے اُس کے عہد کی بعض تاریخی شخصیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ تفصیل مکاتیب و منشآت یہ ہے:

تمہید، از زبانِ نظام شاہ بہ ہمایوں بادشاہ نوشتہ، بخدمت استادی مولانا شمس الدین محمد خضری نوشتہ، از ہند در جواب مکتوب شاہ قوام الدین حسین نوشتہ، بقاضیٔ جہاں ولد میر نورالوری کہ وکیل السلطنۃ پادشاہ عراق بود بعد از عزل، بقاضی روح اللہ ولد میر نور الھُدیٰ نوشتہ شدہ، جواب کتاب سید جعفر وکیل السلطنۃ، بخواجہ نورالدین محمد صاعدی، بہ شاہ عماد ابن محمود مشتمل بر تعزیت نامہ، بیکی از احبا، بمولانا کمال الدین حسین طبیب، بسید محب الدین حبیب اللہ شریفی، در جواب نامہ فاضلی مشتمل بر تعزیت نامہ پسرش، بمولانا عبدالعلی بخداوند خان گجرات، در جواب نامۂ خداوند خان گجرات، در جواب نامۂ عزیزی، بسید بیگ نوشتہ، در جواب کتابت زنبل خان، در جواب رکن السلطنۃ چوخا سلطان، لہ الاسماء الحسنیٰ، بمیر بزرگ، بمیر بزرگ قاضی، بیکی از احبا نوشتہ مشتمل بر تعزیت نامہ، بمیران محمد خان بادشاہ برہانپور، بحضرت خداوند خان گجرات (دو مکتوب)، بمولا کمال الدین حسین (۳ مکتوب)، این مکتوب منظوم بقاضیٔ جہاں وکیل السلطنۃ، در وقت عزیمت میرزا شاہ حسین، بیکی از وزرائے

دکن، بیکی از دوستان، بہمایوں پادشاہ نوشتہ شدہ بنا برشفاعت بادشاہ برہانپور دربیران اززبان نظام الملک، این رقعہ از احمد نگر بملک نظام الملک نوشتہ شدہ، بمیرزا شاہ نوشتہ، بمراد خان حاکم دہلی، بیکی از احبّا، بامیر عبداللہ ولد امیر روح اللہ رقعہ علی اعظم الوزرا، در جواب، مکتوب پروانچی، رقعہ بمنشی، باہل فضل نوشتہ۔

مضمون انشاؤ ادب (متعلق بہ تواریخ)' زبان نثر فارسی' مؤلف شاہ جلال الدین طاہر' زمانۂ تالیف سولھویں صدی عیسوی' کاتب و ناقل نامعلوم، خط نستعلیق مایل بہ شکستہ' کاغذ غیر کشمیری، تعداد صفحات ۱۰۹، سطور فی صفحہ ۱۵، تقطیع ۱۴ x ۲۴ سنٹی میٹر۔

آغاز: ہمیشہ بہار سلطنت و کامرانی حضرت اعلیٰ خاقانی۔

اختتام: زیادت چہ نویسد نتائج قلم سحر آثار موجب تفریح خاطر اخیار باد والسلام۔

منشأت ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں مطبع نظامی کانپور میں چھپ چکی ہے۔

ACC-56

245- منشأت فیضی

ملک الشعراء فیضی فیّاضی متوفی ۱۰۰۴ھ (۱۵۹۶ء/۱۵۹۵ء) کی تاریخی تحریریں اور دیگر کتابوں سے منتخب نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعۂ انتخاب سے اُس کا مقصد شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کی حصول خوشنودی تھا اور جس کی بدولت وہ شاہزادہ کامگار کام بخش کا اتالیق مقرر ہوا تھا۔ بعد ازاں اسی بناء پر فیضی دربار اکبری میں ملک الشعرائی کے لقب سے ممتاز ہوا۔ یہ مجموعۂ منشأت اُسی کی یاد میں بطور شکر گذاری تالیف ہوا ہے۔ منشأت فیضی ساڑھے پانچ صفحات کے طویل فارسی مقدمے کے بعد متعدد عرضداشتوں کی حامل ہے۔ یہ عرضداشتیں معاصر تاریخی واقعات سے پُر ہیں جن کا تعلق ایران و ہندوستان سے ہے۔ منشأت فیضی کا یہ مجموعہ فتح کشمیر یعنی

۹۹۴ھ (۱۵۸۶ء) کے بعد تالیف ہوا جیسا کہ فولیو ۲۸ ب کے اس فقرہ سے مفہوم ہوتا ہے "بآواز بلند می گفتند کہ این شیرینی فتح کشمیر است"۔ یہ عرض داشتیں جن کی حیثیت مجموعہ میں فصول کی ہے لطیفۂ اول کے تحت داخل ہیں۔

لطیفۂ دوم فیضیؔ فیاضی کے اُن مفاوضات (گفتگو یا خطوط) ہیں جو مکۂ مکرمہ اور ایران و دکن کے علماء و شرفاء کے ساتھ پیش آئے (فولیو ۷۴ الف سے فولیو ۷۶ ب تک)

لطیفۂ سوم۔ (فولیو ۷۶ ب سے فولیو ۹۴ الف تک)

لطیفۂ چہارم (فولیو ۹۴ الف سے ۱۱۲ الف تک)

لطیفۂ پنجم (فولیو ۱۱۲ الف سے ۱۳۵ الف تک)

فولیو ۲۴ ب پر تیلوک چندر کی اور فولیو ۸۴ ب فرخ سیر سنگھا یا شہا (تاریخ ۱۸۸۸ بکرمی = ۱۸۳۱ء) کی مہریں ہیں۔ یہ دونوں مہریں صاف طور سے پڑھی جاسکتی ہیں۔

آغاز: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم گنج ازل راست طلسم قدیم

اختتام: ہر دو برادر نامراد بیکس را در حمایت الہی و حفظ او سپردہ ایم۔

نام ناقل و تاریخ نقل نامعلوم، تاہم انیسویں صدی کے آغاز کی

فولیو ۱۳۶، تقطیع ۱۰½ x ۲۰½ سنٹی میٹر۔ کاغذ کشمیری، خط نستعلیق باریک سادہ قدیم زمانے کی مجلّد چرمی، فولیو ۱۲۰ تا ۱۲۳ اوپر کی جانب کناروں پر کرم خوردہ، تعداد سطور فی صفحہ ۱۰، کہیں کہیں کناروں پر سفید مشینی کاغذ سے مرمت شدہ۔ لطیفۂ دوم کے بعد عنوانات غیر تحریر شدہ مگر عنوانات کی جگہ خالی۔ مکمل، حالت متوسط۔

تاریخی خطوط و عرضداشتیں ہونے کے باعث تاریخ ہند میں زبردست اہمیت کی حامل۔